يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ

اے ایمان والو!

اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور صاحبان امر (ائمہ اہل بیت علیہم السلام) کی۔ (سورۃ النساء آیت ۵۹)

شہادت ثالثہ در تشہد کے متعلق شرعی فیصلہ

رشحات قلم رئیس المحققین

آیۃ اللہ علامہ آفتاب حسین جوادی

ناشر

مرکز مطالعات اسلامی پاکستان

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اَطِيْعُوا اللّٰهَ

وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور صاحبانِ امر (ائمہ اہل بیتؑ) کی۔" (سورۂ نساء، آیت:۵۹)

شہادت ثالثہ در تشہد

کے متعلق

شرعی فیصلہ

رشحاتِ قلم

رئیس المحققین

حجۃ الاسلام علامہ آفتاب حسین جوادی

ناشر

مرکز مطالعات اسلامی پاکستان

حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے بلند و بالا مقام و مرتبہ اوران کی امامت کا مژدہ سناتے ہوئے فرمایا:

یا علی والذی بعثنی بالنبوۃ واصطفانی علیٰ جمیع البریۃ لو ان عبداً عبد اللّٰہ الف عام ما قبل اللّٰہ ذلک منہ الا بولایتک و بولایۃ الائمۃ من ولدک و ان ولایتک لا یقبلھا اللّٰہ تعالیٰ الا بالبراۃ من اعدائک و اعداء الائمۃ من ولدک

(کنز الفوائد کراجکیؒ، صفحہ ۱۸۵۔ کتاب الیقین سید ابن طاؤسؒ، صفحہ ۵۶)

اے علیؑ! اس ذات کی قسم جس نے مجھے نبوت کے ساتھ مبعوث کیا اور تمام مخلوق میں سے مجھے پسند فرمایا، اگر کوئی بندہ ہزار سال تک اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتا رہے خدا اس کی بندگی قبول نہ کرے گا جب تک آپ کی امامت و ولایت کا اقرار نہ کرتا ہو اور آپ کے بعد آپ کی اولاد میں ائمہ اطہارؑ کی امامت و ولایت کا اقرار نہ کیا ہو اور صرف آپ کی امامت کے اقرار کو بھی اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرے گا جب تک آپؑ اور آپؑ کی اولاد میں سے ائمہ علیہم السلام کے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار نہیں کرے گا۔

مولائے کائنات امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:

هلک فی رجلان محب غال و مبغض قال

(نہج البلاغہ، جلد ۳، صفحہ ۹۲۱)

میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوئے ایک محبت میں غلو کرنے والا اور دوسرا دشمنی وعناد رکھنے والا۔

نام کتاب : شہادت ثالثہ در تشہد کے متعلق شرعی فیصلہ
مؤلف : حجۃ الاسلام علامہ آفتاب حسین جوادی
ناشر : مرکز مطالعات اسلامی پاکستان
16 اصغر مال اسکیم، راولپنڈی
0314-5075399,03361003276
سن اشاعت : اپریل 2017ء
قیمت :

گفتار اول

ہم اس موقع پر ان تمام علماءِ مکتب آل محمدؐ، سکالرو دانشوران، ہمدردان قوم و ملت اور شیعیان حیدرِ کرارؑ کے نہایت ممنون اور شکر گزار ہیں کہ جنہوں نے کتاب ''شہادتِ ثالثہ در تشہد کے متعلق شرعی فیصلہ'' مؤلف: علامہ آفتاب حسین جوادی کو شرف پزیرائی بخشا جس کی وجہ سے ایک ماہ کی قلیل مدت میں ہی پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ ختم ہوگیا۔ اب ششم ایڈیشن اضافہ کے ساتھ شائع ہوکر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ہم ان حضرات کے بھی سپاس گزار ہیں جنہوں نے ہمارے ادارہ ''مرکز مطالعات اسلامی پاکستان'' کے ساتھ ہر قسم کا تعاون فرمایا ہے۔ خداوند عالم بطفیل محمدؐ و آل محمد علیہم السلام ان کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے اور انہیں اسی طرح خدمتِ مذہبِ اہل بیتؑ کے جذبے سے سرشار و سرفراز فرمائے

آمین یارب العالمین

فہرست مندرجات

تقریظ

استاد العلماء زین الاتقیاء حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ **سید محمد تقی نقوی** مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ ربّ العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین محمد وآلہ الطاهرین صلوات اللہ علیهم اجمعین

شکر ہے اس ذات والا صفات کا جس نے انسان کو ابدی سعادت کا مستحق بنانے کیلئے نظام ہدایت قائم فرمایا۔ انبیاء ورسل کو اس ہدایت کا ذمہ دار قرار دیا اور ختم الرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری پیغام ہدایت دے کر بھیجا قرآن مجید کو اس دین اسلام کا امین بنایا اور شریعت کو اس قدر کامل بنایا کہ اس میں کسی تبدیلی یا کمی بیشی کرنے کی ضرورت نہیں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ولایت علیؑ کا اعلان کر کے دین و شریعت کا حفاظتی نظام قائم فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے دین کو کامل کرنے، نعمت کو تمام فرمانے اور اسلام کے پسندیدہ ترین دین ہونے کا حکم جاری کر دیا اور واضح کر دیا کہ اب میرا دین اور شریعت مکمل ہو چکی اب کوئی طاقت اس میں تنسیخ یا تغیر لانے کا حق نہیں رکھتی یہی وجہ ہے کہ وفات سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جب کبھی کسی حکمران یا جماعت یا فرد نے اس میں کمی بیشی کرنے کی سازش کی تو ائمہ ہدیٰؑ نے کامیاب نہ ہونے دیا امام حسینؑ کی قربانیاں اسی کا معراج ہیں گلستان خانوادۂ تطہیر قربان ہو گیا خواتین اور بچے کوفہ وشام کے زندانوں میں مصائب برداشت کرتے رہے۔ لیکن یزیدیت کی چالیں الٹ دیں اور اسلامی شریعت کو محفوظ کر دیا۔ گزشتہ تمام ادوار میں یہ فریضہ ہر امام معصومؑ نے اپنے ساتھیوں سمیت اداء کیا اور تیسری صدی کے وسط میں جب امام زمانؑ نے بحکم خداوندی

غیبت کبریٰ اختیار کی۔ تو یہ ذمہ داری ایسے علماء وفقہاء کے ذمہ لگادی جو تقویٰ وعدالت اور علم وعمل میں اس عظمت کے مالک ہو کہ ان سنگین ذمہ داریوں کو ادا کر سکیں آپ نے انہیں فقہاء کرام کو امت کے لئے مرجع قرار دیا اور فرمایا کہ ایسے فقہاء ہماری طرف سے تم پر حجت ہیں جب کہ ہم ان پر حجت ہیں اور عوام پر لازم ہے کہ وہ ان کی تابعداری وتقلید کریں اور دین وشریعت میں ان کے ارشادات کو تسلیم کریں جو ان کو رد کرے گا وہ ہمیں رد کریگا۔ چنانچہ غیبت کبریٰ کی ابتداء سے آج تک فقہاء باکردار وعلماء باتقوی ان فرائض کو ادا کر رہیں ہیں اور ہر قسم کی قربانی دے کر شریعت کے احکام کی صحیح تشریح وتوضیح اور حفاظت کرتے آرہے ہیں اگر کوئی شیطانی قوت کوئی چال بناتی ہے تو ان کی باریک بین نگاہیں اس کا رد تلاش کرلیتی ہیں اور دشمن کی سازش کا پردہ چاک کر کے حق کو روشن رکھنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

ہر صاحب دانش کیلئے روشن ہے کہ دین کے اصول کی نسبت اس کے فروع اور شریعت کے احکام کا معاملہ اس لحاظ سے نازک ترین کہ اللہ تعالی نے ان احکام کے مصالح کا علم اپنے پاس رکھا ہے یا اپنے معصوم نمائندوں کو عطا فرمایا ہے۔ عوام پر فرض کیا ہے کہ تم شریعت کے احکام پر عمل ک پابندی کرو اور ہر حکم کی حکمت ومصلحت شناسی کی زحمت میں نہ پڑو۔ ورنہ قیاس کا شکار ہو جاؤ گے اور شیطان کی طرح گمراہ ہو جاؤ گے یہ ہی سبب ہے کہ آئمہ اہل بیتؑ کے شاگردان اور ان کے مکتب کے تابعداران علماء وفقہاء ہمیشہ قیاس سے دور رہے اور قرآن وحدیث اور دلائل شرعیہ سے اس طرح استنباط احکام کرتے رہے کہ اس میں خواہشات ومفادات یا عقلی قیاسات اور ذاتی جذبات کا کوئی عمل دخل نہ دیا۔

یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ آئمہ اثنا عشر کی ولایت وامامت پر ایمان کے بغیر یہ بات توحید عدل ورسالت پر ایمان بے فائدہ ہیں اور آخرت میں نجات کا باعث نہ بنے گی لیکن اس

ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہر مومن ان معصوم اور رہبر ہستیوں کی مکمل اطاعت کرے، مکمل اطاعت کا مفہوم یہ ہے کہ ہمیشہ ان پر کان دھرے اور وہ جو فرماتے جائے یہ اس پر من وعن عمل کرتا جائے اطاعت میں اپنی مرضی کو بنیاد نہ بنائے بلکہ ان مطاع ہستیوں کی مرضی کو بنیاد بنائے حرف بحرف ان کے ماتحت رہے۔

اپنی طرف سے ایک حرف کا اضافہ یا کمی نہ کرے واجبات، محرمات، مستحبات، مکروہات اور مباحات ہر ایک میں سراپا اطاعت ہو شریعت کا حکم جو معصومینؑ سے ثابت ہو اسی پر پابند اور قانع رہے کسی غیر حرام کو حرام، کسی غیر مستحب کو مستحب، کسی غیر مکروہ کو مکروہ اور کسی ناجائز کو جائز کہنے کی جسارت نہ کرے۔ اور ان احکام کی شناخت کے لئے ادلہ شرعیہ پر غور وخوض کرنے اور نتائج حاصل کرنے والی کوشش کا نام اجتھاد ہے اور اسکے لئے اس قدر علمی قابلیت ولیاقت اور مہارت کی ضرورت ہوتی ہے کہ بسا اوقات عالم کی زندگی کا بیشتر حصہ اس اجتھاد کی مہارت تک پہنچنے میں لگ جاتا ہے لیکن محنت کے ساتھ ساتھ اس کے لئے لطف خداوندی اور تائید ایزدی کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور اس تائید کے لئے اخلاقی طہارت اور تذکیہ نفس اور قلبی تقویٰ کا ہونا شرط ہے اور رب العالمین کا فضل وکرم ہے کہ ابتداء غیبت کبریٰ سے دور حاضر تک شیعہ قوم کی سرپرستی کرنے کے لئے ایسے اعلام موجود رہے جو تائید ایزدی اور ولی العصرؑ کی نظر عنایت کے ساتھ اس عظیم منصب پر فائز ہوئے اور دشمنان حق کی زبردست سازشوں کے باوجود اپنے فرائض سے کما حقہ عہدہ برآ ہوئے اغیار نے تو شریعت کے احکام میں رد وبدل کیے اور عبادات میں خواہشات کے مطابق کمی بیشی کی لکن فقہ جعفری میں ایسا نہ ہوا۔ وہ ہر طرح سے محفوظ ومصون اپنا سفر کرتی رہی۔

نماز دین کا ستون ہے اور عبادت الٰہی میں خصوصی اہمیت رکھتی ہے اس کی حفاظت کا فریضہ بہت ضروری ہے چنانچہ اس کی حدود، وقیود، شرائط، ارکان، واجبات، مستحبات،

مکروہات ،مبطلات وغیرہ تمام امور کی اس طرح حفاظت کی گئی کہ صدیوں گزرنے کے باوجود کسی کی خواہش اس پر غالب نہیں آسکی اور کبھی کسی نے کوئی سازش کی تو فقہاء نے اس کو مسترد کردیا۔نماز کے واجبات میں سے ایک اہم واجب تشہد ہے اس کے واجب اجزاء توحید ورسالت کی شہادت اور محمد آل محمد پر صلوٰات ہے جو رسول اکرمؐ کے دور سے ہے اور ائمہ معصومینؑ نے بھی اس طرح بیان کیا ہے اور ان کا فریضہ بھی یہی ہے کہ وہ شریعت رسول کو اسی طرح بیان کریں جس طرح رسول اکرمؐ سے ہے شہادت ولایت پر ایمان کے بغیر نجات ناممکن ہے تاہم اسے نماز میں تشہد کا جزء واجب یا جزء مستحب قرار نہیں دیا گیا فقہاء کرام نے تشہد کے مستحبات کی تفصیل بھی ہمیشہ بیان کی لیکن اسے مستحبات میں بھی نہیں بتایا گیا فقہاء کرام آیات واحادیث کے پابند ہیں۔اگر آیات یا حدیث میں کوئی امر ثابت ہو تو فقہاء اسکی نفی کی جرأت نہیں کرسکتے اور اگر ثابت نہ ہو تو اضافے کی جسارت بھی نہیں کرتے بنابریں اگر شہادت ولایت کا مستحب ہونا تشہد میں ثابت ہوتا تو فقہاء کرام سے مخفی نہ رہتا اور ذمہ دار فقہاء اور مستحبات کی ادائیگی سے قلبی وابستگی بلکہ والہانہ عقیدت رکھنے والے اتقیاء اس سے غافل نہ ہوتے۔اذان وقامت میں مستحب مطلق کی نیت سے شہادت ولایت کے جواز کا فتویٰ دینے والے فقہاء کرام کے لئے اگر کوئی گنجائش ہوتی تو تشہد کو بھی اس سے محروم نہ رکھتے لیکن فقہاء کرام کا تشہد میں اسکے جواز اور استحباب سے انکار کرنا دلیل ہے کہ ان کے پاس ادلہ شرعیہ میں اسکی کوئی گنجائش نہ تھی یہی وجہ ہے کہ صدیوں سے اذان واقامت میں شہادت ولایت شیعیان علی کے ہاں جاری ہے لیکن تشہد نماز میں نہیں ہے۔

لیکن بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے پاکستان کے کچھ علاقوں میں چند ایک غیر ذمہ دار افراد نے اسے ایک تحریک کی شکل دے دی ہے اور ہر مجلس میں اس

شہادت کو تشہد میں ادا کرنا کبھی واجب کبھی مستحب اور کبھی جائز قرار دیتے پھرتے ہیں اور اس خیال کی حمایت کرنے والوں کو غلیظ الفاظ،سب وشتم اور لعن وتبرا کا نشانہ بھی بناتے ہے۔جب کہ ذمہ دار علماء،فقہاء،خطباء ومقررین مسلسل قوم کو آگاہ کررہیں ہیں کہ یہ تحرک دراصل ایک سازش ہے جو دشمنان تشیع اور اعداء اسلام طاقتوں کی طرف سے اٹھائی گئی ہے جو شیعہ قوم میں تفرقہ ڈالنے ،مرجعیت سے جدا کرنے ،مرکز کو کمزور کرنے اور وحدت کو پارہ پارہ کرنیکی ایک چال ہے۔جس سے وہ اپنے منحوس منصوبے کامیاب کرنے چاہتے ہیں۔جو کام وہ قتل وغارت اور دہشت گردی سے نہیں لے سکے وہ اس سازش کے ذریعے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔اسلئے ملت جعفریہ اور شیعہ اثنا عشریہ خیر البریہ کے ہر فرد مومن ومومنہ کا فریضہ ہے کہ وہ اس سازش سے آگاہ ،ہوشیار رہے اس کا شکار ہونے سے بچے دوسروں کو بچائے اور جو لوگ سازشی کردار ادا کررہے ہیں ان کو روکے اور ان کے گزند سے قوم وملت کو محفوظ رکھے حتی اس سازش کی پشت پر انقلاب اسلامی سے شکست کھانے والے ذلیل اور کمینے دشمن کا ہاتھ ہے چونکہ اسکے شیطانی وسائل زیادہ ہے اس لئے یہ محاذ وقتی نہیں طویل عرصہ تک چل سکتا ہے۔تاہم قدرت کی طاقت ایسی عظیم قوت ہے کہ باطل اپنے تمام وسائل سمیت اس سے شکست کھاتا ہے اور نصرت الٰہی حق کا ساتھ دیتی ہے اور امام العصرؑ کی نظر عنایت کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ہمارے بزگان کے ادوار میں بھی یہ سازش بار بار سر اٹھاتی رہی لیکن پاش پاش ہوتی رہی اور امید قوی ہے کہ اب بھی تار عنکبوت ثابت ہوگئی اور حق اپنی عظمت کے ساتھ سربلند رہے گا۔

ہمارے محترم برادر،میدان تحقیق کے بہترین شاہ سوار ”تحقیقی دستاویز“ جیسی عظیم تالیف پیش کرنے والے مرد مجاہد حضرت مولانا آفتاب حسین جوادی صاحب نے بروقت اقدام فرمایا ہے اور ’شہادت ثالثہ در تشہد کے متعلق شرعی فیصلہ‘ جیسی بہترین پیش کرکے نہ فقط اپنا

فریضہ ادا کیا ہے بلکہ علماء کرام وطلاب عظام کے لئے قیمتی استدلالات کا خزینہ اور بہترین حوالہ جات کا ذخیرہ مہیا فرمادیا ہے۔

ہماری دعا ہے کہ رب العزت ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور دردملت رکھنے والے مخلصین کو اس کتاب سے استفادہ کرنے کی طرف متوجہ کرے اور سازش کا قلع قمع کر کے فقہ وفقہاء کرام کی عظمت کو بلندیاں عطا فرمائے۔

بحق سید الانبیاء والمرسلین والائمة الطاهرین والشهداء والصدیقین

صلوات الله علیهم اجمعین

سید محمد تقی نقوی

تقریظ

مفسر قرآن، حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ شیخ **محسن علی نجفی** دام ظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نماز اہل بیت متنازعہ نہیں ہے اللہ کی عبادت کس طرح کی جائے؟ یہ سو فیصد توقیفی ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہدایات ملنے پر موقوف ہے۔ نماز میں رکعتوں کی تعداد اور رکوع وسجود کا طریقہ اور ان میں پڑھے جانے والے اذکار سب توقیفی ہیں۔

چنانچہ رسول کریم ﷺ کی یہ حدیث مشہور ہے

﴿ صلوا کما رایتمونی اصلی۔ ۱ ﴾

نماز اسی طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے پڑھتے دیکھا ہے۔

چنانچہ رسول کریم ﷺ کی نماز ہم تک ائمہ اہل بیتؑ کے ذریعے تواتر سے پہنچی ہے اس میں اختلاف کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔

لہٰذا جس طرح نماز ہاتھ چھوڑ کر پڑھنے اور تشہد میں محمدؐ وآل محمدؐ پر درود پڑھنا واجب ہونے پر اختلاف نہیں اسی طرح تشہد میں شہادتین اور محمدؐ وآل محمدؐ پر درود کے علاوہ کسی اور چیز کے واجب اور ضروری نہ ہونے پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ علیؑ اور آل علیؑ کی ولایت کے بغیر کسی کا قبلہ رخ ہونا ہی صحیح نہیں ہے اور اسکی عبادت باطل ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اس کی عبادت ایسی ہے جیسے غیر اللہ کی عبادت ہو۔ ۲

۱۔ بحار الانوار 279/82

۲۔ وسائل الشیعہ 1 /120

چنانچہ گزشتہ چودہ صدیوں میں تشہد میں کوئی اختلاف رہا نہ ہی دنیائے تشیع میں کسی جگہ اختلاف موجود ہے۔

حتیٰ پاکستان میں بھی بہت سے علاقوں میں اس پر کوئی اختلاف نہیں۔ لہٰذا نماز اہل بیتؑ متنازعہ نہیں ہے۔ جناب مولانا آفتاب حسین جوادی صاحب نے اعلائے کلمہ حق کے لئے جو کاوش کی ہے وہ نہایت ہی قابل قدر ہے ان کی یہ کتاب جہاں کچھ لوگوں کے لئے اتمام حجت ہے وہاں حق پر استقامت کرنے والے مؤمنین کے لئے تائید ہے تاکہ وہ اس بات پر یقین واطمینان پیدا کریں کہ تعلیمات محمدؐ وآل محمدؐ کو اپنانے کے لئے جس سلسلے پر تکیہ کیا ہے وہ ہی پوری تاریخ میں اور پوری دنیا میں قابل اعتماد سلسلہ ہے۔ خداوند کریم مولانا صاحب قبلہ کے قلمی جہاد کو قبول فرمائے آمین۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محسن علی نجفی

اسلام آباد

۵ صفر ۱۴۲۶ھ

تقریظ

وفاق المدارس کے سربراہ آیت اللہ حافظ **سید ریاض حسین نجفی** دام ظلہ

مکتب اہل بیتؑ الحمد للہ ایک ایسا مکتب اور مذہب ہے جس کے سارے عقائد اور احکام محکم ادلہ سے ثابت ہیں۔ عقیدہ توحید سے لے کر قیامت تک اور طہارت سے لے کر دیات تک کے سارے احکام کو غیر متزلزل ادلہ کے ساتھ علماء کرام محققین اور مجتہدین کرام نے ثابت کیا ہے۔

اس الٰہی مذہب کو بدنام کرنے کے لئے ہر دور میں لوگ آتے رہے اور سعی لاحاصل کرنے کے بعد وہ خود ہی حرف غلط کی طرح مٹتے رہے مگر مذہب حقہ شیعہ قائم ودائم ہے اور انشاء اللہ تا قیامت رہے گا۔ اس آخری دور میں چند غیر ذمہ دار لوگوں نے ممبر حسینی پر غیر ذمہ دارانہ گفتگو کرنی شروع کردی اور نماز جیسی توقیفی عبادت میں کمی بیشی کرنے لگے اور اپنے لاشعور میں دشمن کے آلہ کار بن کر مذہب حقہ کے خلاف سرگرمیوں میں مشغول ہو گئے اور یہ ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگادیا کہ تشہد نماز میں شہادت ثالثہ پڑھنا واجب اور نہ پڑھنے والا نعوذ باللہ ایسا اور ویسا ہے۔ اس غلط پروپیگنڈے کا جواب ایک تو یہ تھا کہ ان کے مقابلے میں منبر پر ویسی زبان کا استعمال کیا جائے جو یقیناً مفید ہونے کی بجائے مزید مضر ہوتی اور ملت کی صفوں میں مزید انتشار کا باعث بنتی۔ اس کا دوسرا اور مثبت پہلو یہ تھا کہ اس مسئلہ پر ایک مستند کتاب تحریر کی جائے اور اس مسئلہ کی تاریخی اور شرعی حیثیت کو واضح کردیا جائے چنانچہ فاضل محقق مولانا آفتاب حسین جوادی صاحب حفظہ اللہ نے یہ بیڑا اٹھایا اور دقیق مطالعہ اور مربوط روایات پر علمی بحث کرکے سارے پروپیگنڈے کو نقش برآب کردیا۔ ایک ایک روایت پر بحث کی ہے کہ یہ صحیح ہے یا

ضعیف اس کے راوی کون اور کیسے لوگ ہیں نیز وہ کتاب جس سے وہ روایات نقل کی گئی ہیں معتبر ہے یا غیر معتبر اور اپنی اس علمی اور تحقیقی کاوش سے یہ ثابت کیا کہ نماز وہی ٹھیک اور درست ہے جو ائمہؑ کے زمانے سے لے کر آج تک سارے علماء و مجتہدین اور تمام مؤمنین پڑھ رہے ہیں۔

غیور ملت جعفریہ کے افراد کو متوجہ رہنا چاہے کہ یہ ساری استعماری کوشش اس لئے ہے کہ عوام الناس کو مرجعیت، علماء اور مدارس سے دور کر دیا جائے۔ اگر یہ اپنے مراکز سے علیحدہ ہو گے تو پھر استعمار اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جائے گا۔ ہمیں چاہے کہ اپنی صفوں میں موجود وحدت کو قائم رکھتے ہوئے اپنے مراکز سے مربوط رہے اور دشمن کی کوشش کو ناکام بنائیں۔ اللہ رب العزت جناب مولانا آفتاب حسین جوادی صاحب کی اس محنت کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور ان کے علم وعمل میں اضافہ فرمائے۔ آمین

والسلام علی من اتبع الهدیٰ

حافظ سید ریاض حسین نجفی

پرنسپل حوزہ علمیہ جامعۃ المنتظر لاہور

نقشِ اوّل

اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے کہ اس نے ہمیں یہ اعزاز بخشا ہے کہ ہم نے اپنی استعداد و بساط کے مطابق مذہب اہل بیتؑ کا نہایت مدلل و مبرہن انداز میں دفاع کیا اور ناصبیت و خارجیت کو ہر موڑ پر علمی میدان میں شکستِ فاش سے دوچار کیا ہے جیسا کہ جدل احسن کے پیچ و تاب اور اس کے اسرار و رموز سے واقفیت رکھنے والا نگاہِ بینا اور بیدار مغز طبقہ ہماری تحریروں سے بخوبی شناسا ہے۔ اس سلسلہ میں ہماری شہرۂ آفاق تالیفات ''تحقیقی دستاویز'' اور ''السیف البارق'' وغیرہا اس پر شاہد و ناطق اور دلیل صدق ہیں۔ کچھ عرصے سے ہم بڑی مستعدی سے شیعہ دشمن عناصر کے مذموم عزائم پر نظر رکھے ہوئے ہیں اور تسلسل کے ساتھ اس جدوجہد میں مصروف عمل ہیں للہ الحمد علی ذالک لیکن ہمیں نہایت افسوس سے کہنا پڑھ رہا ہے کہ آج ہمارے اندر سے ہی چند عاقبت نا اندیش لوگوں نے شماتت آمیز طعن و تشنیع اور طوفان بدتمیزی برپا کر رکھا ہے جس سے شیعہ عوام نہ صرف داخلی انتشار کا شکار ہوئے بلکہ اب نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ایک دوسرے کو دشمن ولایت علیؑ، منکر اہل بیتؑ اور مقصر وغیرہ کے نام سے یاد کیا جا رہا ہے۔ یہ فتنہ اتنا سخت اور خطرناک صورت اختیار کر چکا ہے کہ ہمیں سب سے پہلے اس موضوع پر قلم اٹھانے کی ضرورت پڑی تا کہ ہماری سابقہ تالیفات سے جہاں اہل حق کو اپنے بیرونی دشمنوں سے دفاع کرنے کا موقع ملا وہاں ہماری اس سعی بلیغ سے شیعہ عوام اپنے داخلی انتشار و خلفشار کے اصل محرکات سے بھی آشنا ہو سکیں کیونکہ جب تک کوئی قوم داخلی حوالے سے مستحکم نہیں ہوتی وہ بیرونی دشمنوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بنا بریں اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے چند ناقابل تردید حقائق صفحۂ قرطاس پر منتقل کر دیئے ہیں۔ اللہ رب العزت بحق چہاردہ معصومین علیہم السلام ہماری اس تحقیق اور کاوش کو مفید و بار آور ثابت فرمائے۔

ان ارید الا الاصلاح وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب۔

ناچیز آفتاب حسین جوادی

ملتِ جعفریہ میں انتشار کے اصل محرکات واسباب

سیاسی اور مذہبی طور پر ملتِ اسلامیہ کے خلاف اسلام دشمن طاقتوں کی مطلق العنان ریشہ دوانیاں روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ وہ کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتیں جس سے امت مسلمہ کو نقصان وزیاں نہ پہنچا سکیں۔ شیعہ دشمنی میں ان کا سینہ آگ پر پکنے والی ہنڈیا کی طرح ہر وقت ابلتا رہتا ہے لہٰذا ان کی خفیہ مرکزی ایجنسی (سی۔آئی۔اے) ہر انداز سے چوکس رہتی ہے۔ ان مذموم مقاصد اور خون آشام عزائم کے لیے کروڑوں ڈالر کا بجٹ مختص بھی کیا ہوا ہے اس خفیہ ایجنسی نے شیعوں کے مابین ہی انتشار وافتراق پیدا کرنے کی خاطر بڑے منظم طریقے سے تحریک شروع کی ہوئی ہے۔ مگر ہماری بدقسمتی دیکھیئے کہ انہوں نے ہم شیعوں میں سے ہی ایک لابی تیار کی ہے جسے یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ وہ تقریر وتحریر کے ذریعہ شیعہ مسلمات کی بیخ کنی کرے۔ نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ کی مزید تشہیر کر کے باہمی خانہ جنگی کی صورت اختیار کروانا بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے کہ مجلس عزا میں منبروں پر نماز کے تشہد میں شہادت ثالثہ کے پڑھنے کو بیان کرنا لازم قرار دیا جائے اور حربہ یہ استعمال کیا جائے کہ جو تشہد نماز میں ''علی ولی اللہ'' نہ پڑھے اسے منکر فضائل علیؑ اور حرامی قرار دیا جائے اس سے تمام شیعہ حرامی قرار پائیں گے (العیاذ باللہ) ستم یہ کہ اب کچھ سادہ لوح بے خبر شیعہ عوام نے حرامی ہونے سے بچنے کے لیے تشہد میں شہادت ثالثہ کو پڑھنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان گمراہ لوگوں کے فریب سے نکالے (امین)۔ مزید برآں ان کے علمی مراکز نجف وقم میں موجود مراجع عظام، مجتہدین کرام سے شیعہ عوام کو بدظن اور منحرف کر دے کیونکہ جب بزعم خود ان کی علمی مرکزیت ختم ہو جائے گی تو تشیع خود بخود صفحہ ہستی سے مٹ جائیگا۔ اسلام دشمن قوتوں کا ارادہ ہے کہ مسلمانوں کی زندگی کو دہکتا

کوئلہ بنا دیا جائے جو آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہو کر راکھ بن کر خود بخود ختم ہو جائے۔ یہاں ہم سی آئی اے کے مضرت رساں اور تباہ کن منصوبے کے صرف وہی حصے نقل کریں گے جو صرف شیعہ مکتبِ فکر کی بربادی کے لیے تجویز کیے گئے ہیں۔

امریکہ میں چھپنے والی کتاب A Plan to Divide and Destroy the Theology میں سی آئی اے کے سابق چیف باب وڈ ورڈز (Bob Wood Words) کے دست راست اور سی آئی اے کے شیعہ سیکشن کے اہم رکن ڈاکٹر مائیکل برانٹ کا ایک تفصیلی انٹرویو شائع ہوا ہے، جس میں اس نے چشم کشا انکشافات کیے ہیں اور شیعیت کے خلاف مختص ہونے والے نو سو ملین ڈالر میں سی آئی اے کے اہلکاروں پر خرد برد کا الزام لگاتے ہوئے کہا ہے کہ سی آئی اے نے کولمبیا اور افغان ڈرگ ٹریفکرز سے بھی اس مد میں بھاری رقم اینٹھی ہے۔ ڈاکٹر مائیکل برانٹ نے بہت سارے خفیہ معاملات سے پردہ اٹھایا۔ ہم اس طویل انٹرویو کے کچھ حصہ کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں تا کہ شیعہ عوام اپنے خلاف ہونے والی سازشوں سے آگاہ ہو سکیں۔

ڈاکٹر برانٹ کہتا ہے کہ گزشتہ کئی صدیوں سے عالم اسلام مغربی حکومتوں کے زیر اثر رہا ہے ہر چند گزشتہ صدی میں اکثر ممالک نے آزادی حاصل کر لی لیکن ان کی آزادی، استقلال، سیاست، تعلیم اور کلچر پر مغرب کی گرفت مضبوط تھی۔ خصوصاً ان ممالک کا سیاسی اور اقتصادی نظام ہمارے کنٹرول میں تھا۔ آزادی کے بعد ان ممالک نے اپنی تعلیم، تہذیب و ثقافت پر قابل ذکر توجہ نہ دی اور مغربی نظام کو اپنے معاشروں میں جاری رکھا۔ 1979ء میں ایران کے اسلامی انقلاب نے ہماری طویل حکمتِ عملی کو بڑا دھچکا لگایا۔ ابتداء میں ہمارے لوگوں کا خیال تھا کہ یہ شاہ ایران کی ناقص پالیسیوں، تشدد اور بے انتہا جبر و گھٹن کی وجہ سے عوامی ردعمل ہے جس سے مذہبی عناصر بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ شاہ ایران کے ہٹنے

کے بعد ہم اپنے منظورِ نظر لوگوں کو لے آئیں گے جو ہماری پالیسیوں کو جاری رکھیں گے۔ ابتدائی دو تین سالوں میں امریکہ کو اٹھائی جانے والی ہزیموں (امریکی سفارتی عملے کو یرغمال بنانے اور صحرائے طبس میں جہازوں کی تباہی) کے بعد اور دنیائے اسلام میں بڑھتی ہوئی اسلامی بیداری، مغرب کے خلاف نفرت اور خصوصاً مختلف ممالک جیسے لبنان، عراق، کویت، بحرین یا پاکستان میں شیعوں کے بڑھتے ہوئے انقلابی اثرات اور جوش و خروش کو دیکھتے ہوئے بالآخر سی آئی اے کی ہائی اتھارٹی کا 1983ء میں اہم اجلاس ہوا جس میں لندن سے مشہور زمانہ برطانوی سیکریٹ سروس ایم آئی سکس کا نمائندہ بھی شامل ہوا (برطانیہ کو ان ممالک میں کام کرنے کا وسیع تجربہ حاصل ہے) اس اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ ایران کا انقلاب محض شاہِ ایران کی پالیسیوں کی جذباتی ردِعمل نہیں بلکہ اس کے پیچھے اور بھی حقائق اور عوامل کارفرما ہیں جس میں سب سے مضبوط عامل شیعہ اسلام میں مذہبی سپریم اتھارٹی کے لیے سیاسی قیادت کا حصول اور 1400 سال قبل پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے حسین علیہ السلام کی شہادت ہے جس کی عزاداری شیعہ صدیوں سے بڑے گہرے رنج و غم کے جذبات کے ساتھ مناتے ہیں۔ یہی دو فیکٹر ایسے ہیں جن کی وجہ سے شیعہ دیگر مسلمانوں کی نسبت زیادہ متحرک اور فعال نظر آتے ہیں۔ اس میٹنگ میں طے ہوا کہ شیعہ اسلام کو سمجھنے اور اس پروجیکٹ کی منصوبہ بندی اور عملدرآمد کیلئے اسے ایک علیٰحدہ مستقل شعبہ بنایا جائے چنانچہ اسکا ابتدائی بجٹ چار کروڑ امریکی ڈالر مختص کیا گیا۔ ڈاکٹر مائیکل برانٹ کے مطابق منصوبہ بندی کے تحت اس پروجیکٹ کو مکمل کرنے کیلئے تین مراحل رکھے گئے۔

1. پہلا مرحلہ:۔ معلومات کا حصول (Data Collection) مکمل سروے اور اعداد و شمار اکٹھا کرنا۔

2. دوسرا مرحلہ: فوری مقاصد (Short Term Targets)

شیعوں کے خلاف غلط فہمیاں پیدا کرنا اور بڑے پیمانے پر شیعہ سنی فساد کر کے انہیں سنی اکثریت سے الجھا دینا تاکہ امریکہ کی طرف سے ان کی توجہ ہٹ جائے۔

3. تیسرا مرحلہ: طویل مقاصد (Long Term Targets) طویل المدت منصوبوں پر عملدرآمد کرتے ہوئے شیعیت کا مکمل خاتمہ۔

پہلے مرحلہ کے تحت دنیا بھر میں ریسرچ اسکالر بھیجے گئے جن میں سے چھ اسکالر صرف پاکستان بھیجے گئے (جن کے نام آرٹیکل میں تحریر ہیں ان میں ڈاکٹر شوم ویل کا بھی نام ہے کہ جس نے کراچی کی عزاداری پر ریسرچ کرتے ہوئے پی ایچ ڈی مکمل کی اور کراچی کی ایک شیعہ آبادی رضویہ سوسائٹی میں Paying Guest کے طور پر مقیم رہا اور ایک جاپانی نژاد عیسائی عورت نکومہ ہے جس نے بلوچستان کوئٹہ میں ہزارہ قوم اور شیعیت پر پی ایچ ڈی مکمل کی) ابتدائی سروے میں درج ذیل سوالات پوچھے گئے تھے۔

1. دنیا کے کس کس علاقے میں کتنے شیعہ موجود ہیں؟ ان کے حالات، سماجی، معاشرتی رویئے، ان کے عقائد اور اختلافات کیا کیا ہیں؟
2. شیعوں کے داخلی تضادات کو کیسے ابھارا جائے؟
3. شیعہ سنی اختلافات کو کیسے بڑھایا جائے؟

تمام ممالک میں ابتدائی سروے اور شیعوں کے متعلق معلومات جمع ہونے کے بعد ڈاکٹر مائیکل برانٹ کہتا ہے کہ درج ذیل مشترکہ نکات سامنے آئے۔

شیعہ مراجعین اس مذہب کی اصل قوت ہیں جو ہر دور میں مذہب کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کے اصولوں پر سختی سے کاربند رہتے ہیں انہوں نے شیعیت کی طویل تاریخ میں کبھی کسی غیر اسلامی حاکمِ وقت کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔ اپنے دور کے مرجعِ وقت آیت اللہ شیرازیؒ کے ایک فتویٰ ہی کی وجہ سے برطانیہ ایران میں داخل نہیں ہو سکا۔

اس نے کہا کہ عراق میں شیعیت کا سب سے بڑا علمی مرکز نجف میں تھا۔ صدام نے اسے خریدنے کی بھرپور کوشش کی مگر ناکام رہا۔ مجبوراً اسے وہ علمی مرکز بند کرنا پڑا اور آج تک وہاں تالے لگے ہیں جبکہ دنیا کے دیگر مذہبی علمی مراکز ہمیشہ حکامِ وقت کے ساتھ رہے جبکہ ایران کے علمی مرکز قم نے ظالم بادشاہ کا تختہ الٹا دیا اور عالمی قوت امریکہ سے پنجہ آزمائی میں مشغول ہے۔ لبنان میں آیت اللہ موسیٰ صدرؒ کی تحریک نے لبنان سے امریکہ، برطانیہ، فرانس اور اسرائیل کی فوج کو فرار ہونے پر مجبور کر دیا۔ اسرائیل کے قیام کے بعد اس کے لیے اب تک کی سب سے بڑی مزاحمت حزب اللہ کی صورت میں پیدا کر دی۔ ان باتوں سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ شیعیت سے براہِ راست ٹکرانے میں نقصان زیادہ ہے اور کامیابی کا امکان بہت کم ہے لہٰذا در پردہ کام کیا جائے۔ چنانچہ پرانے برطانوی قول "تقسیم کرو اور حکومت کرو" کی بجائے ہم نے دوسرا اصول اپنایا کہ "تقسیم کرو اور مٹا دو۔" یعنی وجود ہی ختم کرو (یہاں اس نے طویل منصوبہ بندی کا ذکر کیا ہے ہم چیدہ چیدہ نکات کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں)۔

❀ شیعیت کے خلاف ان افراد کو مربوط اور منظم کیا جائے جو شیعوں سے شدید نظریاتی اختلافات رکھتے ہیں۔ ایسے افراد کو مربوط اور منظم کر کے شیعوں کے غیر مسلم ہونے کا شوشہ اٹھایا جائے اور انہیں منفی پروپیگنڈے کے زور پر معاشرے سے الگ تھلگ کر دیا جائے، ان کے خلاف نفرت انگیز مواد تحریر کرایا جائے۔ کم پڑھے لکھے یا بالکل ناخواندہ افراد کو مجتمع کر کے ان کی قوت کو پروان چڑھایا جائے جب انکی تعداد قابل قدر ہو جائے تو شیعوں کے خلاف مسلح جہاد شروع کرایا جائے۔

❀ دوسری طرف شیعہ مراجعین کے خلاف ایک بھرپور محاذ کھولا جائے جو خود شیعوں کے درمیان Fifth Column کے طرز پر ہو اور شیعیت کا چہرہ مسخ کیا جائے تا کہ یہ عوام میں غیر مقبول ہوں اور خود عام عوام کی نفرت کا شکار ہو جائیں۔

❁ اس سلسلہ میں ڈاکٹر مائیکل برانٹ لکھتا ہے کہ شیعیت میں جو عزاداری کی رسوم ہوتی ہیں جن میں وہ کربلا کے واقعہ کی یاد میں جمع ہوتے ہیں اور ایک آدمی تقریر کرتا ہے اور کربلا کے واقعہ کو بیان کرتا ہے، مجمع اسے سنتا ہے اور بعد میں نوجوان طبقہ سینہ کوبی و ماتم کرتا ہے۔ یہ مجلس پڑھنے والا آدمی اور یہ مجمع ہمارے لیے بہت اہم ہیں کیونکہ اسی مجلس اور عزاداری سے شیعوں میں جوش وخروش کی خاطر باطل سے لڑنے کی عظیم تمنا پیدا ہوتی ہے لہٰذا ہم نے کروڑوں ڈالر اپنے بجٹ میں مختص کیئے، تقریر کرنے والے اور مجمع کو ہائی جیک کرنے کیلیئے اور یہ کام اسطرح ہونا ہے۔

پہلے مرحلہ میں ایسے شیعہ افراد کا کھوج لگایا جائے جو مفاد پرست ہوں، جن کے عقائد کمزور ہوں اور جو اثر و رسوخ اور شہرت رکھنے والے ہوں پھر ان کے ذریعہ عزاداری میں اثر ورسوخ حاصل کیا جائے اور ان افراد سے مندرجہ ذیل کام لئے جائیں:

❶ ایسے ذاکروں کو وجود میں لانا اور جو موجود ہیں ان کی سرپرستی کرنا جو شیعہ عقائد کی معرفت نہیں رکھتے۔

❷ ایسے شیعہ افراد تلاش کرنا اور ان کی مالی مدد کرنا جو تحریر کے ذریعہ شیعہ عقائد اور مراکز پر ضرب لگائیں اور شیعہ بنیادوں کو منہدم کرتے ہوئے اسے مراجعین کی افتراء (جھوٹ) قرار دیں۔

❸ عزاداری میں ایسی رسومات کا اضافہ کرنا اور موجود رسموں کو تحفظ دینا جو خود شیعہ عقائد کے خلاف ہوں۔

❹ عام معاشرہ میں عزاداری کا ایسا چہرہ پیش کرنا جس میں شیعیت کے علمی پس منظر اور خدمات کی بجائے ایسا محسوس ہو کہ شیعیت جاہل اور توہم پرستوں کا ایک ٹولہ ہے جو محرم کے مہینے میں عام انسانوں کے لیے مشکلات پیدا کر دیتا ہے اور ایسے پروگراموں

کی تشہیر پر کثیر رقوم خرچ کی جائیں اور ذاکرین کی خوب خوب حوصلہ افزائی کی جائے اس طرح شیعیت جو ایک منطقی قوت رکھنے والا مذہب ہے محض منتوں مرادوں والا مذہب بن جائے اور اندر سے کھوکھلا ہو جائے اور اس طرح عام عوام میں نفرت اور خود شیعوں میں انتشار، افتراق اور فساد پھیلے اور بالآخر ان پر مسلح جہادی قوتوں سے ایک فیصلہ کن وار کرا کرانہیں ختم کر دیا جائے۔

- خوب تحقیق کر کے مرجعیت کے خلاف مواد اکٹھا کیا جائے اور پھر مفاد پرست گم نام مصنفین کو یہ مواد فراہم کر دیا جائے اور اس کی طباعت اور اشاعت پر بھرپور رقم خرچ کی جائے اور ذاکرین اور عام شیعوں تک زیر زمین یہ مواد پھیلایا جائے۔ اس طرح منصوبے کے آخری مرحلہ میں مرجعیت کے خلاف خود شیعوں کی آواز بلند کروا کے 2010ء تک مرجعیت یا دوسرے لفظوں میں شیعیت کی مرکزیت کا خاتمہ کر دیا جائے اور باقیماندہ شیعوں کو تتر بتر کر دیا جائے یوں مرجعیت جو آج تک حکمرانوں کے آگے سینہ سپر رہی ہے اس کو خود شیعوں ہی کے ہاتھوں ختم کرا دیا جائے۔ آخر میں مائیکل برانٹ کہتا ہے کہ ان میں سے کچھ منصوبوں پر عمل ہو چکا ہے اور کچھ ہو رہا ہے اور باقی پر آئندہ عمل درآمد ہوگا۔

اے موالیان حیدر کرارؑ! وہ کون بدنصیب لوگ ہیں جو استعماری طاقتوں کے ایماء پر صدیوں پڑھی جانے والی نماز پنجگانہ کو متنازع بنا کر مذہب اہل بیت علیہم السلام کو مشکوک بنانے کی جدو جہد نامشکور کر رہے ہیں۔ شیعیت کو کمزور کرنے کے لیے ہمارے علمی مراکز نجف وقم کی مرجعیت کے خلاف بڑے وسیع پیمانے پر مصروف عمل ہیں۔

آیئے ہم سب مل کر ان کے مذموم عزائم کو خاک میں ملا دیں تاکہ ہماری بعد والی نسل کتب تشیع میں شکوک وشبہات کا شکار نہ ہونے پائے۔ ان حالات کو دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔

تمہید سدید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلٰوۃ و السلام علی سیدنا و سید المرسلین و علی آلہ الطاہرین الائمۃ الراشدین و الاوصیاء المرشدین و علی نوابھم حملۃ الدین و الفقہاء المجتھدین و المبلغین العاملین و المؤلفین الصالحین۔

دین اسلام ایک جامع، عالمگیر، ابدی اور مکمل ضابطۂ حیات ہے جو چند اصول و فروع کے مجموعے کا نام ہے جس کے بنانے کا حق صرف خداوند متعال کو ہے۔ اس نے کسی نبی و وصی اور امام کو بھی دین سازی کا اختیار نہیں دیا ہے۔ اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ دین بنانا خدا کا کام، اس کے بنائے ہوئے دین کو اس کے بندوں تک پہنچانا نبی اور رسول کا کام ہے اسے پھیلانا اور مشکل وقت آنے پر اپنا سب کچھ قربان کر کے اسے زندہ جاوید بنانا وصی و امام کا کام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ﴾ (سورۂ تحریم، آیت ۱)

اے نبی! جو چیز اللہ نے آپ کے لئے حلال کر دی اسے آپ حرام کیوں ٹھہراتے ہیں۔

اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ o لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ o ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ﴾ (سورۃ الحاقۃ، آیت ۴۴ تا ۴۶)

"اگر میرا رسول اپنی طرف سے بعض باتیں گھڑ کر میری طرف منسوب کرتا تو
ہم اس کے دائیں بازو سے پکڑ کر اس کی شہ رگ حیات کاٹ دیتے۔"[۱]

یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ آپؐ دین میں اپنی مرضی اور خواہشات سے کچھ احکام کی آمیزش کرتے، انہوں نے تو اللہ تعالیٰ کا دین بلا کم و کاست بڑی خوش اسلوبی سے ہم تک پہنچا دیا۔ البتہ یہاں ان لوگوں کو ڈرانا مقصود ہے جو اپنی خواہشات کے مطابق دین میں کمی و بیشی کرنے کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اربابِ دانش و بینش کے لیے لمحۂ فکریہ ہے کہ جس بات کا اختیار خدا نے اپنے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیا، کسی امام کو نہیں دیا کیونکہ نبی شریعت کا مبلغ اور امام محافظ ہوتا ہے شریعت ساز نہیں ہوتا۔ تو وہ اختیار کسی اور کو کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام الانبیاء سید الکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جن لوگوں نے کسی طرح بھی مداخلت فی الدین کی ہے اور اس میں کسی قسم کی ترمیم و تنسیخ کی یا اس میں کسی طرح بھی کوئی کمی یا بیشی کی ہے تو ہم اہل بیت اطہار علیہم السلام کے پیروکار ایسے لوگوں سے اپنی

---

[۱] ساتویں صدی کے علامہ سید ابن طاؤسؒ صاحب مقتل لہوف جو انتہائی متقی و پرہیزگار اور اپنے دور کے بہت بڑے فقیہہ تھے انہوں نے جب سے سورۃ الحاقۃ کی اس آیتِ مجیدہ کو پڑھا اس وقت سے لے کر اپنی زندگی کے آخری لمحات تک عام فتویٰ دینا ترک کر دیا تھا۔ اس سلسلہ میں ان کا تفصیلی بیان خود ان کی کتاب "کشف المحجة لثمرة المهجة" صفحہ ۱۰۹، فصل ۱۲۵، طبع نجف میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔
اس حد درجہ عبرت خیز واقعہ سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے جو نائبین امام، مجتہدین اور مومنین کرام کو حرامی، منکر ولایت علیؑ اور مقصر کہنے کی گستاخانہ جسارت کر رہے ہیں استغفر اللّٰہ ربی من هذه الهفوات اور فتوے داغ رہے ہیں جو نہ خود مجتہد ہیں اور نہ ہی عالم، لیکن یہاں اتنی بات ضرور کہوں گا کہ

حلقے نہیں یہ زلف کے، حلقے ہیں جال کے
ہاں اے نگاہِ شوق! ذرا دیکھ بھال کے

لاتعلقی کا برملا اظہار کیا کرتے ہیں۔ مگر انتہائی قلبی دکھ درد کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج جبکہ ہم پندرھویں صدی سے گزر رہے ہیں اور وارثِ شریعت حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف پردۂ غیبت میں روپوش ہیں اور علماءِ کرام کی اکثریت اپنی منصبی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہو رہی اس لیے ہر شخص شترِ بے مہار بنا ہوا ہے۔ محض تحکم و سینہ زوری سے دین کو اپنی خواہشات اور اپنی ذاتی آراء و قیاسیات کی آماجگاہ بنا رکھا ہے اپنی مرضی کے مطابق آئے دن نئے نئے نظریات و عقائد گھڑے جا رہے ہیں اور اپنی منشا کے مطابق مسائل اور احکام وضع کیے جا رہے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ فرماتا ہے: ﴿وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ﴾ (سورۂ انعام، آیت ۱۱۹) "اور بہت سے لوگ ایسے ہیں جو علم کے بغیر محض اپنی خواہشات کی بناء پر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں آپ کا رب حد سے تجاوز کرنے والوں کو یقیناً خوب جانتا ہے۔" اور جن افعال و اعمال کے انجام دینے کی نہ خدا نے اجازت دی اور نہ ہی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کسی امامِ برحق نے انجام دیا ہے وہ کام اسلام میں داخل کیے جا رہے ہیں چنانچہ نمازِ پنجگانہ کے تشہد میں شہادت ثالثہ کا داخل کرنا بھی اسی کی ایک کڑی ہے جسے کچھ عرصہ سے رفتہ رفتہ نماز میں داخل کیا گیا۔

ستم بالائے ستم

یہ کہ اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے اور جرأت یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ بعض بدطینت بڑی دریدہ دہنی کے ساتھ یہاں تک کہنے لگے ہیں کہ جو تشہد میں یہ شہادت پڑھتا ہے وہ تو حلالی ہے اور جو نہیں پڑھتا وہ حرامی ہے نعوذ باللّٰہ اور اس قدر برافروختہ ہوئے کہ آتشِ غضب میں ان کی عقل سوختہ ہو کر رہ گئی اسی سوختہ عقل سے ہی انہوں نے اتنی بڑی گستاخی کر دی۔ یہ ان کا تجاہل عارفانہ یا مذہب شیعہ کے اصول و فروع سے

جہالت اور بے خبری کا بیّن ثبوت ہے۔ آگے بڑھنے سے پہلے یہاں ذرا اس بات پر بھی غور فرمائیے کہ ایسے بے لگام لوگوں نے کبھی یہ سوچا ہے کہ اس کی زد میں کون کون آتا ہے؟ آیا خود ان کے اپنے آباء و اجداد اور چودہ سو سال کے علماءِ اعلام اور تمام مؤمنین کرام کے علاوہ سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام بھی اس کی زد میں نہیں آتے؟ جو کہ صریح کفر وارتداد کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ

اور جن چیزوں پر تمہاری زبانیں جھوٹے احکام لگاتی ہیں ان کے بارے میں نہ کہو یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔" (سورۂ نحل، آیت ۱۱۶)

کیونکہ یا تو ثابت کیا جائے کہ یہ ذواتِ مقدسہ اور ان کے نائبین یہ فقرہ تشہد میں پڑھتے تھے اصولی قاعدہ ہے کہ **لادلیل علی النافی فی احکام الشرع وانما الدلیل علی المثبت** " شرعی احکام میں منع کرنے والے کے ذمہ دلیل نہیں (بلکہ) دلیل قائم کرنا تو ثابت کرنے والے کے ذمہ ہے" لیکن اس سلسلے میں وہ ایک بھی صریح اور صحیح حدیث پیش نہیں کر سکتے اس سے قطعاً عاجز اور سراسر قاصر اور یقیناً بے بس ہیں۔ بلاشبہ یہ بات ثابت نہیں ہے ورنہ وہ ذواتِ مقدسہ اور ان کے نائبین بھی ان ملحدانہ کلمات کی لپیٹ میں آجائیں گے۔ **مالکم کیف تحکمون؟** آج ہر باشعور انسان ورطۂ حیرت میں ہے اور یہ سوچنے پر مجبور نظر آتا ہے کہ اس پندرہویں صدی میں نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ کے پڑھنے اور شیعہ کے جلیل القدر فقہاء و علماءِ اعلام کے خلاف غیر مہذبانہ طرزِ تکلم کا اتنا زیادہ تکرار اور اصرار سے پروپیگنڈا آخر کیوں کیا جا رہا ہے؟ تو فوراً یہ حقیقت نمایاں طور پر سامنے آتی ہے کہ دراصل اس کے پس منظر وہی سامراجی مقاصد کارفرما ہیں جن کا ذکر ہم نے ابتدائی صفحات میں کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ مسئلہ فروعاتِ دین

سے تعلق رکھتا ہے جو مرجع تقلید سے مربوط ہے اس میں مقلد کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اپنی ذاتی رائے کو فروعی احکام میں داخل کرے بلکہ مقلد کو اپنے جامع الشرائط مجتہد کے فتویٰ پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں تقریر کے علاوہ تحریر کا سلسلہ بھی جاری ہے اور کندہ ناتراش رطب و یابس جمع کر کے اور تفسیر بالرائے کر کے اور ان آیات و روایات کہ جن کا اس مسئلہ سے دور کا بھی تعلق نہیں بلکہ چند وضعی و جعلی روایتوں کا سہارا لے کر شیعیان حیدر کرارؑ کے مابین افتراق و تشتت کے لیے مصروفِ عمل ہیں اور مزید برآں رسالے و پمفلٹ لکھے جا رہے ہیں اور دوسری طرف سادہ لوح عوام کو تعلیماتِ آلِ محمدؐ سے برگشتہ کرنے کے جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں ہم واضح طور پر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ چند لوگ عوام کی سادہ لوحی سے کھیل کر ملتِ جعفریہ کو ایک مہلک مرض میں مبتلا کرنے کے لیے آمادہ ہیں جب ان لرزہ آفریں باتوں کا خیال آتا ہے تو دل خون ہو کر رہ جاتا ہے اور شیعہ عوام کی مظلومیت کا یہ حال ہے کہ بقول آتش مرحوم

نہ پوچھ حال میرا چوبِ خشک صحرا ہوں
لگا کے آگ مجھے کارواں روانہ ہوا

حالانکہ تمام امراضِ قلبیہ اور اسقامِ باطنیہ کا شافی علاج ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کی پیروی میں مضمر ہے جبکہ یہ ایک اٹل فیصلہ ہے کہ جس بات کا علم نہ ہو اس کے پیچھے پڑنے سے منع کر دیا گیا ہے ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾ "اور جس بات کا تمہیں علم نہیں ہے اس کے پیچھے نہ پڑو۔" (سورۂ اسراء، آیت ۳۶) یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ مذہب شیعہ کا دارومدار اللہ کے قرآن اور چہاردہ معصومین علیہم السلام کے عمل و فرمان پر ہے اور یہی شیعہ کا طرۂ امتیاز ہے۔ نماز توقیفی عبادت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس عبادت کا ایک ایک ذکر و فعل حکم شارع کا تابع اور پابند ہے اپنی صوابدید سے ایک فعل یا

ذکر کو بڑھا نہیں سکتے، چاہے وہ ذکر یا فعل کتنا ہی برحق اور صائب ہو اور جب شہادتِ ثالثہ کو نماز کے تشہد میں پڑھنے کا نہ حکم خدا و رسولؐ موجود ہے اور نہ آئمہ اہل بیت علیہم السلام میں سے کسی امامؑ کا کوئی قول و فعل موجود ہے تو پھر اب پندرھویں صدی میں جبرئیل امینؑ کوئی نئی شریعت لائے ہیں؟ اور کیا شریعتِ اسلامیہ منسوخ ہوگئی ہے؟

ولایتِ علیؑ کا غلط استعمال

چاہیے تو یہ تھا کہ اس گئے گزرے دور میں محبت و پیار کے جذبات سے ابلتے جوش مارتے سینے کے ساتھ لگا کر آپس میں اتفاق و اتحاد کی ترغیب دی جاتی لیکن بدقسمتی سے کچھ لوگ اپنی افتادِ طبع کے مطابق شہادتِ ثالثہ اور ولایتِ علیؑ کو بنیاد بنا کر اور ایک جذباتیت و حساسیت کی کیفیت پیدا کر کے مؤمنین کرام کو باہم دست و گریبان کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور چودہ سو سال سے ایک واحد اور متحد ملت کی شکل میں وجود رکھنے والی غیور قوم کو آج انتشار و افتراق کے گھٹاٹوپ اندھیروں کے راستے پر لا کھڑا کر رہے ہیں۔ ہر پتھر دل کو رلا دینے کے لیے صرف یہی بات کافی ہے کہ طے شدہ منصوبے کے تحت ان بے رحم عناصر کی عجیب شاطرانہ چال ہے کہ انھوں نے اپنے مکروہ عزائم کی تکمیل کے لیے ہمارے مولائے کائنات، امام المتقین، باب مدینۃ العلم، مخزن فصاحت و بلاغت علی ابن ابی طالبؑ کی ذات گرامی کو سامنے رکھا اور اپنے گھناؤنے منصوبوں کو پروان چڑھانے کے لیے ان کے پاک نام نامی کو استعمال کرنے کی جسارت کر کے شیعوں کے زخموں پر نمک پاشی کی۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی ایک وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ کوئی شیعہ ''امیر المؤمنینؑ'' سے والہانہ عقیدت کی وجہ سے ان کے عزائم و اہداف کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہ کر سکے اور اگر کوئی دین دار موالی اور حیدر کرارؑ کا حقیقی پیروکار ان کی اس سازش کے خلاف بات کرے تو اسے فوراً منکرِ علیؑ اور دشمن ولایتِ علیؑ ایسے دل

آزار القابات سے مطعون کرنے کی مذموم سعی کی جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نگاہیں حقیقت کے جلوے دیکھنے کے بجائے تفریق و عداوت کی چنگاریوں میں دب چکی ہیں جبکہ ہمارا معیارِ زیست صرف اور صرف مکتب اہل بیتؑ کے بالکل مطابق ہونا چاہیے اس کے خلاف ہر عمل خود ولایتِ علیؑ اور ولایت آئمہؑ کی کھلی خلاف ورزی ہے۔

یہ حق ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی ولایت و امامت کے بغیر دین کامل نہیں ہوتا۔ اگر کوئی مسلمان ولایتِ علیؑ کو تسلیم نہ کرے اور اس پر ایمان نہ لائے تو اس کا ایمان ناقص ہے لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ آپ نماز کے تشہد میں اس کی شہادت بلکہ ہر وہ چیز جس پر ایمان لانا ضروری ہے نماز میں اس کا ذکر لازم نہیں ہوتا۔ اگر یہ اصول مان لیا جائے کہ جو نماز میں ولایت علیؑ کی شہادت نہیں دیتا اس کا دین ناقص ہے تو پھر عہد رسول اکرمؐ سے آج تک تمام اہل حق، پوری ملت تشیع بشمول ائمہ اطہار علیہم السلام اور ان کے اصحاب اخیار و فقہاء ابرار کے سب پر یہی الزام لگایا جائے گا کہ ان کا ایمان ناقص ہے کیونکہ ان سب نے اپنی اپنی نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ کی ادائیگی نہیں فرمائی۔ حالانکہ ہم نے تو سارا دین اس کی تفاصیل اور نماز کے تمام احکام ان معصومین علیہم السلام سے حاصل کیے ہیں اور ان کی سیرت ہی ہمارا دین اور شریعت ہے۔ دل خون کے آنسو اس بات پر روتا ہے کہ شیعہ دشمن طاقتوں کے ناپاک منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے والے حقیقی شیعہ ٹھہرے، مجتہدین و مراجع عظام اور حقیقی موالیان حیدر کرارؑ، دشمن ولایت علیؑ بے دین اور مقصر قرار پائے ؎

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ہمیں حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ جو لوگ نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ کی

بنیاد رکھ رہے ہیں یا اس کی ترویج و تشہیر میں سرگرم عمل ہیں وہ خود کبھی نماز کے نزدیک تک نہیں گئے اور اگر کبھی کبھی ان کو نماز پڑھ لینے کا موقع مل جائے تو ان کی اکثریت خود نماز میں شہادتِ ثالثہ نہیں پڑھتی۔ یہ بات ہمارے مشاہدے میں آچکی ہے۔ یہ منافقت اور سازش نہیں تو اور کیا ہے؟

ع ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو

یہ بات اہل فکر و نظر کے لیے لمحۂ فکریہ ضرور ہے۔

اذان میں شہادتِ ثالثہ کا جواز

اس سلسلہ میں بہت سی شرعی ادلہ سے قطع نظر ہم صرف ایک پہلو ''شعار تشیع'' کو ہی موضوع سخن بنا کر اذان میں شہادتِ ثالثہ کا جواز ثابت کرتے ہیں۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ اذان اور اقامت مستحب ہیں۔ ان میں شہادتِ ثالثہ کے بلا قصد جزئیت پڑھنے کے جواز پر بلاشبہ تمام مراجع عظام اور علماءِ اعلام کا اتفاق ہے اور اسے اذان و اقامت میں پڑھنے کو شعار تشیع اور شیعہ کا طرۂ امتیاز قرار دیا ہے اور سب کا اسی پر تا ہنوز تعامل مستزاد ہے۔ اتنے اہم ترین تعامل سے تغافل نہیں برتنا چاہیے البتہ باعتقاد بلاقصد جزئیت کہنے کے عدم جواز پر دلیل درکار ہے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ اذان و اقامت میں ''علی ولی اللہ'' پڑھنا شیعہ کا شعار اور نفاق و ایمان کے درمیان حد فاصل کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں تمام فقہاء کرام کی تصریحات کا استقصاء اور ان سب کو احاطۂ تحریر میں لانا تو نہایت دشوار ہے لیکن صرف چند ایک کی فرمائشات یہ ہیں:

علمی دنیا میں فقہ و ادب کے بحرِ ذخار آیت اللہ فی العالمین سید مرتضیٰ علم الہدیٰؒ متوفی ۴۳۶ھ جو کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں جن کو قدرت نے مبداء فیاضی سے علوم نقلیہ و عقلیہ پر یکساں دسترس اور وسعت نظر ودیعت فرمائی ہے۔ اذان میں یہ کلمات

کہنے کے متعلق ان سے دریافت کیا گیا تو آپؒ نے فرمایا۔ ﴿علی ان ذلک من قوله خارج من لفظ الاذان جاز﴾ اذان میں ان کلمات (شہادت ثالثہ) کو اس بنا پر کہا جائے کہ یہ جزء اذان نہیں ہیں تو کہنا جائز ہے۔ (رسائل المرتضیؒ، جلد اول، صفحہ ۲۷۹، مسئلہ نمبر ۱۷، طبع دار القرآن قم)

فقیہ متبحر قاضی ابن براج طرابلسیؒ جو سید مرتضیٰ علم الہدیٰؒ و شیخ طوسیؒ کے خصوصی تلامذہ میں نہایت نمایاں مقام رکھتے ہیں انہوں نے ''المهذب فی الفقه'' جو حال ہی میں حضرت آیت اللہ شیخ جعفر سبحانی مدظلہ کی تحقیق و تعلیقہ کے ساتھ حوزہ علمیہ کے اساتذہ کی سرپرستی میں قم مقدس سے شائع ہوئی ہے اس کی جلد اول صفحہ ۹۰ باب الاذان و الاقامۃ میں شہادت ثالثہ در اذان کے استحباب کا فتویٰ دیا ہے اسی طرح جواہر الفقہ لابن البراج صفحہ ۲۵۷ مسئلہ نمبر ۱۵ طبع قم کو بھی دیکھا جا سکتا ہے اسی تسلسل کے ساتھ تمام فقہاء نے اس کی بجا آوری کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ مرجع الامت سماحۃ آیت اللہ العظمیٰ السید ابو القاسم الموسوی الخوئیؒ (متوفی ۱۴۱۳ھ) شہادتِ ثالثہ کو اذان و اقامت میں پڑھنے سے متعلق بحث میں فرماتے ہیں: ﴿لا ریب فی ان الشهادة لعلیؑ بالولایة وان لم تکن جزء من الاذان و الاقامة الا انها مستحبة بلا اشکال..... وقد جرت سیرة العلماء علی الشهادة بالولایة منذ عهد بعید من دون نکیر من احدهم حتی اصبح ذلک شعاراً للشیعة و ممیزاً لهم من غیرهم﴾ ''بلاشبہ شہادت ولایت علیؑ اگرچہ جزء اذان و اقامت نہیں مگر بلا اشکال مستحب ہے اور کافی لمبے عرصے سے علماءِ شیعہ کا یہی طریقہ چلا آ رہا ہے اور کسی عالم نے (اذان و اقامت میں ولایتِ علیؑ کا) انکار نہیں کیا حتیٰ کہ آج یہ شہادت (ثالثہ اور اذان) شیعہ کا امتیازی نشان بن چکا ہے جس سے شیعہ دوسرے (اسلامی) فرقوں سے ممتاز ہوتے ہیں۔''

آقائے خوئی قدس سرہ کی مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ اذان و اقامت میں شہادت ثالثہ کی بجاآوری پر ہر دور میں شیعہ مجتہدین وعلماء کا اتفاق واجماع رہا ہے۔

آنجناب اسی موضوع پر مزید گفتگو کرتے ہوئے اپنے درس خارج کی تقریرات پر مشتمل استدلالی واجتہادی کتاب "مستند العروۃ الوثقیٰ" جلد۲، صفحہ ۲۸۸، طبع جدید ایران میں (جو تقریباً چالیس مجلدات سے متجاوز ہے) فرماتے ہیں: ﴿وقد اصبحت فی هذه الاعصار من اجلی انحاء الشعار و ابرز رموز التشیع و شعائر مذهب الفرقة الناجية فهي اذن امر مرغوب فيه شرعاً و راجح قطعاً فی الاذان وغيره﴾ "ان زمانوں میں تو یہ مذہب شیعہ کا روشن ترین شعار اور مذہب تشیع کا واضح رمز اور فرقۂ ناجیہ کی شناخت بن چکی ہے لہٰذا شرعاً اذان میں ولایت علیؑ کی گواہی ایک مرغوب وپسندیدہ امر ہے اور اذان واقامت میں قطعی طور پر مستحسن اور راجح ہے۔"

مرجع شیعیان جہاں آیت اللہ العظمیٰ سید محسن الحکیم طباطبائی اعلیٰ اللہ مقامہٗ (متوفی ۱۳۹۰ھ) نے بھی ایسا ہی افادہ فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ "العروۃ الوثقیٰ" کی معتبر اور مشہور شرح "مستمسک" میں ﴿واما الشهادة لعلیؑ بالولاية و امرة المؤمنين فليست جزاً منهما﴾ کی تشریح میں فرماتے ہیں: ﴿بل ذالک فی هذه الاعصار معدود من شعائر الايمان و رمز الی التشيع فيكون من هذه الجهة راجحاً شرعاً بل قد يكون واجباً لكن لا بعنوان الجزئية من الأذان﴾ "بلکہ اس دور میں اذان کے اندر شہادت ولایت علیؑ علامات ایمان میں سے ہے اور مذہب شیعہ کی پہچان ہے اس اعتبار سے یہ شہادت شرعاً راجح ہوگی بلکہ ایک لحاظ سے واجب ہو جائے گی لیکن بعنوان جزئیت نہیں۔" (المستمسک شرح العروۃ الوثقیٰ، جلد۵،

صفحہ ۵۴۵، طبع نجف اشرف)

اسی طرح آیت اللہ العظمیٰ سید شہاب الدین مرعشی نجفیؒ (متوفی ۱۴۱۲ھ) نے بھی اذان میں "علی ولی اللہ" کہنے کو شیعہ کا شعار قرار دیا ہے جیسا کہ ایک استفسار کے جواب میں فرماتے ہیں: ﴿الشهادة الثالثة فی الاذان من شعائر الشيعة﴾ "اذان میں علی ولی اللہ پڑھنا شیعہ کے شعائر میں سے ہے۔"

استاد الفقہاء آیۃ اللہ میرزا محمد باقر الزنجانی النجفیؒ شہادت ثالثہ در اذان کے سلسلہ میں رقم طراز ہیں:

﴿اخذ الامامية خلفاً عن سلف فجهروا بتلك الشهادة عقيب الشهادتين فی الاذان علی المآذن وفی المساجد و اوقات الصلوٰات حتی صار ذلک شعاراً لهم﴾ شیعہ امامیہ نے شہادت ثالثہ کو نسل در نسل اپنے اکابرین سے حاصل کیا۔ نماز کے اوقات میں مسجدوں کے اندر گلدستہ اذان پر شہادتین کے بعد اس شہادت ثالثہ کا اعلان کیا حتیٰ کہ یہ شیعہ کا شعار بن گیا ہے۔

(سر الایمان الشہادۃ الثالثۃ فی الاذان، صفحہ ۵۲، مطبعۃ الغری الحدیثۃ نجف، ۱۹۵۵ء)

آیت اللہ سید تقی طباطبائی قمی دام ظلہ اپنی کتاب مبانی منہاج الصالحین، جلد۴، صفحہ ۳۵۳، باب الاذان والاقامۃ، طبع دار السرور بیروت میں لکھتے ہیں: ﴿اضف الی ذلک کله ان ذكره فی الاذان و الاقامة رمزاً و شعاراً للشيعة ولا اشكال فی رجحان ذكره فيهما لكن لا بقصد كونه جزءاً منهما﴾

موجودہ دور کے نامور عالم آیت اللہ صادق شیرازی مدظلہ العالی نے اذان میں شہادت ثالثہ کی بجاآوری کو سیرت فقہاءِ شیعہ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ارقام فرماتے ہیں: ﴿کما نص علیه الاخبار و سيرة الفقهاء الشيعة قدس الله اسرارهم و

لکنھا لیست جزاً من الاذان و الاقامۃ﴾

جیسا کہ شہادت ثالثہ کے اذان میں کہنے پر اخبار وارد ہوئے ہیں اور شیعہ فقہاء کی سیرت بھی یہی ہے لیکن یہ اذان اور اقامت کا جزء نہیں ہے۔

(شرح تبصرۃ المتعلمین جلد۱، صفحہ ۹۰، طبع قم)

برصغیر کے مشہور مفسر و فقیہ سرکار آیۃ اللہ سید العلماء علامہ علی نقی النقویؒ قبلہ[۱] جن کی ذات گرامی شیعی دنیا میں محتاج تعارف نہیں ہے۔ اذان میں شہادت ثالثہ کہنے کے بارے میں کچھ استفسارات ان کی خدمت میں بھیجے گئے تھے جن کے آپ نے فیصلہ کن جوابات مرحمت فرمائے چنانچہ اس سلسلہ میں آنجنابؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"وہ ﴿اشھد ان علیاً ولیُّ اللہ......﴾ جزو فرد کامل اذان ہے۔ بغیر اس کے اذان ناقص ہوگی جب کہ اسے ترک کرنے کی بطور پابندی و محو شعار خواہش ہو تو اس وقت اس میں اس کے استحباب کا زندہ رکھنا حفظِ شریعت اور حفاظت شعار کے تحت واجب و لازم ہے اور اس کے ترک کا پابند ہونا جائز نہیں ہے۔"

(تحقیق اذان، صفحہ ۵۱، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۳۵۵ھ)

عصر حاضر کے احقاقی گروپ کے عالم آقائے مرزا حسن الحائری الاحقاقیؒ (متوفی ۱۴۲۱ھ) کا رسالہ عملیہ "احکام الشیعہ" حصہ اول مطبوعہ قدیم بیروت ہمارے

---

[۱] سید العلماء کے علمی مقام کے لیے یہی بات کافی ہے کہ آپ آیۃ اللہ العظمیٰ سید شہاب الدین مرعشی نجفیؒ کے اساتذہ و شیوخ الاجازۃ میں سے ہیں جیسا کہ آقائے نجفیؒ نے "المسلسلات فی الاجازات" جلد ۲ صفحہ ۴۴۴ تا صفحہ ۴۴۶ طبع قم میں ان کا تذکرہ اپنے شیوخ الاجازہ میں کرتے ہوئے ان الفاظ کے ساتھ ابتداء کرتے ہیں:

﴿العلامۃ الادیب آیۃ اللہ السید علی نقی بن السید ابی الحسن........﴾

پیش نظر ہے چنانچہ آپ صفحہ ۲۰۰ پر مسئلہ نمبر ۲۷۵ میں اس طرح لکھتے ہیں:

﴿الشھادۃ الثالثۃ وھی (اشھد ان علیاً امیر المؤمنین ولی اللہ) ولو انھا ظاھراً لیست من فصول الاذان و الاقامۃ و اجزائھما و لکنھا رکن الایمان و کمال الدین و رمز التشیع فلا ینبغی ترکھا بنیّۃ الزینۃ و الاستحباب﴾ "شہادت ثالثہ (اشھد ان علیاً امیر المؤمنین ولی اللہ) اگرچہ بظاہر اذان اور اقامت کی فصول و اجزاء میں سے نہیں ہے لیکن یہ ایمان کا رکن، دین کا کمال اور شیعہ کی علامت ہے لہٰذا زینت و استحباب کی نیت سے اس کو ترک نہیں کرنا چاہیئے۔

یہی وجہ ہے کہ تمام مراجع عظام نے اپنی توضیحات مسائل میں اذان و اقامت دونوں میں شہادت ثالثہ (علی ولی اللہ) پڑھنے کا بالاتفاق حکم فرمایا ہے۔ نیز اس کی مواظبت پر عملی تواتر بھی ثابت ہے۔ اس پوری کائنات میں جہاں کہیں بھی شیعہ موجود ہیں وہاں اوقاتِ نماز کے وقت تمام اذانوں میں بآواز بلند اس شہادت کا اظہار کیا جاتا ہے اگر کسی اذان میں اس شہادت کا ذکر نہ کیا جائے تو وہ اہلسنت کی اذان تصور کی جاتی ہے، لہٰذا شعار تشیع ہونے کی وجہ سے اس کو اذان میں پڑھنا لابدی امر ہے بلکہ تحفظ شعار کے تحت اس کا پڑھنا واجب ہے۔

برسبیل تذکرہ

اب جو برادرانِ اہل سنت شیعہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ وہ اپنی اذان میں "علی ولی اللہ" کیوں پڑھتے ہیں؟ ہمیں اس کا تفصیلی جواب دینا مقصود نہیں ہے کیونکہ یہ بات نہایت بسیط و طویل بحث کی متقاضی ہے۔ اس سلسلہ میں دیگر ادلہ قطعیہ سے قطع نظر الحجۃ للخصم من مسلماتہ یعنی "دلیل وہ دی جائے جو مسلمات خصم سے ہو" کے تحت ہم صرف ایک دلیل پیش کرتے ہیں وہ یہ کہ اہل سنت کی تمام عیدین اور جمعہ کے

عربی خطبات میں خلفاءِ راشدین کے اسماء کا تذکرہ کیا جاتا ہے جبکہ ان کا تذکرہ جمعۃ المبارک اور عیدین کے خطبوں میں نہ عہدِ رسالتؐ میں کیا گیا اور نہ ہی خود خلفاء راشدین کے زمانے میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کے بعض علماء نے اس معمول کے عمل کو بدعت کہا ہے۔ چنانچہ آٹھویں صدی ہجری کے بلند پایہ امام ابو اسحاق ابراہیم شاطبی بدعات کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

﴿انی لم التزم ذکر الخلفاء الراشدین منهم فی الخطبة علی الخصوص اذ لم یکن ذالک من شأن السلف فی خطبهم ولا ذکره احد من العلماء المعتبرین فی اجزاء الخطب وقد سئل اصبغ عن دعاء الخطیب للخلفاء المتقدمین فقال هو بدعة ولا ینبغی العمل به ..... و نص ایضاً عز الدین ابن عبد السلام علیٰ ان الدعا للخلفاء فی الخطبة بدعة غیر محبوبة﴾

(کتاب الاعتصام، ج ۱، صفحہ ۱۷، ۱۸، ج ۲، صفحہ ۱۱۷، الطبعۃ الاولیٰ مطبعۃ المنار مصر ۱۹۱۳ء)

میں اپنے خطبوں میں خلفاء راشدین کا پابندی سے ذکر نہیں کرتا چونکہ سلف کا اپنے خطبوں میں اس طرح کا معمول نہیں تھا اور نہ ہی معتبر علماء میں سے کسی نے اپنے خطبوں میں خلفاءِ راشدین کا ذکر کیا ہے اور امام اصبغ سے دریافت کیا گیا کہ خطبوں میں خلفاء کی تعریف کرنا کیسا ہے؟ تو انہوں نے کہا: یہ بدعت ہے اس پر عمل نہیں کرنا چاہیے اور یہی سوال عز الدین ابن عبد السلام سے ہوا تو انہوں نے یوں صراحت کر دی کہ خطبوں میں خلفاء کی تعریف کرنا بدعت اور غیر پسندیدہ فعل ہے۔

مزید برآں ماضی قریب کے نامور عالم، مترجم صحاح ستہ، علامہ وحید الزمان الحیدر آبادی لکھتے ہیں: ﴿وذکر الخلفاء فیها لم ینقل عن السلف الصالحین فترکه اولیٰ﴾ ''اور خطبہ میں خلفاء راشدین کا ذکر چونکہ سلف صالحین سے منقول نہیں

ہے اس لیے اس کا ترک کر دینا ہی اولیٰ و بہتر ہے۔''

(نزل الابرار، ج ۱، صفحہ ۵۳، طبع سعید المطابع بنارس)

اسی طرح مولانا موصوف نے اپنی ایک دوسری تصنیف ''ہدیۃ المھدی'' ج ۱، صفحہ ۱۱۰ طبع میور پریس دہلی میں بھی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور صحابہ کرامؓ سے نقل نہ ہونے کی وجہ سے اسے بدعت کہا ہے۔ اس درج بالا اعتراض کا جواب دسویں صدی ہجری کے مجدد حضرت احمد سرہندی فاروقی المعروف مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوبات میں دے دیا ہے۔ کم از کم برصغیر کا شاید ہی کوئی ایک اہل سنت ایسا ہو جو مجدد الف ثانی کے نام سے واقف نہ ہو ورنہ بہت سارے لوگ ان کے نام اور شخصیت سے آشنا ہیں بہرنوع سر دست الزاماً علی الخصم ان کی ایک عبارت ہدیہ قارئین کی جاتی ہے اس پر بھی نگاہ ڈال لیجیئے۔ چنانچہ ان کے دور میں قصبہ سامانہ (جو سرہند کے اطراف میں واقع ہے) کی جامع مسجد کے ایک بڑے خطیب نے خطبہ میں خلفاء راشدین کا ذکر چھوڑ دیا تھا جب اس بات کی اطلاع مجدد الف ثانی کو ہوئی تو آپ سخت برہم و چراغ پا ہوئے اور وہاں کے قاضی صاحبان اور عمائدین شہر کو سرزنش کی، ان کو تہدید آمیز طرز تحریر میں یوں مکتوب گرامی ارسال کیا کہ:

﴿شنیده شد که خطیب ان مقام در خطبۂ عید قربان ذکر خلفاء راشدین رضی الله تعالیٰ عنهم را ترك کرده و اسامی متبرکه ایشان را نخوانده و نیز شنیده که چوں جمعے با و تعرض نمودند بسهو و نسیان خود اعتذار ناکرده بتمرد پیش آمده و گفته که چه شد اگر اسامئ خلفاء راشدین مذکور نه شده و نیز شنیده که اکابر و اهالی آن مقام درین باب مساهله و رزیدند و بشدت و به غلظت

بر آن خطیب بے انصاف پیش نیا مدند وائے نہ یک بار کہ صد بار وائے،
ذکر خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اگرچہ از شرائط
خطبہ نیست ولیکن از شعائر اہل سنت است ترک نہ کند آں را
بعمد و تمرد مگر کسے کہ دلش مریض و باطنش خبیث است اگر
فرض کنیم کہ بتعصب و عناد ترک نہ کردہ باشد وعید من تشبہ
بقوم فھو منھم را چہ جواب خواھد گفت ؎

''معلوم ہوا ہے کہ آپ کے یہاں خطیب شہر نے عید قربان میں خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر چھوڑ دیا اور ان حضرات کے اسماءِ مبارکہ کو ذکر نہیں کیا، نیز معلوم ہوا ہے کہ جب کچھ لوگوں نے امام صاحب کو توجہ دلائی تو بجائے اس کے کہ فراموشی وغیرہ کا کوئی عذر کرتے (اس کے برعکس) نہایت سختی اور متمردانہ انداز میں جواب دیا اور کہا کہ اگر خلفاءِ راشدین کے نام نہیں لیے گئے تو کیا ہوا؟ نیز یہ بھی سنا گیا ہے کہ وہاں کے حضرات نے بھی اس معاملے میں چشم پوشی اور نرمی اختیار کی ہے، سختی کے ساتھ اس خطیب بے انصاف سے باز پرس نہیں کی افسوس صد افسوس، خلفاءِ راشدین کا ذکر اگرچہ شرائط خطبہ میں داخل نہیں مگر اہل سنت والجماعت کا شعار ہے۔ خطبہ میں خلفاءِ راشدین کا ذکر مبارک وہی شخص چھوڑ سکتا ہے جس کا دل مریض ہو اور باطن خبیث، اگر بالفرض بر بناءِ تعصب وعناد اسماءِ خلفاءِ راشدین کو ترک نہیں کیا ہو تب بھی من تشبہ بقوم فھو منھم کہ ''جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا تو وہ انہی میں سے شمار ہوگا'' کا کیا جواب ہوگا؟''

(ملاحظہ ہو: (۱) مکتوباتِ امام ربانی، ج ۱، صفحہ ۴۳، ۴۴ مکتوب نمبر ۱۵، طبع امرتسر، ۱۹۱۰ء
(۲) مکتوبات شیخ الاسلام حسین احمد مدنی جلد ۳ ص ۷۲ طبع دیوبند)

نیز عصر حاضر کے مولوی محمد یوسف لدھیانوی نے اس سلسلہ میں اپنی کتاب ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' جلد ۲ صفحہ ۴۰۹ طبع دیوبند میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ ''خطبہ میں خلفائے راشدین کا ذکرِ خیر مندوب ہے مگر چونکہ یہ اہل سنت کا شعار ہے اس لیے خلفائے راشدین کے ذکرِ خیر کو ترک کرنا نہایت نامناسب ہے''

محترم قارئین!

اس بات میں شبہ کا قطعاً کوئی پرتو نہیں ہے کہ کسی خطبہ میں خلفاءِ راشدین کا ذکر نہ صرف پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک ہی میں نہ تھا بلکہ خود عہدِ خلفاءِ راشدین سے بھی ثابت نہیں ہے اور بعد والے زمانہ صحابہؓ میں جو ستر سال کے طویل عرصے پر محیط ہے کیونکہ صحابہ کا زمانہ ۱۱۰ھ تک ہے خطبات میں ذکر خلفاء کا التزام نہیں ہوتا تھا مگر چونکہ ان کے نزدیک یہ سلسلہ قدیم سے چلا آ رہا ہے بایں وجہ اب یہ اہل سنت کا شعار بن گیا ہے بقول مجدد الف ثانی جس کا جاری رکھنا ان کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اذان میں ''علی ولی اللہ'' کے بارے میں ہم پر جو اعتراض وارد کیا گیا ہے اگرچہ اس کا شرعی دلائل سے جواب موجود ہے تاہم اس کا جواب مجدد الف ثانی کے اسی مکتوب میں واضح لفظوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کو گہرے زاویہ نگاہ سے ملاحظہ کر لینے کے بعد شیعہ کی اذان میں شہادتِ ثالثہ سے متعلق اشکال خود بخود رفع ہو جائے گا۔ اس منقولہ بالا عبارت سے ایک تو یہ امر واضح ہو گیا کہ شعار ہونے کی بنا پر ''علی ولی اللہ و خلیفتہ بلا فصل'' کے کلماتِ مبارکہ اگر اذان میں پڑھے جائیں تو کسی قسم کا اعتراض وارد نہیں ہوتا نیز انسانی فطرت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ تحفظ شعار تشیع کے پیش نظر اذان میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی ولایت اور آپ کی خلافت بلافصل کا اعلان ایک امر ناگزیر ہے۔ اب شیعوں کی اذان میں محض ''علی ولی اللہ......'' کے کلماتِ مبارکہ پر انگشت

تنقید اٹھانا کہنے والوں پر زبان طعن دراز کرنا دیانت اور انصاف کا خون نہیں تو اور کیا ہے؟

محمدؐ و آلِ محمدؐ کا بتایا ہوا تشہد

نماز اسلام کا اہم ترین رکن ہے۔ یہی وہ عبادت ہے جو سب سے پہلے امت پر فرض کی گئی۔ اہل ایمان کے لیے وہی نماز فلاح وفوز کی ضمانت ہے جو پورے التزام، مکمل خشوع اور عجز و نیاز کے ساتھ ادا کی جائے۔ نماز انسان کی ایک فطری وجبلی عبادت ہے جو اس امر کی خصوصی متقاضی ہے کہ بندۂ مؤمن خداوند متعال کا تقرب حاصل کر لینے کے ساتھ ساتھ انعام و اکرام سے فائز المرام ہو جائے اور آخرت کے شدید عذاب و عقاب سے محفوظ ہو جائے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ o اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَھُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَ مَغْفِرَۃٌ وَّ رِزْقٌ کَرِیْمٌ﴾ (سورۃ انفال، آیت ۳/۴)

"جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور ہم نے جو کچھ انہیں عطا کر رکھا ہے اس میں سے کچھ نہ کچھ (ہماری راہ میں) خرچ کرتے رہتے ہیں۔ بلاشبہ ایسے لوگ ہی حقیقی مؤمن ہیں ان کے لیے ان کے پروردگار کے ہاں بڑے مرتبے اور بخشش اور عزت و اکرام والا رزق ہے۔"

نماز دین کا ستون ہے۔ گویا پورے دین کی عمارت اسی ستون کے سہارے قائم ہے۔ اگر اس ستون کو گرا دیا جائے یا کمزور کر دیا جائے تو دین منہدم ہو جائے گا۔ نماز کی قبولیت کا مدار و انحصار اس بات پر ہے کہ اسے ابتداء سے انتہا تک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور وارثانِ علوم نبیؐ حضرات ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ادا کیا جائے در اصل وہی نماز عظیم ثمرات وفوائد کے حصول کا باعث ہے۔ اللہ

تعالیٰ نے ہمیں آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کا حکم دیا ہے، اسی بنا پر خداوند متعال نے بطور فیصلہ فرما دیا: ﴿وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وَ اتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾ (سورۂ حشر، آیت ۷) "جو کچھ رسولؐ تمہیں دیں اس کو لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو منع فرمائیں اس سے رک جاؤ اور اللہ کا خوف کرو۔ اللہ یقیناً شدید عذاب دینے والا ہے۔"

اس آیتِ مبارکہ کا مقتضیٰ ومفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بھی امر دیں اس کی اطاعت و فرمانبرداری بجا لائیں اور جس کام سے روک دیں اس کے قریب مت جائیں اس لیے کہ اطاعت رسولؐ کے بغیر شریعت پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے ان کی ہر بات اور ہر عمل بہرصورت قانون کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شرعی احکامات جو بھی صادر فرمائے ہیں وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ذریعے ہی ہمیں دیئے ہیں چنانچہ نماز سے متعلق سرکار دوجہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ﴿صلوا کما رائیتمونی اصلی﴾ "تم نماز اسی طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔"

اسلام میں نماز توقیفی عبادت ہے جس کی مخصوص شکل و صورت اور تمام حدود و شرائط خداوند عالم نے متعین کر دیئے ہیں۔ اس میں اپنی طرف سے کمی و زیادتی کرنے والا شریعتِ اسلامیہ کی نگاہ میں نمازی نہیں نماز کا چور ہے وہی نماز نوید بننے کی بجائے وعید شدید بن جاتی ہے۔

ظاہر ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا طرزِ عمل، آپؐ کے بتائے ہوئے قانون معلوم کرنے کا سرچشمہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام ہیں، اب آیئے ذرا اس تناظر میں علوم پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی وارثان اور صاحبانِ امر ائمہ اہل بیت علیہم

السلام کے ارشادات کی روشنی میں نماز کے تشہد کو دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے شیعوں کو
کس تشہد کی تعلیم دی اور اس پر مداومت و مواظبت بیان فرما کر انتہائی تاکید فرمائی پھر
وہی تشہد ان کے نائبین مراجع عظام نے ہمیں بتایا ہے تاکہ ہر قسم کی غلط فہمی اور تردد و شک
رفع ہو جائے۔ ہمیں ان کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا گیا اس لیے کہ ائمہؑ کی
اطاعت عین اطاعتِ الٰہیہ ہے۔ خدائے لم یزل فرماتا ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا
اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (سورۂ نساء: آیت ۵۹)
''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور اولی الامر کی۔''

اس آیتِ مبارکہ کی رو سے خدا اور رسولؐ اور اولی الامر کی اطاعت واجب ہے کہ
جب تشہد میں شہادتِ ثالثہ کا نہ خدا نے حکم دیا، نہ رسولؐ نے اور نہ ہی صاحبان امر نے
پڑھی اور نہ ہی پڑھنے کا حکم دیا۔ اس میں ہمیں ان کے ہر قول و فعل کی اتباع اور اطاعت کرنا
ہے ہر وہ بات ماننا ہمارے لیے از حد ضروری ہے جو قرآن و سنت اور تعامل ائمہ اطہار علیہم
السلام سے مستنبط ہو، ان ہی احکامات و عبادات کا نام شریعت ہے چنانچہ نماز کے تشہد میں
دو شہادتوں کی احادیث ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے بکثرت وارد ہوئی ہیں جن میں سے
صرف چند ایک صحیح حدیثیں بطور نمونہ سطور ذیل میں درج کی جا رہی ہیں۔

**الحسین ابن سعید عن صفوان قال حدثنا عبدالله بن بکیر عن عبدالملک
بن عمرو الاحول، عن ابی عبدالله علیه السلام قال" التشهد فی الرکعتین
الاولیین الحمد لله اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له ، و اشهد ان
محمد عبده و رسوله، اللهم صل علی محمد و آل محمد و تقبل شفاعته
فی امته و ارفع درجته۔**

''حسین بن سعید صفوان سے، کہ انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن بکیر نے ہمیں حدیث بیان

کی عبدالملک بن عمرو الاحول سے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:
کہ پہلی دو رکعتوں کے تشہد میں یہ پڑھے: **الحمد لله اشهد ان لا اله الا الله
وحده لا شریک له ، و اشهد ان محمداً عبده و رسوله، اللهم صل علی
محمد و آل محمد و تقبل شفاعته فی امته و ارفع درجته۔**
(تہذیب الاحکام، کتاب الصلاۃ، ج ۲، صفحہ ۹۸، حدیث ۱۱۲/۳۴۴ طبع ایران،
وسائل الشیعہ جلد ۲ ص ۹۸۹ کتاب الصلاۃ ابواب التشہد باب ۳ حدیث ۱ طبع بیروت)

یہ بات ذہن نشین رہے کہ اصول حدیث کے اعتبار سے یہ حدیث ''موثق'' یا ''حسن''
درجے کی ہے۔

**سعید بن عبدالله عن العباس بن معروف ، عن علی ابن مهزیار، عن حماد
بن عیسیٰ عن حریز بن عبدالله ، عن زرارة قال قلت لابی جعفر علیه
السلام ما یجزئی من القول فی التشهد فی الرکعتین الاولیین؟ قال: تقول،
اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له، قلتُ، فما یجزی من تشهد
الرکعتین الاخرتین؟ فقال: الشهادتان۔**

سعید بن عبداللہ نے عباس بن معروف سے، علی بن مہزیار نے حماد بن عیسیٰ
سے، حریز بن عبداللہ نے زرارۃ سے روایت کی ہے کہ (زرارہؓ کہتے ہیں کہ) میں نے
حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا پہلی دو رکعتوں کا تشہد (کس قدر) کافی ہے؟ تو
آپ نے ارشاد فرمایا: **اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له** پڑھے، میں
نے کہا، آخری دو رکعتوں کا تشہد (کس قدر) کافی ہے؟ آپؑ نے فرمایا، دو شہادتیں۔
(تہذیب الاحکام، جلد ۲، کتاب الصلاۃ، صفحہ ۱۰۶ حدیث ۱۴۲/۳۷۴۔ الاستبصار، جلد ۱، کتاب
الصلوۃ، صفحہ ۳۴۲، حدیث ۱/۱۲۸۴، مطبوعہ نجف)

یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

۳۔ و عنه (احمد بن محمد) عن احمد بن محمد بن ابی نصر، قال: قلت لابی الحسن علیه السلام جعلت فداک، التشهد الذی فی الثانیة یجزی ان اقوله فی الرابعة؟ قال: نعم۔

احمد بن محمد بن ابی نصر کہتے ہیں کہ میں نے ابوالحسنؑ سے کہا، میری جان آپ پر فدا ہو، اگر میں دوسری رکعت کا تشہد چوتھی رکعت میں پڑھوں تو کافی ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا، جی ہاں۔ (تہذیب الاحکام، جلد۱، کتاب الصلاۃ، صفحہ۱۰۷، حدیث نمبر۳۷۷/۱۴۵)

اصول حدیث کے قواعد کے تحت یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

حضرت ابوبصیرؓ سے مروی طویل تشہد:

جناب ابو بصیرؓ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے جو تشہدِ کبیر نقل کرتے ہیں وہ پوری سند کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

الحسین بن سعید، عن النّضر بن سُوَید، عن زُرعة، عن أبي بصیر، عن أبي عبدالله علیه السلام "قال اذا جلَستَ فی الرکعةِ الثانیة فقل: بِسم الله وَبِالله وَالحمدُ لله، وَخیرُ الأسماء لله، اَشهَدُ أن لاالهَ الّا الله وَحدَهُ لاشریکَ لَهُ، وَاشهدُ انّ مُحمّداً عَبدُهُ وَرَسُولُهُ، اَرسلَهُ بِالحقّ بَشیراً وَ نَذیراً بَینَ یَدَی السّاعةِ، أشهد أنّکَ نِعمَ الرَّبُّ، وَانّ مُحمداً نِعمَ الرَّسُولُ، اللّهُمّ صَلّ علی مُحمّد وَآلِ مُحمّدٍ وَتقبّل شفاعَتَهُ فی اُمّتِه وَ ارفَع دَرَجتَهُ" ثُمّ تحمد الله مرّتین أو ثلاثا ثمّ تقوم فاذا جلست فی الرّابعة قلت، بِسم الله وَبالله وَالحمدُ لله، وَخیرُ الأسماء لله، أشهَدُ أن لاالهَ الّا الله وَحدَهُ لاشریکَ لَهُ، وَاشهدُ انّ مُحمّداً عَبدُهُ وَرَسُولُهُ، اَرسلَهُ بِالحقّ بَشیراً وَ نَذیراً بَینَ یَدَی السّاعةِ، أشهد أنّکَ نِعمَ الرّبُّ، وَانّ مُحمّداً نِعمَ

الرَّسُولُ، التّحیاتُ لله والصّلواتُ الطّاهراتُ الطّیّباتُ الزّاکیاتُ الغادیاتُ الرّائحاتُ السّابغاتُ النّاعِماتُ لله ما طابَ وَزَکا، وَطَهُرَ وَ خَلَصَ وَصَفا فَلِلهِ [وَ اَشهَدُ أن لاالهَ الّا الله وَحدَهُ لاشریکَ لَهُ، وَاشهَدُ انّ مُحمّداً عَبدُهُ وَرَسولُهُ، اَرسلَهُ بالحقّ بَشیراً و نَذیراً بَینَ یَدَی السّاعةِ، اَشهَد انّ ربی نِعمَ الرّبُّ، وَانّ مُحمّداً نِعمَ الرّسُولُ] وَاشهد انّ السّاعةَ اٰتیَةٌ لاریبَ فیها وَانّ الله یَبعَثُ مَن فی القبور [و] الحَمدُ لِلهِ الّذی هدانا لهذا وَما کُنّا لنهتدی لولا ان هَدانا اللهُ الحمدُ لِله رَبِّ العَالَمِین اللّهُمّ صَلّ عَلی مُحمّد وَآلِ مُحمّد وبارِک علی محمد وآل محمد وسَلّم علی محمد وآل محمد وتَرَحّم علی محمد و[علی] آل محمدٍ کماصلیتَ وبارکتَ وتَرحّمتَ علی ابرهیم و[علی] آل ابرهیم انک حمیدٌ مجیدٌ، اللّهُمّ صَلّ عَلی مُحمّد وَآلِ مُحَمّد، واغفرلنا ولاخوانِنا الذین سبقونا بالایمان ولاتجعل فی قلوبنا غِلًّا لِلّذین أمنو، ربنا انّک رَؤُوفٌ رحیمٌ اللّهُمّ صَلّ عَلی مُحمّد وَآلِ مُحمّد، وامنن علیّ بالجنةِ وعافنی من النار اللّهُمّ صَلّ عَلی مُحمّد وَآلِ مُحمّد، واغفِرللمؤمنین والمؤمنات ولمن دَخل بیتی مؤمنا وللمؤمنین والمؤمنات و لاتزد الظالمین الّا تباراً. ثم قل: السلام علیک أیّهاالنبی ورحمةُ الله وبَرکاتُهُ، السلام علی أنبیاء الله ورسُلِهِ السلام علی جبرئیل و میکائیل والملائکة المقربین، السلام علی محمد بن عبدِ الله خاتم النبیین، لانبیّ بعدَهُ و السلام علینا وعلی عبادالله الصالحین" ثم تسلّم

(تہذیب الاحکام جلد۲ کتاب الصلاۃ، باب کیفیۃ الصلاۃ وترتیبها، صفحہ۱۰۵، ۱۰۶، حدیث نمبر۳۷۳/۱۴۱ طبع ایران)

یہ حدیث 'موثق' درجہ کی ہے۔

حضرت ابو بصیرؓ کی زیر بحث روایت

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ میں شہادت ثالثہ کا اضافہ ﴿اشھد ان علیاً نعم المولی﴾ کا اضافہ بعد میں کیا گیا ہے حالانکہ اصل حدیث حسب ذیل ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ کہ جناب ابو بصیرؓ نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جس وقت تم دوسری رکعت میں بیٹھو تو یہ پڑھو: ﴿بسم اللّٰہ و باللّٰہ والحمدللّٰہ و خیر الاسماء للّٰہ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہ ارسلہ بالحق بشیراً و نذیراً بین یدی الساعۃ اشھد انک نعم الرب و ان محمدا نعم الرسول اللّٰھم صل علیٰ محمد و آل محمد و تقبل شفاعتہ و ارفع درجتہ﴾ پھر دو یا تین مرتبہ اللہ تعالیٰ کی حمد کہو اور کھڑے ہو جاؤ، پھر فرمایا: جس وقت تم چوتھی رکعت پڑھ کر بیٹھو تو یہ پڑھو ﴿بسم اللّٰہ و باللّٰہ و الحمد للّٰہ و خیر الاسمآء للّٰہ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہٗ و رسولہ ارسلہ بالحق بشراً و نذیراً بین یدی الساعۃ.....الخ﴾

(تہذیب الاحکام، جلد۲، صفحہ۹۹، طبع ایران، الوافی للشیخ ملاّ فیض کاشانیؒ جلد۸ صفحہ ۷۰۰ طبع جدید اصفہان)

مندرجہ بالا اس تشہد کبیر کو جلیل القدر محدثین وفقہاء کرام اور مراجع ذی احتشام نے اپنی بلند پایہ تالیفات میں ارقام فرمایا اور اسے انتہائی معتبر و موثق اور اکمل و افضل قرار دیا ہے۔

(۱) شیخ طوسیؒ اپنی کتاب ''الخلاف'' جلد اوّل، کتاب الصلوٰۃ مسئلہ ۱۲۷، طبع نجف میں اس تشہد کبیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

اکمل التشھد ماذکرناہ فی النھایۃ وتھذیب الاحکام ...الخ

(۲) ساتویں صدی کے فقیہ اہل بیتؑ نجم الملت والدین محقق علی الاطلاق جعفر بن حسن محقق حلیؒ صاحب ''شرائع الاسلام'' نے ''المعتبر شرح المختصر'' صفحہ ۱۸۹ طبع مجمع الذخائر الاسلامیہ قم میں حضرت صادق آل محمد علیہ السلام سے یہی تشہد نقل کیا ہے، اس کے ابتدائی کلمات یوں ہیں: ﴿مسئلۃ و افضل التشھد ما رواہ ابو بصیر عن ابی عبد اللّٰہ علیہ السلام قال اذا جلست فی الثانیۃ فقل بسم اللّٰہ و باللّٰہ و الحمد للّٰہ و خیر الاسماء للّٰہ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ......الخ﴾

(۳) شیخ فقیہ ابو جعفر ابن ادریس حلیؒ متوفی ۵۹۸ھ نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''کتاب السرائر'' جلد۱، صفحہ ۲۳۱ پر اسی حدیثِ مبارکہ کو ترجیح دی ہے۔

(۴) علامہ حلیؒ متوفی ۷۲۶ھ جیسے عظیم المرتبت عالم نے ''تذکرۃ الفقہاء'' جلد۳، صفحہ ۲۳۶ میں ''مسئلہ ۲۹۶، یستحب الزیادۃ فی التشھد'' میں اس کو اصح وارجح قرار دیتے ہیں نیز اپنی دوسری کتاب ''منتھی المطلب فی تحقیق المذھب'' جلد۵ صفحہ ۱۹۲، البحث السابع فی التشھد، طبع مشہد ایران میں اسی طویل کی ابتدا میں لکھتے ہیں اکمل التشھد مارواہ الشیخ فی الموثق عن ابی بصیر عن ابی عبداللّٰہ علیہ السلام قال....الخ۔

(۵) سید الفقہاء شیخ محمد بن جمال الدین العاملی شہید اولؒ مستشہد ۷۸۶ھ نے اپنی معروف فقہی کتاب ''ذکری الشیعۃ فی احکام الشریعۃ'' جلد۳، صفحہ ۴۱۹، مطبوعہ جدید ایران، میں تشہد کے مسائل بیان کرتے ہوئے ﴿افضلہ ما رواہ ابو بصیر عن ابی عبد اللّٰہ علیہ السلام ....الخ﴾ سے آغاز کر کے اس تشہد کو افضل قرار دیا ہے۔

(۶) شیخ زین الدین الدمشقی شہید ثانیؒ مستشہد ۹۶۶ھ نے ''روض الجنان شرح ارشاد الاذھان'' ج ۲، صفحہ ۷۳۸ پر تشہد کے ضمن میں ﴿والزیادۃ فی الدعاء﴾ کے تحت اسی تشہد کو راجح ومختار قرار دیا ہے۔

(۷) عالم متبحر فاضل ہندیؒ متوفی ۱۱۳۵ھ نے اپنی استدلالی فقہی تصنیف "کشف اللثام عن قواعد الاحکام، صفحہ ۲۳۲، طبع قدیم ایران میں اسی حدیث کو مورد استنباط قرار دیا ہے۔

(۸) . بعینھا اسی طرح فقیہ محدث شیخ یوسف بحرانیؒ متوفی ۱۱۸۶ھ، الحدائق الناضرۃ، جلد ۸، صفحہ ۴۵۰ طبع دار الاضواء بیروت میں ﴿افضل التشهد ما رواه الشيخ فی الموثق عن ابی بصیر عن ابی عبد الله علیه السلام ..... الخ﴾ تحریر کر کے اسے "افضل تشہد" فرمایا ہے۔

(۹) آیۃ اللہ السید محمد جواد عاملیؒ متوفی ۱۲۲۶ھ مفتاح الکرامہ شرح قواعد العلامہ ج ۲ صفحہ ۴۶۶ پر لکھتے ہیں ﴿ان الافضل فی التشهد ما فی خبر ابی بصیرؓ...... خبر ابی بصیرؓ فی التهذیب بخط الشیخ رحمة الله......﴾

(۱۰) کربلا معلی کے عظیم الشان فقیہ محقق امام الفقہاء السید علی طباطبائیؒ متوفی ۱۲۳۱ھ نے مختصر النافع پر ضخیم استدلالی کتاب شرح الکبیر معروف بہ ریاض المسائل جلد اول باب التشہد میں مستحباب کے بیان میں اس حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

(۱۱) علامہ جلیل القدر آیۃ اللہ العظمیٰ سید محمد باقر الشفتی متوفی ۱۲۶۰ھ نے اپنی معلومات آفرین پیشکش "تحفۃ الابرار من آثار الائمۃ الاطہار" طبع چاپخانہ سید الشہداء قم ایران صفحہ نمبر ۳۴۸ پر بعنوان "در بیان امور مستحبه در مقام تشهد است" کے ذیل میں حضرت ابو بصیرؓ سے یہی طویل تشہد نقل کیا اس کے ابتدائی کلمات یوں ہیں: "در حدیث موثق ابی بصیرؓ"۔

(۱۲) استاد المجتہدین آیت اللہ العظمیٰ میرزا حبیب اللہ ملکی تبریزیؒ نے تبصرہ للعلامہ حلیؒ کی نہایت مدلل شرح تصنیف فرمائی ہے اس میں انہوں نے تشہد کے باب میں

شہادتِ ثالثہ کی طرف اشارہ تک نہیں کیا۔ حضرت ابو بصیرؓ سے مروی تشہد کے بارے میں فرماتے ہیں: ﴿و روایة ابی بصیرؓ المشتملة علی الدعاء الطویل وهو الاکمل الافضل من الکل﴾ (تذکرۃ الادلہ شرح التبصرۃ، ج ۱ صفحہ ۲۴۳ طبع تہران)

ہم اس باب میں انہیں حوالوں پر اکتفاء کرتے ہیں۔ کہیں کثرتِ حوالہ جات سے قارئین کبیدہ خاطر نہ ہوں وگرنہ ان کے علاوہ بیسوں شیعہ مشاہیر زعماء نے اسی "تہذیب الاحکام" والی صحیح حدیث تشہد کو ہی مختار فرمایا ہے۔ اب ان واضح فرمائشات سے صرف شپرۂ چشم ہی اغماض کر سکتا ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہے کہ اتنے بڑے فقہاء و مجتہدین نائبین امامؑ جنہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بروایت ابو بصیرؓ موثق و معتبر مروی طویل تشہد جس میں شہادتِ ثالثہ کا ذکر تک موجود نہیں ہے کو ترجیح دیتے ہوئے اسے افضل و اکمل قرار دیا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا کوئی باشعور انسان یہ باور کر سکتا ہے کہ یہ سب ذی استعداد بزرگ و متبرک ہستیاں جو مذہب اہل بیتؑ کے مرکز و مدار اور قطب ہیں مقصر اور منکر ولایت علیؑ تھے؟؟ نعوذ باللّٰہ من ذالک۔ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہے۔

فقہاء اہل بیتؑ نے اپنی فقہی کتب میں تشہد کے تمام مستحبات تک گنوائے ہیں اگر شہادتِ ثالثہ تشہد کے مستحبات میں شامل ہوتی تو یقیناً اس کا بھی اپنی تصنیفات میں ضرور اس کا ذکر کر دیتے لیکن کسی فقیہ نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا چنانچہ شہید اوّل شیخ محمد بن جمال الدین مکی العاملیؒ متوفی ۷۸۶ھ نے تشہد کے مستحبات کل ۱۲ ذکر کیے ہیں جو یہ ہیں: (۱) تورک اور اس میں پاؤں کی انگلیوں کو ملا کر رکھنا۔ (۲) رانوں پر ہاتھ رکھنے۔ (۳) گود میں نظر رکھنا۔ (۴) اللہ تعالیٰ کی وحدانیت دل میں لانا۔

(۵) شریک باریٔ تعالیٰ کی نفی کرنا۔ (۶) معنیٰ رسول کو دل میں لانا۔ (۷) ہر دو شہادتوں پر یقین رکھنا۔ (۸) بائیں طرف اس طرح بیٹھنا کہ دائیں پاؤں بائیں پاؤں کے اوپر ہو اور ذہن میں یہ ہو کہ اے اللہ! باطل کو مٹا اور حق کو قائم کر۔ (۹) بسم اللہ و باللہ۔۔ پڑھنا۔ (۱۰) عبدہ و رسولہ کے بعد ارسلہ بالحق۔۔ پڑھنا۔ (۱۱) درود کے بعد وتقبل شفاعۃ۔۔ کہنا۔ (۱۲) الحمد للہ رب العالمین کہنا۔ (کتاب النفلیۃ للشہید الاول، باب الصلوٰۃ)

معلوم ہوا کہ شہادتِ ثالثہ نہ تشہد کے مستحبات میں شامل ہے اور نہ ہی شریعت اس کی اجازت دیتی ہے۔ بنابریں سبھی محدثین وفقہاء نے فقہی ابواب وعنوانات کے تحت تشہد کے تمام مستحبات و دیگر اُمور بڑی وضاحت سے ذکر کیے ہیں لیکن ان میں شہادتِ ثالثہ کا سرے سے کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔

فقہ الرضا کے مطابق دورکعتی نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ نہ پڑھی جائے

فقہ الرضا نامی کتاب سے تشہد میں شہادت ثالثہ کا پرچار کرنے والے حضرات نے اس کتاب کو بنظرِ عمیق مطالعہ کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی ورنہ انہیں یہ عبادت صاف نظر آتی "فاذا تشهدت فی الثانية فقل: بسم الله وبالله والحمد لله والاسماء الحسنىٰ كلها لله اشهد أن لا اله الّا الله وحده لاشريك له واشهد أ محمد عبده ورسوله ارسله بالحق بشيراً ونذيراً بين يدى الساعة ولانزيد على ذالک

"جب دوسری رکعت کا تشہد پڑھیں تو یوں کہیں بسم اللّٰہ وباللّٰہ والحمد للہ والاسماء الحسنیٰ کلھا للہ اشھد أن لاالہ الّا اللہ وحدہ لاشریک لہ

واشھد أ محمد عبدہ ورسولہ ارسلہ بالحق بشیراً ونذیراً بین یدی الساعۃ ولانزید علی ذالک، اس سے زیادہ نہ پڑھا جائے"

(کتاب فقہ الرضا، باب الصلاۃ المفروضہ، صفحہ ۸، طبع قدیم ایران ۱۲۷۴ھ، ایضاً صفحہ ۱۰۸، طبع جدید ایران ۱۴۰۶ھ)

کتاب "فقہ الرضا" کی اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ دورکعتی نماز مثلاً صبح کی نماز اور قصر نمازیں وغیرہ یا دوسری رکعت کا تشہد میں صرف شہادتین پر مشتمل تشہد ہی پڑھیں اور اس پر مزید اضافہ نہ کیا جائے، گزشتہ صفحات میں معصومین علیہم السلام کی احادیث مبارکہ میں گزر چکا ہے کہ جو تشہد دوسری رکعت میں یا دورکعتی نماز میں پڑھا جائے وہی چوتھی رکعت میں بھی کافی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ "فقہ الرضا" کے مطابق دورکعتی نماز اور دوسری رکعت کے تشہد میں صرف شہادتین پر مشتمل تشہد ہی درست ہے اضافہ ہرگز نہیں کرنا چاہیے، پس فقہ الرضا کی رو سے بھی دورکعتی نماز اور دوسری رکعت کے تشہد میں شہادت ثالثہ کا پڑھنا جائز نہیں قرار پاتا۔

فقہ الرضا کی رو سے "انّ علیاً نعم المولی۔۔" والا تشہد صرف چار رکعتی نماز کے ساتھ خاص ہے، لہٰذا دورکعتی نماز یا دوسری رکعت کے تشہد میں شہادت ثالثہ کا پڑھنا بمطابق فقہ الرضا خلاف شریعت ہے۔ جب کہ "فقہ الرضا" نامی کتاب کا چوتھی رکعت کا تشہد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی صحیح احادیث سے متصادم ہے۔

اصولِ حدیث کا ایک اہم ضابطہ

ان معتمد علیہ کتب میں حضرت ابوبصیرؒ سے مروی اس صحیح السند اور موثق تشہد میں شہادتِ ثالثہ کا اضافہ موجود نہیں ہے۔ البتہ فقہ المجلسی نامی کتاب کی ایک غیر معتبر روایت میں شہادتِ ثالثہ کا اضافہ پایا جاتا ہے۔ یہاں ایک اہم مسئلہ کی طرف اہل علم و

دانش قارئین کی توجہ مبذول کرانا چاہوں گا وہ یہ ہے کہ اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جو
اضافہ جمہور ثقات کے خلاف ہو اصول حدیث کے تقاضوں کے پیش نظر اسے رد کر دیا
جائے چنانچہ اسلام کے بطل جلیل شہید ثانیؒ فرماتے ہیں: ﴿لا یقع المزید منافیاً لما
رواہ غیرہ من الثقات ﴾ ایسا اضافہ جو دیگر ثقات کی بیان کردہ روایت کے منافی ہو تو
اس قسم کا اضافہ واقع نہ ہو۔ (الرعایۃ فی علم الدرایہ صفحہ ۱۲۲، طبع ایران، مقیاس الھدایہ
للمحقق مامقانیؒ صفحہ ۴۲، ۴۳ طبع نجف، ہدیۃ المحدثین، صفحہ ۶۳، مطبوعہ اصفہان) یہی
بات علم درایت کے مشہور عالم علامہ جلیل القدر سید حسن الصدر عاملیؒ نے شیخ بہاء الدین
عاملیؒ کے رسالہ ''الوجیزہ فی درایۃ الحدیث'' کی شرح ''نہایۃ الدرایہ'' میں تفصیل سے
بیان کی ہے۔ مزید برآں اس فن کی شہرۂ آفاق کتاب مقدمہ ابن صلاح صفحہ ۴۳ نوع نمبر
۱۵ مطبوعہ مصر میں موجود ہے ﴿ان یقع مخالفاً منافیاً لما رواہ سائر الثقات فھذا
حکمہ الرد ﴾ جو اضافہ جمہور ثقات کی روایت کے مخالف و منافی ہو اس کا حکم رد کا ہے
اس کو قبول نہیں کیا جائے گا، اسی قانون کو معلم ثالث حکیم الٰہی فقیہ ربانی علامہ میر باقر داماد
استرآبادیؒ متوفی ۱۰۴۱ھ نے ''الرواشح السماویہ'' صفحہ ۱۶۱، طبع قدیم تہران میں راشحہ نمبر
۳۷ ''فی الاقسام الفرعیۃ للحدیث'' کے ذیل میں یوں بیان فرمایا ہے:

﴿و زیادۃ الثقۃ الواحد المتفرّد بروایتھا مقبولۃ اذا لم تکن منافیۃً
لما رواہ غیرہ من الثقات من دونھا ولا مخالفۃً لہ أصلا اتفاقاً من العلماء
قولاً واحداً و مردودۃ قولاً واحداً اذا کانت منافیۃ لمرویّ سائر الثقات
جمیعاً، منافاۃ باتّۃ صرفۃ من کلّ وجہ ﴾ ''زیادتی ثقہ، واحد جو روایت میں متفرد ہو
وہ مقبول ہے بشرطیکہ وہ روایت جو دوسرے ثقہ راویوں کے مخالف نہ ہو اور علماء اعلام میں
سے کسی ایک کا متفق علیہ قول بھی اس کے مخالف نہ ہو اگر وہ اضافہ باقی ثقات کے منافی

ہو تو ایک قول سے ہی مردود ہے اور وہ من کل وجہ خالص منافات میں شمار ہوگی۔''

اصولی حیثیت سے یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ تشہد میں شہادت
ثالثہ کے لزوم کا قول ضعیف ہے یہ اضافہ علی الاطلاق حجت نہیں ہے اسی وجہ سے تمام
مشاہیر مراجع عظام اور علماءِ اعلام نے اصول حدیث کی رو سے ناقابل اعتبار قرار دیا
ہے۔ اس قسم کی روایت کو ''معرض عنہا'' کہا جاتا ہے۔ یہ روایت بھی ان ہی غیر مستند
روایات میں سے ہے۔ ورنہ ان بنیادی فقہی کتب میں اس کا تذکرہ بھی ضرور ہوتا۔ یہ امر
بالکل ظاہر ہے کہ روایت و درایت کے تقاضے اور ان کے علل غامضہ اکابر فقہاء ہی بخوبی
سمجھتے ہیں۔ اس بات پر بھی توجہ دینا نہایت ضروری ہے کہ اس تشہد کی صحت پر تمام
مجتہدین کا اتفاق اور اسے تلقی بالقبول کا مقام حاصل ہے جس روایت میں شہادتِ ثالثہ کا
اضافہ نہیں ہے۔ خود چھٹے امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس امر کی وضاحت فرما دی ہے کہ
﴿خذوا بالمجمع علیہ فان المجمع علیہ لا ریب فیہ ﴾ (اصول کافی) ''جو
حدیث بھی مورد اتفاق ہو وہ لے لو چونکہ کسی بھی متفق علیہ چیز میں شک و شبہ نہیں رہتا۔''

انہی بزرگوار نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا کہ ''اگر تمہارے علماء کے درمیان
اختلاف ہو جائے تو جس کا قول فقہاءِ شیعہ کے اجماع کے موافق ہو اسے قبول کیا جائیگا
ویترک الشاذ الذی لیس بمشھور عند اصحاب اور قول شاذ جو فقہاء کے
نزدیک مشہور نہ ہو اس کو چھوڑ دینا چاہیئے۔''

جمہور فقہاء عظام بالاتفاق اسی تشہد پر عمل پیرا ہیں ان کے نزدیک اضافہ غیر
معتبر اور ناقابل عمل ہے اس سلسلہ میں لامحالہ جمہور کا موقف و عمل راجح ہے۔ اس سے
انحراف کرنا درست نہیں ہے لہٰذا فقہ المجلسی اور فقہ الرضا کی ضعیف اور مقطوع السند روایت
کو اچھال کر قوم میں انتشار و خلفشار پھیلا کر پیش نماز حضرات کو بالخصوص اور شیعہ عوام کو

بالعموم پریشان کرنا اور تمام مراجع عظام کے خلاف گندی وغلیظ زبان استعمال کر کے ایمان سوز طرز کلام ایک انتہائی جسارت اور سنگین جرم ہے۔

ماضی کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے بخوبی آگاہ ہیں کہ نائبین امامؑ پر ناوک فگنی کرنے، گستاخ حرکتوں کے حامل وجود غبار معصیت بن کر اڑ جاتے ہیں شاید ان کے خامۂ بے لگام نے یہ نہ سوچا کہ ہم آسمان علم وعمل کے کن درخشندہ مہتابوں پر حرف گیری کر رہے ہیں۔ ہم اسے چاند کی طرف منہ کر کے تھوک دینے کی عادت ہی سے تعبیر کریں گے۔ متنبی نے بڑے پتے کی بات کہی ہے ع

فاذا اتتک مذمة من ناقص　　فھی الشھادة لی بانی کامل

اس شعر کا مفہوم یہ ہے کہ جب تجھ تک کسی ناقص اور گھٹیا آدمی کی طرف سے میری برائی پہنچے تو یہ اس بات کی شہادت ہے کہ میں کامل ہوں۔

کہاں آقائے حکیمؒ وخوئیؒ اور امام خمینیؒ جیسے نائبین امام اور کہاں یہ ظلوم وجہول بے بضاعت　　ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اذان اور نماز میں فرق ہے

اہل علم جانتے ہیں کہ اذان اور نماز کی کیفیت الگ اور جداگانہ ہے چنانچہ بعض امور ایسے ہیں جن کو اذان کے دوران انجام دینا اذان کو باطل نہیں کرتا ہے البتہ اگر وہی امور نماز میں انجام دیئے جائیں تو نماز باطل ہو جاتی ہے مثال کے طور پر وضو کے بغیر اذان ہو سکتی ہے قبلہ رخ کئے بغیر اذان ہو سکتی ہے اذان کے دوران پانی پینا اور عام کلام کرنا بھی اذان میں رخنہ نہیں ڈالتا لیکن اگر یہ امور نماز میں سرزد ہو جائیں تو ان سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ اگر اذان میں قصد جزئیت کے بغیر کسی کلمہ کا اضافہ کیا جائے تو اذان باطل نہیں ہوتی لیکن نماز میں کسی قسم کا اضافہ مبطل نماز کا موجب ہے اس لئے کہ نماز کے

تمام اذکار اور واجبات وارکان کا منصوص ہونا ضروری ہے اگر قرآن وسنت کی واضح نص کے بغیر کسی کلمہ کو بھی نماز میں پڑھ دیا جائے تو وہ مبطل نماز قرار پائے گا لیکن مبطل اذان نہیں ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص اس بات پر مصر ہے کہ تشہد نماز میں دو مرتبہ اشھد ان لا الہ الا اللہ پڑھنا حکم ہے اس سے کم پڑھنے سے تشہد صحیح نہیں ہوگا تو اس صورت میں بھی نماز باطل ہے کیونکہ اس نے یہ عمل برخلاف نص صریحی سرانجام دیا ہے لہٰذا ان تمام دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ اذان میں مذکورہ رعایات کا اطلاق نماز پر نہیں ہوتا اگر کوئی شخص یہ رعایات نماز کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کرے گا تو اس کی نماز باطل ہوگی کیونکہ نماز میں کمی وزیادتی نہیں کی جاسکتی۔

قابل توجہ نکتہ: یہ امر لائق ذکر ہے کہ جس عہد سے اذان میں شہادتِ ثالثہ پڑھا جاتا رہا ہے اگر اسے نماز کے تشہد میں پڑھنے کی اجازت ہوتی تو اس دور سے ہی محققین فقہاء شیعہ تشہد میں شہادتِ ثالثہ پڑھنے کی اجازت ضرور دے دیتے۔ ان کا تشہد میں شہادتِ ثالثہ کے درپے نہ ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ شہادتِ ثالثہ صرف اذان میں ہی پڑھی جاسکتی ہے نہ کہ نماز میں۔ اور یہی فقہاء وعلماءِ شیعہ کی سیرت مستمرہ اور اجماع عملی ہے۔

نماز میں "ذکر" سے کیا مراد ہے؟

نماز کے تمام اجزاء توقیفی ہیں اس میں کمی وبیشی نہیں ہوسکتی البتہ شریعت نے تین چیزوں کے داخل کرنے کی اجازت دی ہے (۱) ذکر خدا (۲) قرآن (۳) دعاء۔ اور تمام شیعہ فقہاء وعلماءِ اعلام کا اتفاق ہے کہ ان کے علاوہ نماز میں کسی قسم کا اضافہ مبطل صلاۃ کا سبب ہے۔ چنانچہ محقق فقیہ السید محمد بن علی الموسوی العاملیؒ متوفی ۱۰۰۹ھ نے اس بات پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے جیسا کہ منافیاتِ نماز بیان کرتے ہوئے "قواطع الصلوٰۃ"

کے تحت رقمطراز ہیں: ﴿اجمع الاصحاب علی بطلان الصلوٰۃ بعمد الکلام بما
لیس بقرآن ولا ذکر ولا دعاء و قد ورد بذلک روایات کثیرۃ﴾ فقہاء کا اس امر
پر اجماع ہے کہ قرآن، ذکر (خدا) اور دعا کے علاوہ عمداً کلام بطلان نماز کا موجب ہے
اور اس ضمن میں کثیر روایات وارد ہوئی ہیں۔ (مدارک الاحکام جلد ۳ صفحہ ۴۶۳ طبع
ایران) یہاں ہر ذکر مراد نہیں ہے بلکہ اس سے ذکر تحقیقی یعنی صرف خداوند متعال کا ذکر
مراد ہے احادیث اور فقہ کی کتابوں میں نماز کے باب میں جہاں کہیں بھی لفظ ''ذکر''
استعمال ہوا ہے وہاں بلاواسطہ خدا کا ذکر ہی مراد و متعین ہے۔ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ ابو
القاسم الخوئیؒ نے اس کی صراحت کر دی ہے: ﴿اذا ذکر اللّٰہ تعالیٰ فی الصلوٰۃ او
دعا او قرأ القرآن.....﴾ (منہاج الصالحین ج ۱ ص ۱۹۲ مسئلہ نمبر ۶۹۲ طبع ایران)

یہاں دو باتیں انتہائی قابل غور ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ جہری نماز میں قرأت
سننا واجب ہے لیکن جب اخفاتی نماز باجماعت ہو رہی ہو تو پہلی دو رکعتوں میں ذکر
مستحب ہے وہاں ذکر صرف بلاواسطہ اللہ تعالیٰ کا ہی ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اسی طرح
جب پیش نماز بھول جائے اور مقتدی اسے یاد دلانے کے لیے جو لقمہ دے گا وہ صرف اللہ
تعالیٰ کا ہی ذکر کرے گا مثلاً سبحان اللہ، یا اللہ وغیرہ۔ (ملاحظہ ہو: العروۃ الوثقیٰ، باب
مبطلات الصلاۃ، جلد اول، صفحہ ۵۵۴، طبع بیروت، کتاب الصلوٰۃ للشیخ آیۃ اللہ العظمیٰ اراکیؒ
باب قواطع الصلاۃ جلد ۲ صفحہ ۳۶۸ طبع ایران، واما الذکر والدعا والقرآن......) اس کے
علاوہ کسی ذکر برحق کو نماز میں شامل کرنے کی اجازت نہیں ہے مثلاً ذکر تنزیلی جو ائمہ
اطہار علیہم السلام کے فضائل و کمالات پر مشتمل ذکر ہے اگرچہ یہ ذکر یقیناً برحق ہے لیکن
اس کے باوجود اسے نماز میں پڑھنے کا حکم نہیں ہے۔ اب دیکھیئے کہ واجب سجدوں والی
چار سورتوں میں سے کسی سورہ کو بھی اگر نماز میں پڑھا جائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔

سورہ الحمد کی جگہ سورہ اخلاص یعنی قل ھو اللہ احد اور سورہ اخلاص کی جگہ سورہ الحمد نہیں پڑھ
سکتے۔ حالانکہ یہ بھی تو قرآن ہی ہے نماز میں سورۂ الحمد کے بعد ''آمین'' کہنا اگرچہ فی
نفسہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے بظاہر برا نہیں لیکن اسے پڑھنا نماز کو باطل کر دیتا ہے
بہرحال حکم شرعی سے بغاوت کر کے جو عمل بھی بجالایا جائے اگرچہ وہ عمل بظاہر کتنا ہی اچھا
کیوں نہ ہو پھر بھی وہ باطل ہے۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ شریعت نے
اجازت نہیں دی، ہم شریعت کے تابع ہیں اس سے انحراف کا کسی کو حق نہیں ہے۔ علاوہ
بریں نماز میں دعا پڑھنے کی اجازت ہے۔ مثلاً تکبیرۃ الاحرام کے بعد سورۂ الحمد سے پہلے
دعائے توجہ ﴿وجھت وجھی للذی فطر السمٰوات.........﴾ پڑھی جا سکتی ہے
جس میں مولائے کائنات علی بن ابی طالب علیہما السلام کے بارے میں ''عَلٰی مِنْهَاجِ
عَلِيٍّ'' وغیرہ کلمات مبارکہ بھی آئے ہیں چونکہ یہ دعا نصوص صریحہ سے ثابت ہے
جیسا کہ من لا یحضرہ الفقیہ للشیخ صدوقؒ وغیرہ کتب اربعہ میں موجود ہے اسی طرح نماز
جنازہ ایک دعا ہے لیکن اس کا قیاس نماز پنجگانہ پر کرنا قیاس مع الفارق ہے جو درست
نہیں۔ چونکہ اس میں رکوع و سجود نہیں ہے اور بغیر وضو کے جنازہ پڑھا جا سکتا ہے اس لیے
یہ حقیقتاً نماز نہیں ہے بلکہ میت کے لیے ایک دعا ہے نماز کی شرائط میں سے کوئی بھی شرط
اس میں ضروری نہیں ہے اس پر نماز کا اطلاق مجازاً کیا گیا ہے۔

نیابتِ امامؑ اور مرجعیت

نیابتِ خاصہ

زمانۂ غیبت صغریٰ جس کی مدت تقریباً ۶۹ یا ۷۴ برس بنتی ہے۔ اس زمانے
میں نواب اربعہ امام آخر الزمان عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے خاص نائبین جن کا تقرر

خود امام علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ اصولی اصطلاح میں اسے "تعیینی" سے تعبیر کیا جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ امام علیہ السلام نے خود اپنے بعد منصب نیابت کے لیے کسی شخصیت کو متعین کر دیا ہو۔ ان خاص نائبین میں سے حضرت عثمان بن سعید عمریؒ جو حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے ان کی وفات کے بعد بحکم امام علیہ السلام ان کے فرزند حضرت محمد بن عثمان بن سعید متوفی ۳۰۵ھ اس عظیم عہدہ پر فائز ہوئے ان کے سانحہ ارتحال کے بعد بحکم امام علیہ السلام اس منصب جلیلہ کی ذمہ داری حضرت حسین بن روح نوبختیؒ متوفی ۳۲۶ھ کو سونپ دی گئی ان کے واصل بحق ہونے کے فوراً بعد حضرت علی بن محمد السمریؒ متوفی ۳۲۹ھ اس عہدہ پر فائز ہوئے۔ یہ چار نائبین یکے بعد دیگرے مقام نیابت پر مقرر ہوئے ان کی مرجعیت پر تمام شیعوں کا اتفاق رہا ہے۔ رئیس المحدثین محمد بن یعقوب کلینیؒ متوفی ۳۲۸ھ جنہوں نے زمانہ صغریٰ میں ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے مروی ذخیرۂ احادیث کو بیس سال کی مدت میں مدون کیا۔ اس دوران نماز کے تشہد میں علی ولی اللہ نہیں پڑھا گیا اور نہ امام العصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی طرف سے اس کے پڑھنے سے متعلق کوئی توقیع مبارک صادر ہوئی ہے۔

نیابتِ عامہ

اس کے بعد ۳۲۹ ہجری کو غیبتِ کبریٰ کے زمانے کا آغاز ہوتے ہی عادل فقہاء کی نیابتِ عامہ کا سلسلہ شروع ہوا۔ امام زمانہؑ نے اپنے ماننے والوں کو جامع الشرائط مجتہد کے سپرد کیا ہے۔ اصولی اصطلاح میں اسے توصیفی کہا جاتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اس عہدۂ جلیلہ (نیابتِ عامہ) پر فائز ہونے کے لیے مخصوص اوصاف سے متصف مجتہدِ اعظم ہوتا ہے جو ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے بتائے ہوئے اوصاف پر کماحقہ پورا اترتا ہو، چونکہ مجتہد شرعی یا عقلی اعتبار سے عملی فرائض یا شرعی احکام کے لئے دلائل حاصل کرنے کی

قدرت تامہ اور ملکہ رکھتا ہے لہذا ان کی طرف مراجعت کرنا ضروری ہے۔ دنیا میں پیش آمدہ تمام دینی مسائل و معاملات کے حل کے لیے ائمہؑ نے ہمیں مجتہد کی طرف رجوع کرنے کا حکم فرمایا ہے اور جو شرائط و اوصاف مجتہد میں ہونے چاہئیں وہ صفات خود ان آئمہ ہدیٰ علیہم السلام نے متعین فرما دیئے ہیں۔ چنانچہ گیارہویں لعل ولایت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ایک طولانی حدیث کے ذیل میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فاما من کان من الفقهاء صائنا لنفسه حافظاً لدینه مخالفاً علی هواه مطیعاً لامر مولاه فللعوام ان یقلدوه﴾

"جو فقیہ اپنے نفس کو معصیت سے بچانے والا، محافظِ دین، اپنی خواہشاتِ نفسانی کا مخالف، خدا اور رسولؐ اور اہل بیتؑ کے حکم کا مطیع ہو تو عوام کو چاہیئے کہ اس کی تقلید کریں۔" (وسائل الشیعہ شیخ حر عاملیؒ، جلد ۲۷، صفحہ ۱۳۱، طبع ایران، احتجاج طبرسی، صفحہ ۲۵۵، طبع نجف، فرائد الاصول شیخ مرتضیٰ انصاریؒ، جلد ۱، صفحہ ۱۴۱، طبع نجف)

یہ بات طے ہے کہ ایسے عظیم فقہاء جو بیان کی گئی ان صفات کے حامل ہوتے ہیں ان کی تعداد ہر دور میں بہت ہی کم رہی ہے اس حدیث مبارکہ کے آخر میں خود امامؑ نے اس بات کی تخصیص ان الفاظ کے ساتھ فرمادی ہے کہ **وذالک لا یکون الا بعض فقهآء الشیعة لا جمیعهم**۔ مذکورہ اوصاف حمیدہ کے حامل تمام فقہاء شیعہ نہیں بلکہ بعض شیعہ فقہاء و مجتہدین ہوں گے۔

تصریحات بالا سے باخوبی ثابت ہوگیا کہ جامع الشرائط مجتہد کی تقلید واجب ہے ہاں البتہ جو علماء قبیح اعمال کے مرتکب ہوتے ہیں ان کی طرف سے کوئی حکم اور کوئی حدیث قبول کرنے کا مکلف نہیں بنایا گیا ایسے علماء قطعی طور پر عزت و احترام کے قابل نہیں ہیں۔ اسی طرح امام آخر الزمان عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی طرف سے توقیع

مبارک اپنے دوسرے نائب خاص جناب محمد بن عثمانؓ بن سعید کی جانب آئی جس میں زمانہ غیبت کبریٰ میں جامع الشرائط عادل مجتہد کی طرف رجوع کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

﴿اما الحوادث الواقعة فارجعوا فيها الى رواة حديثنا فانهم حجتي عليكم و انا حجة الله عليهم﴾

پس جب تم تازہ ایجاد مسائل و امور سے دوچار ہوں تو ہماری احادیث کے راوی فقہاء کی طرف رجوع کرو کیونکہ وہ میری طرف سے تم پر حجت ہیں اور میں خدا کی طرف سے ان (مجتہدین کرام) پر حجت ہوں۔" (ملاحظہ ہو: اکمال الدین واتمام النعمہ للشیخ صدوقؒ، ج ۲، صفحہ ۲۸۴، طبع ایران، احتجاج طبرسی، صفحہ ۲۶۳، طبع نجف)

علم رجال کی رو سے اس توقیع مبارک کے راوی جعفر بن محمد بن قولویہؒ، محمد بن محمد کلینیؒ، محمد بن یعقوب کلینیؒ اور اسحاق بن یعقوبؒ سب کے سب نہایت ہی ثقہ اور قابل وثوق ہیں ان کی وثاقت و عدالت اظہر من الشمس ہے اس لیے حدیث بالکل صحیح ہے۔

یہاں اس حقیقت کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ امامؑ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم ہماری احادیث کا ازخود مطالعہ کر کے شرعی مسائل معلوم کر لینا بلکہ انسانی زندگی کے تمام گوشوں میں علماء کی طرف رجوع کا حکم دیا ہے۔

اس پوری بحث کا لب لباب یہ ہے کہ غیبتِ کبریٰ کے زمانے والے اہل ایمان کی شرعی ذمہ داری یہ بنتی ہے کہ وہ ہر شعبۂ حیات میں مجتہد اعظم کے حکم کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنائیں۔ جن افعال کی نماز میں داخل کرنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی کوئی مجتہد انہیں داخلِ نماز کرنے کی اجازت نہیں دیتا اگر ایسی جسارت کرے گا تو اس کا عدل واجتہاد مشکوک ہو جائے گا اور ایسا شخص قابل محاسبہ ہے۔

جامع الشرائط مجتہد حاکم شرعی اور رئیس مطلق ہوتا ہے

علم و آگہی کے مرکزی شہر نجف اشرف میں جمعیۃ منتدی النشر وکلیۃ الفقہ کے نام سے شہرۂ آفاق تعلیمی ادارہ کے پرنسپل فخر المحققین آیت اللہ شیخ محمد رضا المظفر النجفیؒ متوفی ۱۳۸۳ھ شیعہ عقائد پر مشتمل اپنی معروف کتاب "عقائد الامامیہ" (جو شیعہ مدارس کے نصاب میں شامل ہے) صفحہ ۳۵ مطبوعہ نجف اشرف میں جامع الشرائط مجتہد کے منصبی فرائض اور ذمہ داریوں کے بارے میں شیعی نقطۂ نگاہ ان الفاظ کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں:

﴿انه نائب للامام عليه السلام في حال غيبته وهو الحاكم و الرئيس المطلق له ما للامام في الفصل في القضايا و الحكومة بين الناس و الراد عليه راد على الامام و الراد على الامام راد على الله تعالىٰ وهو على حد الشرك بالله كما جاء في الحديث عن الصادق آل البيت عليهم السلام فليس المجتهد الجامع لشرائط مرجعاً في الفتيا فقط بل له الولاية العامة فيرجع اليه في الحكم و الفصل و القضاء و ذالک من مختصاته لا يجوز لاحد ان يتولاها دونه الا باذنه كما لا يجوز اقامة الحدود و التغيرات الا بامره و حكمه و يرجع اليه ايضاً في الاموال التي هي من حقوق الامام و مختصاته و هذه المنزلة او الرياسة العامة اعطاها الامام عليه السلام للمجتهد الجامع للشرائط ليكون نائبا عنه في حال الغيبة و لذالک يسمى نائب الامامؑ﴾ "مجتہد جامع الشرائط، امام مہدی علیہ السلام کی غیبتِ کبریٰ میں ان کا نائب ہے اور لوگوں کے معاملات میں فیصلہ کرنے اور عوام کے مابین شرعی حکم کرنے میں حاکم شرعی اور رئیس مطلق ہے اس کا وہی وظیفہ ہے جو امام کا ہے اس کے حکم کا رد کرنے والا، امام کو رد

کرنے والا ہے اور جو امامؑ کو رد کرنے والا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو رد کرنے والا ہے جو حد شرک پر ہے جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث مبارکہ میں آیا ہے پس مجتہد جامع الشرائط نہ صرف فتاویٰ میں مرجع تقلید ہے بلکہ ولایت عامہ اسی کے لیے ہے، فیصلہ کرنے، حکم شرعی کرنے اور منصب قضاوۃ کو سنبھالنے میں اس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ کسی کے لیے اس کی اجازت کے بغیر انجام دینا جائز نہیں ہے جس طرح کہ حدود شرعی اور تعزیرات کو ان کے حکم کے بغیر جاری کرنا جائز نہیں ہے نیز حقوق امام اور ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے اموال کے تصرف کے سلسلہ میں بھی اس کی طرف رجوع کیا جائے گا اور یہ منزلت اور ریاست عامہ خود امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف نے مجتہد جامع الشرائط کو عطا فرمائی ہے تاکہ وہ ان کی غیبت کا نائب ہو۔ اسی لیے جامع الشرائط کو نائب امام کہا جاتا ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ شیعی نقطۂ نظر سے عبادات و معاملات میں جامع الشرائط مجتہد کی تقلید از حد ضروری ہے۔ تمام پیش آمدہ حوادث و واقعات کے احکام کو قرآن و سنت سے استنباط کرنا اور انہیں نصوص پر منطبق کرنا مجتہد اعلم کا ہی کام ہے تاہم استنباط مسائل اور نظر وفکر میں معمولی اختلاف و تفاوت ایک فطری بات ہے چونکہ دینی علوم کے فہم و ادراک میں سب فقہاء کا درجہ یکساں نہیں ہوتا ہے بعض کی فقاہت غیر مسلّم ہوتی ہے بلکہ ہر دور میں ایسا رہا ہے کہ بعض غیر مسلّم فقہی علماء نے محض اپنی تشہیر کے لیے غیر ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے ایسے فتاویٰ صادر کرنے سے بھی دریغ نہ کیا جو واضح طور پر قرآن و حدیث اور مراجع عظام کے فتاویٰ کے سراسر خلاف تھے اور یہی فتاویٰ مکتب تشیع کا شیرازہ بکھیرنے کا سبب بن رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اجتہاد ایسی چیز نہیں کہ ہر کس و ناقص اس کا اہل ہو بلکہ اس کے کچھ حدود و قیود اور شرائط ہیں کسی کو حق حاصل نہیں کہ وہ روایات

جنہیں مراجع عظام نے اصول حدیث کی رو سے نظر انداز کر دیا ہے ان کے ظاہری الفاظ سے فقہی نتیجے نکالتا رہے۔ یہ حق محض ماہرین علم کو ہی حاصل ہے۔ لہٰذا فرق مراتب کو ملحوظ رکھنا انتہائی لازم ہوتا ہے بقول مولانا جامی ؎

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد
گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

شریعت اسلامیہ میں فقاہت کا معیار متعین کیا گیا ہے جو فقیہ و مجتہد اس معیار کے حامل ہیں۔ عوام کے لیے ان کی تقلید کرنا اور مسائل دینیہ میں ان کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔ ان کے بتائے ہوئے مسائل و احکام پر عمل کرنا اور ان کے فیصلوں پر سر تسلیم خم کرنا ہر شیعہ پر لازم و ضروری ہے۔ ان کے فیصلوں کو درخور اعتنا نہ سمجھنا، آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے ارشادات و احکامات جو ہمارے لیے سرچشمۂ رشد و ہدایت ہیں کی تکذیب کے مترادف ہے۔ جیسا کہ کتب تشیع کی اساسی کتاب "اصول کافی" باب فضل العلم صفحہ ۳۸، طبع لکھنؤ میں حضرت صادق آل محمد علیہ السلام سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے جس میں موالیان حیدر کرارؑ کو مراجع عظام کی تقلید کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ معصومؑ فرماتے ہیں:

﴿فانه قد جعلته عليكم حاكماً فاذا حكم بحكمنا فلم يقبله منه فانما استخف بحكم الله و علينا رد و الرد علينا الرد على الله وهو على حد الشرك بالله﴾

"سو میں نے فقہاء کو تمہارا حاکم بنایا ہے جب ان کے فیصلے ہماری تعلیمات کے مطابق ہیں اس کے باوجود کوئی شخص ان کے حکم کو نہیں مانتا گویا وہ حکم خدا کو کم مرتبہ سمجھا ہے اور اس نے ہمارے حکم کو رد کر دیا ہے اور ہمارے حکم کو رد کرنے والا اللہ تعالیٰ کے حکم کو

رد کرنے والا ہے وہ شرک باللہ کی حد پر پہنچا ہوا ہے۔"

معصومؑ کے اس ارشاد سے واضح ہوا کہ عادل فقہاء و مراجع کے احکام کی تردید کرنا اہل بیت علیہم السلام کی تردید کرنے کے برابر ہے۔ عادل فقہاء نے بالاتفاق فرمایا ہے کہ نماز کے تشہد میں شہادت ثالثہ پڑھنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اب اس کے باوجود اگر کوئی اسے نماز کے تشہد میں پڑھتا ہے تو اس سے معصومین علیہم السلام کے حکم کی نافرمانی لازم آتی ہے۔ تمام مجامع تکالیف میں ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے ارشادات واحکامات کی تعمیل وامتثال خوشنودی خدا اور تمام عبادات واعمال کی قبولیت کا سبب ہے اور ان سے آباء وامتناع موجب حرمان وخسران ہے۔

تقلید کے اثبات کے لیے کوئی دلیل و برہان درکار نہیں ہے بلکہ یہ ایک بدیہی اور فطری امر ہے کہ ہر انسان اپنے سے زیادہ جاننے والے کی طرف مراجعت کرتا ہے۔ بموجب انما شفاء العی السوال کہ یقیناً ناواقف کا علاج اور شفاء اسی میں ہے کہ وہ واقف کار سے پوچھ لے۔ اور اسی رجوع کا نام عرف عام اور ارباب اصول کی اصطلاح کے مطابق تقلید ہے۔

فروعاتِ دین میں تقلید واجب ہے

جن مسائل کا تعلق اعتقاد سے ہے انہیں اصول دین کہا جاتا ہے اور وہ پانچ یہ ہیں: (۱) توحید (۲) عدل (۳) نبوت (۴) امامت (۵) قیامت، ان میں تقلید نہیں کی جاتی البتہ مجتہد سے دلیل طلب کی جاسکتی ہے اور جن مسائل کا تعلق اعمال کے ساتھ ہے ان کو فروعات دین کہا جاتا ہے وہ دس ہیں (۱) نماز۔ (۲) روزہ۔ (۳) حج۔ (۴) زکوٰۃ۔ (۵) خمس۔ (۶) جہاد۔ (۷) تولا۔ (۸) تبرا۔ (۹) امر بالمعروف۔ (۱۰) نہی عن المنکر، اصول اور فروع میں نمایاں فرق یہ ہے کہ جس کا تعلق باطن سے ہے وہ اصول اور جس کا

تعلق ظاہر سے ہے وہ فروع کہلاتا ہے۔ ان کی تفصیل فقہی کتب میں موجود ہے ان میں مجتہد جامع الشرائط کی تقلید ہر بالغ و عاقل پر واجب ہے۔ فروعاتِ دین میں مجتہد سے دلیل طلب کرنے کی اجازت نہیں ہے اور جامع الشرائط مجتہد کو فضائل و مناقب پر مشتمل احادیث سنا کر توقیفی عبادت میں اضافے کے درپے ہونا جرم کے علاوہ خود مجتہد کی شان میں انتہائی جسارت اور توہین و گستاخی ہے۔ یہ تو "کیاپدی کیاپدی کا شوربا" والی بات بن جاتی ہے۔ مقلد کو حدود کے اندر رہتے ہوئے محض اپنے مجتہد کے حکم پر عمل کرنا چاہیے۔

الغرض مسئلہ اجتہاد و تقلید کے سلسلے میں ہمیں مزید خامہ فرسائی کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہر مجتہد کی توضیح المسائل میں تقلید کے احکام موجود ہیں وہاں رجوع کیا جائے۔

حضراتِ مراجع عظامؒ واساطین علم وتحقیق کے فتاویٰ

امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی غیبتِ صغریٰ کے بعد جب غیبتِ کبریٰ کا زمانہ شروع ہوا تو آپ کے بعد تدریجاً مرحلہ بہ مرحلہ دامن تشیع میں اضافہ ہوتا رہا اور پیروکاران اہل بیتؑ کی تعداد بڑھتی چلی گئی۔ زعامت کبریٰ اور فقاہت عظمیٰ کے مالک و حامل شیخ محمد بن یعقوب کلینیؒ متوفی ۳۲۹ھ شیخ صدوقؒ متوفی ۳۸۱ھ شیخ مفیدؒ متوفی ۴۱۲ھ سید مرتضیٰ علم الہدیٰؒ متوفی ۴۳۶ھ ابوالفتح محمد بن علی الکراجکی متوفی ۴۴۹ھ شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسیؒ متوفی ۴۶۰ھ، آقائے مقدس اردبیلیؒ متوفی ۹۹۳ھ، کربلا معلیٰ کے مشہور اصولی وفقہی محقق محمد باقر وحید بہبہانی متوفی ۱۲۰۸ھ سے لے کر ماضی قریب کے آیۃ اللہ العظمیٰ السید ابوالحسن اصفہانیؒ متوفی ۱۳۶۵ھ آیۃ اللہ العظمیٰ السید حسین بروجردیؒ متوفی ۱۳۸۰ھ آیۃ اللہ العظمیٰ السید محسن الحکیم طباطبائیؒ متوفی ۱۳۹۰ھ آیۃ اللہ العظمیٰ السید ابو القاسم الموسوی الخوئیؒ متوفی ۱۴۱۳ھ اور آیۃ اللہ العظمیٰ امام خمینیؒ ایسے مقاصد شریعت کے رمز

آشنا، عظیم الشان پیشوا اور مراجع جن کی زندگی اعلیٰ تقویٰ و تورع پر گزری اور ان ہی کی علمی و عملی جدوجہد اور بے پناہ انتھک محنت سے شیعیت نے ارتقائی مراحل طے کیے اور بتدریج ترقی کرتے ہوئے آج ہم تک پہنچی اور روایت کے نقطۂ نظر سے ہو یا درایت کے لحاظ سے، یہ سب ان کی شب و روز کی مساعی جمیلہ کا مرہون منت ہے موجودہ اور آنے والی نسلیں اس حقیقت کے شاہد عادل ہیں ایسے ہی علماء شامخین و متبحرین کے بارے میں اقلیم امامت کے دسویں تاجدار ولایت حضرت امام علی نقی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لولا من یبقی بعد غیبة قائمنا من العلماء الداعین الیه والدالین علیه والذابین عن دینه بحجج الله والمنقذین لضعفاء عباد الله من شباک ابلیس ومردته ومن فخاخ النواصب لما بقی احد الارتد عن دین الله ولکنهم الذین یمسکون أزمة قلوب ضعفاء الشیعة کما یمسک صاحب السفینة سکانها اولئک هم الافضلون عند الله عزوجل﴾ (احتجاج طبری صفحہ ۲۵۳ طبع نجف، بحار الانوار ج ۲ ص ۶، باب ثواب الهدایة والتعلیم طبع مؤسسۃ الوفا، بیروت)

اگر ہمارے حضرت قائم آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کی غیبت کے بعد ایسے علماء موجود نہ ہوتے جو الٰہی حجتوں کے ذریعے امام کی طرف دعوت دینے، راہنمائی کرنے اور ان کے دین کا دفاع کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ضعیف الاعتقاد بندوں کو ابلیس کے جال، شیطان صفت سرکشوں کے شر و تمرد اور ناصبیوں کے دام فریب سے بچانے والے ہیں تو کوئی شخص بھی دین اسلام پر باقی نہ رہتا اور مرتد بن جاتا لیکن یہی علماء ہیں جو ان ضعیف الاعتقاد شیعوں کے زمام قیادت کو یوں اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں جس طرح کشتی کا ناخدا کشتی کے سواروں کی راہنمائی کرتا ہے اور یہی علماء ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت بلند و بالا مقام رکھتے ہیں۔

چوتھی صدی (غیبتِ صغریٰ) سے
تیرہویں صدی تک کے تمام فقہاء کا اتفاق

ہم اس سلسلے کو مزید آگے بڑھاتے ہیں چنانچہ بات بالکل صاف اور واضح ہے کہ شیعہ کے تمام اعاظم مجتہدینؒ چاہے وہ متقدمین ہوں یا متاخرین ان کے درمیان نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ کے عدم جواز پر کوئی اختلاف نہیں ہے اور نہ اب ہے اس سلسلہ میں نابغۂ روزگار اور مایۂ صد افتخار برجستہ شخصیات کی کچھ نگارشات ہم ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں۔

(۱) محدث کبیر شیخ صدوقؒ اپنے والد بزرگوار اور اپنے استاد محمد بن یعقوب کلینیؒ کے زمانہ غیبتِ صغریٰ میں بیس سال سے کچھ زیادہ رہے کیونکہ ان دونوں کی وفات ۳۲۹ ہجری میں ہوئی۔ شیخ صدوقؒ نے ۱۹ سال غیبتِ صغریٰ کا زمانہ پایا ہے۔ آپ کی کتب میں سے سب سے زیادہ شہرت "من لا یحضره الفقیه" کو حاصل ہوئی۔ اس کا شمار کتب اربعہ میں ہوتا ہے، چنانچہ آپ نے اس کتاب میں واجب تشہد کے بعد تشہد کے مستحبات بھی بیان کئے لیکن ان میں شہادتِ ثالثہ کا ذکر نہیں کیا۔ فرماتے ہیں: ﴿بسم الله وبالله والحمد لله والاسمآء الحسنی کلها لله اشهد ان لا اله الا الله وحدهٗ لا شریک له واشهد ان محمداً عبدهٗ ورسوله ارسله بالحق بشیرا ونذیرا بین یدی الساعة...... اشهد ان ربی نعم الرب وان محمداً نعم الرسول......﴾

(من لا یحضره الفقیه، ج ۱، صفحہ ۳۱۸، ۳۱۹، ناشر جماعۃ المدرسین، حوزۂ علمیہ قم، ایران)

بعینہا یہی تشہد انہوں نے اپنی دوسری وقیع تصنیف "المقنع فی الفقه" کے صفحہ ۹۵، ابواب الصلوٰۃ، ناشر: مؤسسۃ الامام الهادی، قم المقدسہ میں بھی درج کیا ہے۔

(۲) مشہور متکلم فقیہ شیخ محمد بن محمد المعروف شیخ مفیدؒ متوفی ۴۱۳ھ یہ وہ ذی وقار عالم ربانی ہیں کہ جن کو سلطانِ مملکت احدیت ہمارے بارہویں امام حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف نے اپنی توقیع مبارک میں ان گرانقدر القابات کے ساتھ یاد فرمایا ہے: ﴿الاخ السدید و الولی الرشید ایها العبد الصالح الناصر للحق الداعی الیه بکلمة الصدق﴾

"سچے بھائی، ہدایت یافتہ دوست، اے خدا کے پارسا بندے، حق کی نصرت کرنے والے، اوراس کی طرف دعوت دینے والے سچی زبان کے ساتھ۔"

اورعلامہ حافظ ابن حجر عسقلانی ایسے متعصب سنی عالم کو اعتراف کرنا پڑا کہ ﴿له علی کل امام منة﴾ ہر مذہب کے امام پر ان کا احسان ہے۔ (لسان المیزان، ج ۵، صفحہ ۱۹۱)

اس جلیل القدر عالم نے اپنی گراں بہا تصنیف "المقنعه فی الاصول والفروع" صفحہ ۱۱۳، باب کیفیة الصلوٰة وصفتها، طبع جدید ایران، میں یوں رقم طراز ہوتے ہیں:

﴿بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم و باللّٰه و الحمد للّٰه و الاسماء الحسنیٰ کلها للّٰه...... اشهد ان لا اله الا اللّٰه وحدہٗ لا شریک له و اشهد ان محمداً عبده و رسوله ارسله بالحق بشیرا و نذیراً...... و اشهد ان ربی نعم الرب و ان محمدا نعم الرسول......﴾۔

ان کے علاوہ شیخ ابی یعلیٰ حمزہ بن عبدالعزیز الدیلمیؒ المعروف بہ شیخ سلاّرؒ متوفی ۴۴۸ھ نے اپنی کتاب "المراسم فی الفقه فی ضمن الجوامع الفقهیه" صفحہ ۶۴۴ مطبوعہ ایران، ۱۲۷۶ھ میں درج بالا طویل تشہد درج فرمایا ہے۔ آپ سید مرتضیٰ علم الہدیٰؒ کے اجلّہ تلامذہ میں سے ہیں۔

(۳) فقیہ اجل شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن حسن الطوسیؒ متوفی ۴۶۰ھ نے اپنی لازوال

کتاب "تہذیب الاحکام" (جو کتبِ اربعہ سے ہے) میں بعینہٖ یہی تشہد درج کیا جیسا کہ سابقہ اوراق میں گزر چکا ہے۔ اسی طرح مصباح المتہجد صفحہ ۴۴ طبع ایران[1] آداب الصلوٰۃ الظہر میں موجود ہے۔

(۴) شہرۂ آفاق فقیہ شیخ ابوجعفر ابن ادریس حلیؒ متوفی ۵۹۸ھ نے مستحبات تشہد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: ﴿بسم اللّٰه و باللّٰه و الحمد للّٰه و الاسماء الحسنی کلها للّٰه اشهد ان لا اله الا اللّٰه وحدہٗ لا شریک له و اشهد ان محمداً عبدہٗ و رسوله...... اشهد ان ربی نعم الرب و ان محمداً نعم الرسول......﴾۔ (کتاب السرائر الحاوی لتحریر الفتاویٰ، ج ۱، صفحہ ۲۳۰، ۲۳۱، باب کیفیة فعل الصلوٰة، طبع نشر الاسلامی جماعة المدرسین، قم)

(۵) جمال العارفین اشرف المجتہدین سید رضی الدین ابو القاسم علی بن موسیٰ المعروف سید ابن طاؤسؒ متوفی ۶۶۴ھ فرماتے ہیں کہ ﴿فاذا فرغ من سجدتی الرکعة الرابعة جلس للتشهد الآخر﴾ جب چوتھی رکعت کے دونوں سجدوں سے فارغ ہو جائیں تو دوسرے تشہد کے لیے بیٹھ جائیں اور یہ تشہد پڑھیے: ﴿بسم اللّٰه وباللّٰه والاسمآء الحسنیٰ کلها للّٰه..... اشهد ان لا اله الا اللّٰه وحدہٗ لا شریک له و اشهد ان محمداً عبدہٗ و رسولهٗ بالحق بشیرا و نذیراً بین یدی الساعة..... و اشهد ان ربی نعم الرب و ان محمداً نعم الرسول اشهد ما علی الرسول الا البلاغ المبین اللّٰهم صل علیٰ محمد و ال

---

۱ مزید برآں مصباح المتہجد مطبوعہ کے علاوہ انتہائی قدیم خطی نسخہ ہمارے پیش نظر ہے۔ اس میں بھی محولہ بالا تشہد ہی لکھا ہے۔ (فافهم)

محمد...... ﴾ (فلاح السائل، صفحہ ۱۵۰، مطبعہ حیدریہ، نجف اشرف)

(۶) شیخ اجل علامہ علی الاطلاق جمال الدین حسن بن یوسف حلیؒ متوفی ۷۲۶ھ نے اپنی بہت وقیع ذخیرۂ معلومات فقہی دستاویز ''تذکرۃ الفقہاء'' جلد سوم صفحہ ۲۳۶، طبع جدید ایران میں ''مسئلہ نمبر ۲۹۶ ویستحب الزیادۃ فی التشھد بالاذکار المنقولۃ عن اھل البیت علیھم السلام'' کے متصل ہی یہ مستحب تشہد ارقام فرمایا ہے: ﴿بسم اللّٰہ و باللّٰہ و الحمد للّٰہ و خیر الاسمآء للّٰہ اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ ارسلہ بالحق بشیرا و نذیرا...... اشھد ان ربی نعم الرب و ان محمداً نعم الرسول......﴾

یہی تشہد علامہ حلیؒ نے اپنی کتاب ''تحریر الاحکام الشرعیۃ علیٰ مذھب الامامیۃ'' جلد اول، صفحہ ۲۵۷ و ۲۵۸، مطبوعہ موسسۃ الامام الصادقؑ، قم ایران، اور شہید اولؒ نے ''ذکری الشیعہ الی احکام الشریعہ'' جلد ۳، صفحہ ۴۰۹، طبع ایران اور کتاب البیان صفحہ ۹۲ طبع مجمع الذخائر الاسلامیہ قم المقدسہ میں نقل فرمایا ہے۔ علامہ حلیؒ اور شہید اولؒ ایسی شخصیات نے نماز کے تشہد میں شہادت ثالثہ کا تذکرہ نہیں کیا۔

(۷) رئیس السالکین شیخ محقق تقی الدین ابراہیم بن علی الکفعمیؒ متوفی ۹۰۰ھ نے تحریر کیا ہے کہ آخری تشہد میں اس طرح پڑھیں: ﴿بسم اللّٰہ و باللّٰہ والاسماء الحسنی...... و اشھد ان ربی نعم الرب و ان محمداً نعم الرسول و اشھد ان ما علیٰ الرسول﴾۔

(البلد الامین، صفحہ ۱۹، ''ذکر صلوٰۃ الظھر''، طبع موسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت)

انہوں نے اپنی دوسری تصنیف ''المصباح'' صفحہ ۲۶ فصل رابع ''ذکر الصلوات الخمس الیومیۃ'' طبع موسسۃ الاعلمی بیروت میں مستحبات تشہد کے ضمن میں اسی تشہد کو درج کیا ہے۔

(۸) بطل جلیل زین الدین بن علی عاملیؒ شہید ثانی مستشہد ۹۶۶ھ اپنی تالیف منیف ''روض الجنان'' جو علامہ حلیؒ کی معروف فقہی کتاب ''ارشاد الاذہان'' کی نہایت مبسوط و مدلل شرح ہے آپ اس میں ''والزیادۃ فی الدعاء'' کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ تشہد میں یہ پڑھیں: ﴿بسم اللّٰہ و باللّٰہ و الحمد للّٰہ و خیر الاسمآء للّٰہ اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ ارسلہ بالحق بشیرا...... اشھد انک نعم الرب و ان محمداً نعم الرسول اللّٰھم صل علیٰ محمد و ال محمد......﴾۔ (روض الجنان، جلد ۲، صفحہ ۷۳۸، طبع جدید ایران)

علاوہ ازیں محقق شیخ احمد المعروف مقدس اردبیلیؒ متوفی ۹۹۳ھ نے مجمع الفائدۃ والبرھان شرح ارشاد الاذھان جلد ۲ صفحہ ۲۹۲ طبع جامعۃ المدرسین حوزہ علمیہ قم ایران میں یہی مستحب تشہد درج کیا ہے۔

(۹) علامہ کبیر جامع المنقول والمعقول شیخ بہاء الدین محمد بن حسین عاملی المعروف شیخ بہائیؒ متوفی ۱۰۳۰ھ جن کا اسلوب نگارش غایت درجہ محققانہ ہے انہوں نے اپنے فقہی و دعائیہ ادب کے بیش بہا مجموعے ''مفتاح الفلاح فی الادعیۃ والاوراد'' صفحہ ۹۵، باب آداب تشہد، میں لکھا ہے: ﴿بسم اللّٰہ و باللّٰہ و خیر الاسمآء کلھا للّٰہ اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ ارسلہ بالحق بشیرا و نذیراً بین یدی الساعۃ و اشھد ان ربی نعم الرب و ان محمداً نعم الرسول اللّٰھم صل علیٰ محمد و ال محمد و تقبل شفاعتہ فی امتہ و ارفع درجتہ﴾۔

(کذافی جامع عباسی للشیخ بہائیؒ صفحہ ۵۲ طبع انتشارات فرھانی تہران، رسائل شیخ بہائیؒ صفحہ ۲۴۹ طبع انتشارات بصیرتی قم)

(۱۰) عظیم محقق محدث کبیر محمد بن محسن کاشانی" متوفی ۱۰۹۱ھ استحبابی تشہد اس طرح نقل کرتے ہیں: ﴿بسم اللّٰہ و باللّٰہ و خیر الاسمآء للّٰہ اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ ارسلہ بالحق بشیرا و نذیراً بین یدی الساعۃ و اشھد ان ربی نعم الرب و ان محمداً نعم الرسول اللّٰھم صل علیٰ محمد و ال محمد و تقبل شفاعتہ فی امتہ و ارفع درجتہ﴾۔ (المحجۃ البیضاء، ج۱، صفحہ ۳۶۲، طبع انتشارات اسلامی، جامعہ مدرسین، حوزۂ علمیہ قم المقدسہ، مصباح الفقیہ للھمدانی"، جلد۲، صفحہ ۲۸۴، طبع قدیم تہران)

(۱۱) فقیہ محدث، عالم متبحر شیخ محمد بن حسن حر عاملی" متوفی ۱۱۰۴ھ احادیث کے گرانمایہ شاہکار "وسائل الشیعہ" جلد ششم، صفحہ ۳۹۳، باب کیفیۃ التشھد طبع جدید ایران میں حضرت صادق آل محمد علیہ السلام سے مروی تشہد اس طرح تحریر کرتے ہیں: ﴿بسم اللّٰہ و باللّٰہ الحمد للّٰہ و خیر الاسمآء للّٰہ اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ ارسلہ بالحق بشیرا و نذیراً بین یدی الساعۃ و اشھد انک نعم الرب و ان محمداً نعم الرسول اللّٰھم صل علیٰ محمد و ال محمد ......﴾۔

علامہ موصوف نے درج بالا تشہد کو من وعن اپنی دوسری کتاب "بدایۃ الھدایۃ" جلد اول، صفحہ ۱۱۱، مطبوعہ ایران اور ھدایۃ الامۃ الی احکام الائمۃ"، جلد۳، صفحہ ۱۷۲، طبع بیروت میں بھی نقل کیا ہے۔

(۱۲) علامہ جلیل القدر، فقیہ نامدار، آیۃ اللہ سید محمد باقر شفتی اصفہانی" متوفی ۱۲۶۰ھ نے اپنی وقیع پیش کش "تحفۃ الابرار من آثار الائمۃ الاطہار" جلد دوم، صفحہ ۲۵۰، مطبوعہ اصفہان، میں مستحب تشہد لکھا ہے اس میں شہادت ثالثہ کا ذکر نہیں ہے چنانچہ فرماتے

ہیں: ﴿بسم اللّٰہ و باللّٰہ و الحمد للّٰہ و خیر الاسمآء للّٰہ اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ...... و اشھد انک نعم الرب و ان محمداً نعم الرسول اللّٰھم صل علیٰ محمد و ال محمد﴾۔ (کذافی: ذخیرۃ المعاد محقق سبزواری"، صفحہ ۲۸۹، طبع نجف)

(۱۳) استاد الفقہاء آیۃ اللہ سید محمد کاظم بن سید عبد العظیم طباطبائی یزدی" متوفی ۱۳۳۷ھ کی مشہور عالم فقہی کتاب "العروۃ الوثقیٰ" ناشر مکتب وکلاء الامام الخمینی فی المسائل الشرعیۃ و الامور الحسبیۃ، بیروت، ہمارے سامنے موجود ہے اس کے حاشیہ پر آیۃ اللہ العظمیٰ امام خمینی"، آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ محمد علی اراکی" استاد امام خمینی"، آیۃ اللہ العظمیٰ سید ابوالقاسم خوئی" اور آیۃ اللہ العظمیٰ سید محمد رضا گلپایگانی" کے فتاویٰ بھی درج ہیں گویا یہ کتاب پانچ عالیقدر مراجع جہان شیعہ کے فتاویٰ پر مشتمل ہے اسکے صفحہ ۵۳۶ پر یہ تشہد لکھا ہے: ﴿ما فی موثقۃ ابی بصیر" وھی...... بسم اللّٰہ و باللّٰہ و الحمد للّٰہ و خیر الاسمآء للّٰہ...... اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ...... اشھد انک نعم الرب و ان محمداً نعم الرسول اللّٰھم صل علیٰ محمد و ال محمد و تقبل شفاعتہ فی امتہ و ارفع درجتہ﴾۔

ان مذکورہ بالا پانچ عالی قدر مراجع عظام نے اس کے حاشیہ پر شہادت ثالثہ کا تذکرہ تک نہیں کیا۔ اگر یہ تشہد میں ائمہ معصومین علیہم السلام سے مروی ہوتا تو اس کے متعلق یہ مراجع عظام ضرور خامہ فرسائی فرماتے۔ ان کے علاوہ دیگر متعدد بلند پایہ فقہاء و مجتہدین نے اس کتاب کو بطور خاص اپنے درس خارج کی بحث کا محور قرار دیا اور اس پر انتہائی اہم استدلالی حواشی تحریر فرمائے ہیں۔

(۱۴) آیۃ اللہ آقائے سید محمد حسن ترحینی عاملی نے شہید ثانی" کی مشہور فقہی استدلالی

کتاب ''شرح لمعہ'' کی مبسوط شرح بنام ''الزبدۃ الفقہیہ شرح روضۃ البہیہ'' جلد دوم، صفحہ ۲۱۳، طبع منشورات ذی القربیٰ قم المشرفہ میں ''والزیادۃ فی الثناء والدعاء'' کی تشریح و توضیح کرتے ہوئے بعینہا ان ہی الفاظ کے ساتھ یہ تشہد نقل فرمایا ہے فراجع الیھا۔

قارئین کرام! اس سے زیادہ دوسرے متون یا شروح، فقہ کی عبارت نقل کرنا باعث تطویل ہے، ارباب علم خود دیکھ سکتے ہیں احادیث وفقہ کی مشہور اور متداول کتب کے حوالہ جات آپ نے ملاحظہ کیے جن میں اس امر کی صراحت کی گئی ہے کہ نماز کے مستحب تشہد میں بھی دو شہادتوں کا ذکر موجود ہے مگر تیسری شہادت کا حکم نہیں دیا گیا اسی پر ائمہ اہل بیت علیہم السلام اور ان ہی کی تقلید وتاسی میں شیعہ فقہاء کا عمل اور اجماع محصل ہے۔

رواں صدی کے مراجع عظام و مجتہدین کے فتاویٰ

شیعہ کے تمام فقہاء و مجتہدین نے شہادت ثالثہ کو تشہد میں پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اپنے رسائل عملیہ توضیحات مسائل میں قطعی طور پر اسے درج نہیں کیا۔ اس سلسلے میں ہر مقلد کو چاہیئے کہ وہ ذرہ بھر چوں و چرا کے بغیر اپنے مرجع کی توضیح المسائل پر عمل کرے۔ غیبت کبریٰ سے لے کر بانیٔ انقلاب حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ السید روح اللہ الخمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ تک کسی مرجع نے اپنے رسالہ عملیہ میں نماز کے تشہد میں شہادت ثالثہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ تاہم کوئی اپنے آپ کو ''مجتہد'' قرار دے کر اس مسئلہ میں تمام فقہاء کی مخالفت پر کمربستہ ہو جائے تو اس کا کیا علاج کیا جا سکتا ہے۔ بہ طور مشتے از خروارے ہم یہاں بالاختصار صرف چند مشاہیر مراجع و مجتہدین کے فتاویٰ درج کیے دیتے ہیں ان کا قطعی و ناطق فیصلہ سنتے چلیے:

دنیائے شیعیت کی مشہور شخصیت، فقہ و اصول فقہ کے ہمہ گیر جامع استاد، مفخر عرفائے اعصار، مرجع فضلائے امصار آیۃ اللہ العظمیٰ السید ابو القاسم الموسوی الخوئیؒ سے

یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ پاکستان میں نماز کے تشہد میں شہادت ثالثہ ﴿اشہد ان علیاً ولی اللہ﴾ کا پڑھنا ایک ایسا امر ہے جس میں نزاع ہے۔

تو اس کے جواب میں آپ نے انتہائی واضح الفاظ میں فرمایا: ﴿بسمہ تعالیٰ از نجائیکہ اجزاء نماز محدود است و وبایستی طبق ادلہ شرعیہ انجام شود آنچہ اجازہ دادہ شدہ کہ در اثناء نماز آوردہ شود قرآن و دعا و ذکر خداوند و ذکر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است و شہادت ثالثہ اگرچہ بسیار مہم است ولی ہیچ کدام از این چہار نیست ولذا ملحق کلام آدمی است کہ در اثناء نماز جائز نیست گفتن آن و مبطل نماز است و اللہ العالم﴾

''بسمہ تعالیٰ۔ اس جہت سے کہ نماز کے اجزاء محدود ہیں شرعی دلیلوں کے مطابق ان کو بجالایا جائے نماز کے درمیان جن چیزوں کے بجالانے کی اجازت دی گئی ہے وہ قرآن، دعا اور ذکر خداوند اور ذکر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور شہادت ثالثہ اگرچہ بہت ہی اہم ہے لیکن وہ ان چار میں سے نہیں ہے بس اس لیے یہ کلام آدمی سے ملحق ہے اور نماز کے درمیان یہ جائز نہیں ہے اس کا پڑھنا نماز کو باطل کرتا ہے۔''

اسی طرح سرکار موصوف ایک اور ایسے ہی استفتاء کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: ﴿لا ریب فی ان الشہادۃ لعلی علیہ السلام بالولایۃ وان لم تکن جزءاً من الاذان و الاقامۃ الا انہا مستحبۃ بلا اشکال وقد ورد الامر بہا لخصوص عند الشہادۃ بالرسالۃ بلا تقیید بحال دون حال بل الشہادۃ بالولایۃ مکملۃ للشہادۃ بالرسالۃ و قد جرت سیرۃ العلماء علی الشہادۃ بالولایۃ منذ عہد بعید من دون نکیر من احدھم حتی اصبح ذالک شعاراً

للشیعة و ممیزاً لهم من غیرهم نعم لا یجوز ذالک فیما هو ممنوع منه فی
الدین ومن هنا لا تجوز الشهادة الثالثة فی الصلوٰة لان الدین منع عن کل
کلام فیها غیر القرآن و الذکر و الدعاء فلیس کل کلام مستحب فی
نفسه یجوز فی الصلوٰة مالم یکن قرآناً او ذکراً او دعاءاً﴾

''بلا شک وشبہ شہادتِ ولایت علیؑ اگرچہ اذان واقامت کا جزء نہیں ہے تاہم
بلا اشکال شہادت ولایت علیؑ مستحب ہے اوراس کے بارے میں حکم وارد ہوا ہے کہ خصوصاً
جب شہادت رسالت دوتو بلا قید وحال ہر مقام پر شہادتِ ولایت بجا لاؤ بلکہ شہادتِ
ثالثہ تکمیل شہادت رسالت ہے۔طویل عرصے سے علماءِ شیعہ کی یہی سیرت چلی آرہی
ہے۔کسی نے انکارنہیں کیا حتیٰ کہ آج یہ شہادت شیعہ کا شعار بن چکی ہے جس سے شیعہ
دوسرے فرقوں سے ممتاز ہوتے ہیں ہاں جہاں دین میں اس سے ممانعت وارد ہوئی ہے
وہاں یہ شہادت بجالانا جائزنہیں ہے یہی وجہ ہے نماز میں اس کی بجاآوری جائزنہیں ہے
چونکہ دین میں نماز کے اندر قرآن، ذکراور دعا کے علاوہ کسی چیز کا اضافہ جائزنہیں اور
ضروری نہیں کہ ہر مستحب کلام نماز میں بھی ادا کیا جائے جب تک وہ قرآن وذکراور دعا
میں سے نہ ہو۔'' (ان دونوں فتوؤں کے عکس اس کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں)

اسلام کے نیر تاباں حضرت آیت اللہ العظمیٰ السید روح اللہ الخمینی رضوان اللہ
تعالیٰ علیہ جن کے سامنے شیعہ دشمن طاقتوں کو پاش پاش ہونا پڑا اسے یہ استفتاء کیا گیا کہ:

﴿در بعضی از کشورهای خارجی افرادی دیده شده اند که در
تشهد نماز خود بعد از شهادتین یعنی شهادت توحید و رسالت،
شهادت ثالثه یعنی شهادت علیا ولی الله را می خوانند آیا شهادت
علی، امیر المومنین یا دیگر چیز بعد از شهادتین مستحب است یا

مبطل نماز است توضیح بفرمائید؟﴾

''ایران سے باہر بعض ممالک میں کچھ ایسے افراد دیکھنے میں آئے ہیں جو نماز
کے تشہد میں شہادتین یعنی شہادتِ توحید ورسالت کے بعد، شہادتِ ثالثہ یعنی شہادت علیؑ
ولی اللہ کو پڑھتے ہیں کیا شہادتِ علی امیر المؤمنینؑ یا کوئی دوسری چیز شہادتین کے بعد
(پڑھنا) مستحب ہے یا مبطل نماز ہے؟ اس کی وضاحت فرمائیں؟''

تو آپؒ اس کا جواب بایں الفاظ مرحمت فرماتے ہیں: ﴿باید تشهد نماز
به همان طور که وارد شده و متعارف است خوانده شود﴾

ضروری ہے کہ نماز کا تشہد اسی طرح پڑھا جائے جس طرح وارد ہوا ہے اور جو
معروف ہے۔(استفتاء آت مرجع تقلید جہاں تشیع حضرت امام خمینیؒ، ج ۱، صفحہ ۱۶۷، طبع
انتشارات اسلامی، قم)   (عکس کتاب کے آخر میں دیکھیں)

آقائے امام خمینیؒ نے اپنے رسالہ عملیہ اور اپنی ضخیم کتاب تحریر الوسیلہ جلد اول
صفحہ ۱۲۷ پر اور نماز کے اسرار ورموز اور عرفانی ابحاث پر مشتمل کتاب ''سر الصلوٰۃ''، فصل
۱۲، صفحہ ۲۱۱ ''فی سر التشہد والسلام (التسلیم)'' کے تحت تشہد درج کیا ہے اس میں شہادتِ
ثالثہ کا ذکر نہیں ہے۔

استاد الفقہاء حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ محمد باقر زنجانی نجفیؒ جو دقت نظر اور
وسعتِ معلومات میں یگانۂ روزگار تھے انہوں نے نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ کی
بجاآوری سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارقام فرماتے ہیں:

﴿واما الشهادة بالولایة فلا یؤتی بها فی اثناء الصلوٰة للاخبار
الخاصّة الناهیة عن ادخال الکلام فی اثناء الصّلاة الا ما کان ذکراً او قرآناً
او دعاء و الصلوٰة علی النبی من الدعاء دون الشهادة بالولایة﴾

"شہادتِ ثالثہ کو اثناءِ نماز میں نہیں بجالانا چاہیئے چونکہ اس سلسلہ میں خصوصی احادیث وارد ہیں جن میں نماز کے اندر سوائے ذکر خدا، قرآن اور دعا کے باقی پر اضافہ سے منع کیا گیا ہے اور پیغمبرؐ پر صلوات پڑھنا دعا میں داخل ہے مگر شہادتِ ثالثہ ان تینوں میں سے کسی کے ضمن میں نہیں آتی۔" (عکس کتاب کے آخر میں ملاحظہ کیجیئے)

ماضی قریب کی عہد آفرین شخصیت حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ السید محسن الحکیم طباطبائی قدس سرہ سے پوچھا گیا کہ شہادتِ ثالثہ "شہادت بولایت حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالبؑ" تشہد نماز میں اگر بقصد تیمن و تبرک پڑھی جائے تو کیا نماز اس فعل سے کالعدم ہوگی یا اس میں کسی قسم کا خلل پڑے گا یا یہ کہ ایماناً و اعتقاداً پڑھنا درست ہے؟ آپ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "تشہد نماز میں مذکورہ قصد سے پڑھنا جائز نہیں ہے اگر عالماً عامداً پڑھا جائے تو نماز باطل ہوگی۔"

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ السید محمد کاظم شریعتمدارؒ ارقام فرماتے ہیں: ﴿فان کلام الادمی ممنوع فی الصلوٰۃ و الشهادة بامرة امیر المؤمنین یعد من الکلام ولا یجوز الکلام فی الصلوٰۃ الا فیما ورد الاذان الخاص والنص بالخصوص وهذا بخلاف الاذان فتکفی فی مشروعیة الشهادة الثالثة فیه اذا لم یکن بقصد الجزئیة المطلقات و العمومات﴾ کلام آدمی نماز میں ممنوع ہے اور امیر المؤمنین علیہ السلام کی ولایت کی گواہی کلام سے شمار ہوتی ہے اور نماز میں کلام جائز نہیں ہے مگر ان امور کا جن کے بارے میں اذن خاص اور نص خاص وارد ہے اور اذان کا مسئلہ اس کے خلاف ہے چونکہ اگر اذان میں شہادتِ ثالثہ بقصد جزئیت نہ ہو تو اس کی مشروعیت (جواز) کے لیے عمومات اور مطلقات کافی ہیں۔

نجف اشرف کے مشہور مجتہد سماحۃ المرجع الدینی الاعلیٰ آیت اللہ العظمیٰ سید عبد

الاعلیٰ الموسوی السبزواری مستحبات تشہد کے بیان میں ارقام فرماتے ہیں:

﴿بسم اللّٰه و باللّٰه..... و اشهد ان ربی نعم الرب و ان محمداً نعم الرسول اللّٰهم صل علی محمد و ال محمد﴾ (مهذب الاحکام فی بیان الحلال والحرام، ج ۷، صفحہ ۵۵، ۵۶، مطبعۃ الآداب، نجف اشرف، ۱۹۷۸ء)

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الشیخ جواد تبریزی مدظلہ العالی سے تشہد میں شہادتِ ثالثہ پڑھنے سے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ﴿گفتن شهادت ثالثه در نماز باگفتن آں در اذان مختلف است و گفتن آں در اذان منعی ندارد بلکه از شعائر است ولی در نماز غیر از قرآن و دعا و ذکر خدا و پیامبر صلی اللّٰه علیه واٰله جائز نیست﴾ شہادتِ ثالثہ کا اذان میں کہنے کا حکم نماز سے مختلف ہے اذان میں کہنا کوئی مانع نہیں رکھتا بلکہ شعائر (تشیع) سے ہے مگر نماز میں قرآن، دعاء، ذکر خدا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کے علاوہ کہنا جائز نہیں ہے۔

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الشیخ صافی گلپایگانی دام ظلہ سے اس طرح سوال ہوا کہ ﴿احتراماً باتوجه به شرائط حساس پاکستان نظر مبارک خود را دربارهٔ قرأت شهادت ثالثه در تشهد نماز به طور صریح مرقوم فرمائید؟﴾

آپ نے یوں جواب دیا: ﴿تشهد نماز را هماں نحوی که ماثور است و در رسائل عملیه ذکر شد بخوانید و شهادت ثالثه را اضافه نکنید﴾ نماز کے تشہد کو اسی طریقہ پر جو منقول ہے اور رسائل عملیہ میں ذکر ہوا ہے پڑھیں اور شہادتِ ثالثہ کا اضافہ نہ کریں۔

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج شیخ محمد فاضل لنکرانی مدظلہ العالی سے پوچھا گیا

کہ ﴿شہادت بہ ولایت امیر مؤمنان علیہ السلام در اذان و اقامہ بہ چہ قصدی گفتہ می شود؟ و آیا صحیح است در تشہد بعد از شہادت بہ نبوت، شہادت بہ ولایت نیز گفتہ شود؟﴾

اذان اور اقامت میں ولایت امیر المؤمنینؑ کی شہادت کس قصد سے کہی جائے اور آیا یہ صحیح ہے کہ تشہد میں شہادتِ نبوت کے بعد شہادت ولایت علیؑ بھی کہی جائے؟

فرماتے ہیں: ﴿ہماں طور کہ در توضیح المسائل مسئلہ ۹۳۸ ذکر شدہ، شہادت بہ ولایت جزء اذان و اقامہ نیست ولی خوب است بہ قصد قربت گفتہ شود و تشہد نماز را ہماں طور کہ در مسئلہ ۱۱۲۲ توضیح المسائل بیان شدہ بخوانند﴾

جس طرح توضیح المسائل مسئلہ نمبر ۹۳۸ میں ذکر ہوا اسی طرح پڑھا جائے شہادتِ ولایت اذان واقامت کا جزء نہیں ہے لیکن بقصد قربت کہنا خوب ہے اور نماز کا تشہد اسی طرح پڑھا جائے جس طرح توضیح المسائل مسئلہ نمبر ۱۱۲۲ میں بیان ہوا ہے۔" [1]

(جامع المسائل ج ۲ صفحہ ۹۷ سوال نمبر ۲۸۹ طبع ایران)

---

[1] آیت اللہ فاضل نے جس تشہد کے پڑھنے کا حکم صادر فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ تمام واجب نمازوں کی دوسری رکعت، مغرب کی تیسری، نماز ظہر وعصر اور عشاء کی چوتھی رکعت میں دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھ جانا چاہیے اور بدن کے ساکن ہونے کے بعد تشہد پڑھنا چاہیے اور تشہد یہ ہے:

﴿اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ اللہم صل علی محمد و آل محمد﴾

علاوہ بریں انہوں نے توضیح المسائل، صفحہ ۳۰۸، مسئلہ نمبر ۱۱۲۵ میں مستحب تشہد بھی درج کیا ہے لیکن اس میں شہادت ثالثہ کا ذکر تک نہیں کیا۔ اگر شہادت ثالثہ تشہد میں مستحب ہوتی تو آپ یقیناً اس کا ذکر ضرور کرتے۔

حضرت آیت اللہ آقائے محمد شیرازیؒ فرماتے ہیں کہ مستحب تشہد اس طرح پڑھیے:

﴿بسم اللہ و باللہ والحمد للہ و خیر الاسماء للہ و الاسماء الحسنی کلہا للہ..... اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ ارسلہ بالحق بشیرا و نذیرا بین یدی الساعۃ و اشہد ان ربی نعم الرب و ان محمداً نعم الرسول﴾ اس کے فوراً بعد یہ کہے: ﴿اللّٰہم صل علی محمد و ال محمد...... و تقبل شفاعتہ وارفع درجتہ﴾

(کتاب الفقہ شرح العروۃ الوثقیٰ، ج ۴، صفحہ ۲۱۶، ۲۱۷، ناشر دار القرآن الحکیم ایران)

استاد کبیر حضرت آیت اللہ تقی طباطبائی قمی دام ظلہ، مبانی منہاج الصالحین، ج ۴، صفحہ ۵۷۶، باب التشہد، طبع بیروت، میں لکھتے ہیں: ﴿بسم اللّٰہ وباللّٰہ و خیر الاسماء للّٰہ اشہد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ و اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ..... اشہد انک نعم الرب و ان محمداً نعم الرسول اللّٰہم صل علیٰ محمد و ال محمد و تقبل شفاعتہ فی امتہ و ارفع درجتہ﴾

جناب آیت اللہ السید علی الحائریؒ متوفی ۱۳۶۰ھ فرماتے ہیں: "نماز کے مقررہ ارکان میں کسی قسم کی تبدیلی، زیادتی یا کمی نہیں ہوسکتی اس لیے تشہد نماز میں اداءِ شہادت ولایت کے لیے لوگ مامور نہیں کیے گئے۔"

(نمقہ خادم الشریعہ علی الحائری بقلمہ، محلہ شیعیان، موچی دروازہ لاہور)

برصغیر کے بطل جلیل سید العلماء آیت اللہ السید علی نقی النقویؒ متوفی ۱۴۰۸ھ رقم طراز ہیں: "تشہد میں کسی چیز کا اضافہ درست نہیں ہے۔" (علی نقی النقوی عفی عنہ)

قارئین باتمکین!

دامن اوراق میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے ان ہی فتاویٰ پر اکتفا کیا جاتا

ہے۔اب ذرا سطور ذیل میں درج کیے گئے مراجع عظام کے رسائل عملیہ کا چشم بصیرت
اور انتہائی تعمق و ژرف نگاہی سے مطالعہ فرما کر مزید تسلی و تشفی کر لیں۔

- ❁ آیۃ اللہ العظمیٰ سید حسین بروجردیؒ : توضیح المسائل صفحہ ۱۷۵۔
- ❁ آیۃ اللہ العظمیٰ سید محسن الحکیمؒ : توضیح المسائل صفحہ ۱۹۹۔
- ❁ آیۃ اللہ العظمیٰ سید ابوالقاسم الخوئیؒ : توضیح المسائل صفحہ ۲۰۵۔
- ❁ آیۃ اللہ العظمیٰ سید روح اللہ الموسوی خمینیؒ : توضیح المسائل صفحہ ۱۶۹۔
- ❁ آیۃ اللہ العظمیٰ سید محمد رضا گلپایگانیؒ : توضیح المسائل صفحہ ۱۸۵۔
- ❁ آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی سیستانی الحسینی دام ظلہٗ الوارف: توضیح المسائل صفحہ ۱۷۲۔
- ❁ شیخ المجتہدین آیۃ اللہ العظمیٰ محمد علی اراکیؒ : توضیح المسائل صفحہ ۱۹۸۔
- ❁ آیۃ اللہ العظمیٰ سید محمود الشاھرودیؒ : توضیح المسائل صفحہ ۲۰۵۔
- ❁ آیۃ اللہ العظمیٰ سید عبدالاعلیٰ سبزواریؒ : توضیح المسائل صفحہ ۲۵۴۔
- ❁ آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ مکارم شیرازی مدظلہٗ : توضیح المسائل صفحہ ۲۷۹۔
- ❁ آیۃ اللہ العظمیٰ سید محمد جواد تبریزی : توضیح المسائل صفحہ ۱۸۹۔
- ❁ آیۃ اللہ العظمیٰ سید محمد روحانی مدظلہٗ : توضیح المسائل صفحہ ۲۵۰۔
- ❁ آیۃ اللہ العظمیٰ حافظ بشیر حسین النجفی مدظلہٗ : توضیح المسائل صفحہ ۲۴۷۔
- ❁ آیۃ اللہ العظمیٰ لطف اللہ صافی گلپایگانی : توضیح المسائل صفحہ ۲۱۹۔

چوتھی صدی (غیبت صغریٰ) سے زمانہ حاضر تک کے ان درج بالا آیات عظام اور مجتہدین جن کے تبحر علمی، ثقاہت و فقاہت پوری علمی دنیا پر پوشیدہ نہیں ہے۔جن میں اکثریت سادات کی ہے جنہوں نے خون جگر سے گلشن تشیع کو لازوال بہاروں سے رونق بخشی، بعض نے جان عزیز کا نذرانہ پیش کر کے تاریخ کے بے شمار خونی اوراق رقم کیے اور

یوں مکتب اہل بیتؑ کو تا ابد سرفراز کر دیا۔اور اپنی علمی و عملی ضیاء پاشیوں سے تاریک کدۂ عالم کو بقعۂ نور بنایا ہے۔نقل کفر، کفر نباشد کے اصول کے تحت ہم ان شہادت ثالثہ در تشہد کے محرک انتہا پسند افراد سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ جسارت کی جا سکتی ہے کہ انہوں نے نماز کے تشہد میں شہادت ثالثہ اس لیے درج نہیں کی کیونکہ یہ سب ولایت علیؑ کے منکر ہیں؟ یا مقصر ہیں؟ (نعوذ باللہ) جبکہ آج دنیا بھر یعنی برصغیر پاک و ہند اور دیگر اسلامی ممالک میں کثیر تعداد انہی کے مقلدین کی ہے انہوں نے شہادت ثالثہ نہ خود پڑھی، نہ اپنے مقلدین کو پڑھنے کا حکم دیا اور نہ ہی اپنی توضیحات مسائل میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

امامؑ کی براہ راست تقلید کے دعویٰ کا ابطال

ایک المناک صورت حال یہ بھی ہے کہ اس وقت مرجعیت بلکہ پوری شیعیت کے خلاف بیگانے تو بیگانے رہے خود اپنوں کو استعمال کیا جا رہا ہے۔اور یہ بڑی بے دردی کے ساتھ سرگرم عمل ہیں۔اب دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہمیں زمانے کے پیش آمدہ جدید مسائل خواہ ان کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے، ہر پہلو کے حوالے سے اپنے مرجع تقلید کی طرف رجوع کرنا ہوگا یا ان کی توضیح المسائل سے دیکھ کر اس پر عمل کرنا چاہیے۔بارہ اماموں کا ہمیں یہی حکم ہے۔ظاہر ہے کہ مجتہدین و فقہاء ابرار اور ان کے جمع کیے ہوئے اخبار و آثار کے ذخیرے کے ذریعے ہی مذہب شیعہ ہم تک پہنچا ہے ان مقتدائے ارباب فہم کے ارشادات، ان کی کتب معتبرہ و متداولہ جو ایک نادر ذخیرہ کی صورت میں خلف کے لیے باقی رہ گئی ہیں کی نفی کرنے سے ہمارے ہاں کچھ رہتا ہی نہیں۔ان ہی کے طفیل ولایت اہل بیتؑ ہمارے قلب و ذہن میں جاگزیں ہوئی۔خدا نہ کرے اگر کوئی شخص تقلید سے منحرف ہو چکا ہے۔مجتہد اعظم کی بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں اور کہتا ہے کہ میں مولا علیؑ کی تقلید کرتا ہوں، مولا حسینؑ کی تقلید کرتا ہوں یا امام

زمانہؑ کی تقلید کرتا ہوں اور کسی جامع الشرائط مجتہد کا مقلد نہیں ہوں تو یہ بلاشبہ حکم امامؑ کی
خلاف ورزی ہے جو صریحاً ضلالت وگمراہی کا راستہ ہے۔ ایسے شخص کو فوراً توبہ وانابت
کرنی چاہیے کیونکہ سرچشمۂ علوم وحکمت ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے ہی ہمیں جامع
الشرائط مجتہد کی تقلید کا حکم دیا ہے جن کا شرعی اور فقہی مسائل میں التفات واشتغال ہمہ
وقت رہتا ہے۔ جیسا کہ گزشتہ ایک مبحث میں ہم بتا چکے ہیں۔ امام کی تقلید نہیں اطاعت کی
جاتی ہے اگر پھر بھی وہ اسی بات پر مصر ہے تو میں اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر کہتا
ہوں کہ چہاردہ معصومین علیہم السلام میں سے کسی امامؑ نے بھی تشہد میں علی ولی اللہ نہیں
پڑھا۔ مگر آج ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی پیروی کی بجائے الٹا شریعت سے استہزاء کیا جا
رہا ہے اور پھر مزید برآں یہ کہ ان کے شیعہ ہونے کا دعویٰ بھی دامن گیر ہے؟ ع

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

محبت کا تقاضا محبوب کی اتباع ہے

جناب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہما السلام کے ساتھ محبت ظاہر کرنے کا
معیار اگر نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ پڑھنا ہی ہے تو پورے چودہ معصومین علیہم السلام،
ان کے نائبین، مجتہدین وعلماءِ اعلام اور مؤمنین باتمکین نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ نہیں
پڑھتے تھے اور جو عہد حاضر میں موجود ہیں تو ان سب کے متعلق کیا خیال ہے؟ اور پھر اس
سے بڑھ کر یہ ظلم کہ آناً فاناً آگ بگولہ ہو کر جسے چاہیں مقصر وغالی بنا دیں اور جس کو
چاہیں موالی بنا ڈالیں۔ حالانکہ ائمہ اطہارؑ نے اس طرز عمل کی نفی فرمائی ہے البتہ مؤمن
ہمیشہ خدا ومصطفیٰؐ اور ائمہ ہدیٰؑ کے حکم کا تابع ہوتا ہے جیسا کہ حضرت امیر المؤمنین علیہ
السلام کا مشہور فرمان ہے: ﴿ان المؤمن لم یاخذ دینہ عن رائہ لکن اتاہ عن ربہ
تاخذ بہ﴾ مؤمن اپنا دین اپنی رائے سے نہیں لیتا بلکہ اس کا دین اللہ تعالیٰ کی طرف سے

آتا ہے اور وہ اس کو لازم پکڑ لیتا ہے۔ اب فرمائیے کہ شریعتِ اسلامیہ میں ذاتی پسند ونا
پسند کا معیار چہ معنی دارد؟ محبت کا معیار دراصل محبوب کی اتباع اور اس کی پیروی ہے۔
ولایت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جس سے محبت کی جائے اس کے نقش قدم کو خضر راہ بنایا
جائے۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ ع ان المحب لمن یحب مطیع، محبّ اپنے
محبوب کا مطیع اور تابع ہوا کرتا ہے لہٰذا جو لوگ حضرت علی علیہ السلام کی اتباع اور شریعتِ
مقدسہ کی پابندی کرنے والے ہیں درحقیقت وہی جناب امیر علیہ السلام کے محبّ اور صحیح
معنی میں مؤمن ہیں کیونکہ اتباع واطاعت کو ہی اصل معیارِ محبت قرار دیا گیا ہے۔

کہیں ہم بنی امیہ کی روش پر تو نہیں چل رہے؟

بنو امیہ کا عہد مسلمانوں کے زوال وانحطاط کا دور تھا۔ وہ اسلامی تعلیمات و
احکام سے قطعاً نابلد تھے۔ ان کے زمانہ میں ہر طرف ظلم وناانصافی، باہمی نفاق اور جنگ
وجدال کی تاریکی چھائی ہوئی تھی حتیٰ کہ روزمرہ ادا کی جانے والی عبادت (نماز) تغیر و
تبدل کا شکار ہوگئی تھی جو ان کے خوفِ خدا اور آخرت کی باز پرس سے غفلت وبے دینی کا
ثبوت ہے۔ بنو امیہ کے ہاتھوں دست برد اور تغیر وتبدل کا شکار ہونے والی عبادات میں
سے چند ایک یہ ہیں:

(۱) نماز میں بسم اللہ بالجہر کو ترک اور منع کرنا۔

(۲) نماز میں سورۂ الحمد کے بعد ”آمین“ کہنا ایجاد کیا۔

(۳) نماز کی تکبیرات کو ترک کرنا۔

(۴) نماز کے طریقہ میں عمومی تبدیلیاں۔

(۵) نماز عیدین میں خطبے کو مقدم کرنا۔

(۶) احکامِ دین میں عمومی اور ہمہ گیر تغیر وتبدل وغیرھا۔ [۱]

چنانچہ امام بخاری نے اموی عہد میں دین کے مکمل تغیر وتبدل پر دلالت کرنے والی ایک دو روایات انسؓ بن مالک صحابی سے صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب تضیع الصلوٰۃ عن وقتھا جلد اول صفحہ ۶۷ طبع مصر میں درج کی ہیں۔ اس سلسلے کی ایک روایت یوں ہے کہ امام شہاب الدین زہری کا بیان ہے کہ "میں دمشق میں حضرت انس بن مالک کے پاس گیا، دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں میں نے ان سے پوچھا: آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: ﴿لا اعرف شیئا مما ادرکت الا ھذہ الصلوٰۃ وھذہ الصلوٰۃ قد ضیعت﴾ جو دین میں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے عہد میں پایا تھا اس میں سے کوئی چیز مجھے اب دکھائی نہیں دیتی صرف یہ نماز ہے یہ بھی ضائع کر دی گئی ہے۔"

حافظ ابوداؤد طیالسی نے صحیح سند کے ساتھ "مسند" صفحہ ۲۷۱، رقم ۲۰۳۳، طبع حیدر آباد دکن میں مزید لکھا ہے کہ انسؓ بن مالک نے جب یہ بات کہی کہ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک کی کوئی چیز اس وقت نہیں دیکھ رہا تو راوی نے دریافت کیا:

یاابا حمزۃ والصلوٰۃ قال اولیس احدثتم فی الصلوٰۃ مااحدثتم

اے ابوحمزہ (انسؓ بن مالک) کیا نماز بھی اپنی حالت پر قائم نہیں رہی؟ تو انہوں نے جواب دیا کیا تم نے نماز میں وہ نئی چیزیں شامل نہیں کر رکھیں جو تم نے نئی چیزیں اختراع کی ہیں۔

مدینہ منورہ میں مروان بن حکم، معاویہ کی طرف سے گورنر تھا اس لیے نمازیں

۱۔ مزید برآں اس سلسلہ میں بنی امیہ کی طرف سے سنتِ رسول ﷺ کی پامالی اور دین اسلام میں تغیرات اور ان پر سیر حاصل تبصرہ کے لیے ہماری تازہ تصنیف "الھدیۃ السنیہ بجواب تحفہ اثنا عشریہ" کی پہلی جلد ملاحظہ فرمائیں۔

پڑھانا بھی اسی کی ذمہ داری تھی۔ چونکہ اموی حکمران عہد عثمانی سے ہی خود نمازیں پڑھاتے چلے آ رہے تھے۔ امام الانبیاء ﷺ کی بتائی ہوئی نماز پڑھنا پڑھانا انہیں انتہائی ناگوار تھا۔ عوام تو خاموشی سے اس صورتِ حال کو برداشت کر رہے تھے لیکن اسلام کا درد رکھنے والے بعض صحابی اس فعل پر ان کی شدید مذمت کرتے چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاری ؓ سے اسی نوعیت کا ایک واقعہ منقول ہے کہ وہ نماز کے معاملے میں مروان بن حکم کی مخالفت کیا کرتے اور اس کے ساتھ نماز نہ پڑھتے تھے۔

ایک دفعہ مروان نے ان سے پوچھ ہی لیا کہ آخر ایسا کرنے کا سبب کیا ہے؟ تو حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے صاف صاف فرما دیا: ﴿انی رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی صلاۃ ان وافقتہ وافقتک وان خالفتہ صلیت و انقلبت الی اھلی﴾ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اگر تو نے نماز میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت کی تو میں تیری موافقت کروں گا اور اگر تو نے آپؐ کی نماز کے طریقے میں مخالفت کی تو میں (الگ) نماز پڑھ کر واپس گھر چلا جاؤں گا۔

(ملاحظہ فرمائیں: المعجم الکبیر طبرانی، ج ۴، صفحہ ۱۵۶، حدیث نمبر ۳۹۹۳۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲، صفحہ ۴۰۹)

ان جلیل القدر صحابہ کرامؓ کے اس احتجاجی رویے سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ حکمران بنو امیہ سنت کے مطابق نہ نماز پڑھتے اور نہ ہی پڑھاتے تھے۔ ان صحابہ کرامؓ کی یہ صدائے احتجاج چراغ مصطفویؐ کے نور کو بچانے کی ایک کوشش تھی جس سے حق کے متلاشی اب بھی حق کی جستجو کیلئے استفادہ کر سکتے ہیں۔

ائمہ اہل بیتؑ نے نماز کو ہر قسم کے تغیر سے بچایا ہے

جب مولائے کائنات حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام نے بصرہ میں جا کر نماز پڑھائی تو جن لوگوں نے سید الکائنات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نمازیں پڑھی تھیں بے ساختہ بول اٹھے کہ اس عظیم ہستی نے آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد تازہ کر دی ہے۔ ضرغام سالب، اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالبؑ کے بارے میں صحابہ کرامؓ کی یہ بات آب زر سے لکھنے کے قابل ہے چنانچہ اس سلسلے میں صحیح مسلم باب اثبات التکبیر فی کل خفض و رفع فی الصلوٰۃ جلد اول ص ۱۶۹ کی روایت قابل ملاحظہ ہے:

"حضرت مطرفؓ بن عبداللہ سے مروی ہے: ﴿صلیت انا و عمران بن حصین خلف علی بن ابی طالب فکان اذا سجد کبر و اذا رفع راسہ کبر و اذا نھض من الرکعتین کبر فلما انصرفنا من الصلوٰۃ قال اخذ عمران بیدی ثم قال لقد صلی بنا ھذا صلوٰۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم او قال قد ذکرنی ھذا صلوٰۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم﴾ میں نے اور عمران بن حصینؓ نے حضرت علیؑ کے پیچھے نماز پڑھی وہ جب سجدے کرتے تو تکبیر کہتے اور جب سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے اور جب دو رکعات پڑھنے کے بعد کھڑے ہوتے تو اس وقت بھی تکبیر کہتے، جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو عمرانؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی طرح انہوں (علیؑ) نے نماز پڑھائی ہے یا یہ کہا کہ حضرت علیؑ نے مجھے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد دلا دی۔"

(کذا فی صحیح بخاری، ج ۱، ص ۹۴، طبع مصر، المعجم الکبیر، ج ۱۸، ص ۹۸/۹۷، طبع بغداد)

دیوبند کے امام العصر علامہ محمد انور شاہ محدث کاشمیری اسی صحابی رسولؐ حضرت عمران بن حصینؓ والی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ﴿قولہ صلیت خلف علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ای بالبصرۃ و دل الحدیث علی جریان التھاون فی اعداد التکبیر فی زمن الراوی﴾ بصرہ شہر میں حضرت علیؓ کے پیچھے نماز ادا کی، یہ حدیث راوی کے زمانے میں تکبیر کے عدد کے بارے میں انتہائی غفلت اور لاپرواہی کے عام ہونے پر دلالت کرتی ہے۔" (فیض الباری شرح صحیح بخاری، ج ۲، ص ۹۵، طبع ڈابھیل) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے بھی حضرت علیؑ کے پیچھے نماز پڑھی تو یہی بات کہی کہ آج علیؑ نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد دلا دی اور ساتھ یہ بھی کہا: ﴿کنا نصلیھا مع النبی اما نسیناھا و اما ترکناھا عمداً یکبر کلما خفض و کلما رفع و کلما سجد﴾ ہم اس کو بھول گئے یا جان بوجھ کر چھوڑ دیا (پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم) جب بھی اوپر اٹھتے یا نیچے جھکتے اور سجدہ کے وقت تو تکبیر ضرور کہا کرتے۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی، ج ۱، ص ۱۳۰، طبع دیوبند)

حضرت علیؑ کے بصرہ میں وارد ہونے سے پہلے وہاں بنوامیہ کے مقرر کردہ حکمران (ائمہ مساجد) تمام سفید و سیاہ کے مالک تھے۔ عام ملکی امور کے فیصلے کرنے اور مساجد میں نماز و جمعہ کی امامت انہی کے سپرد تھی انہوں نے چوبیس گھنٹے میں پانچ مرتبہ اجتماعی طور پر ادا کی جانے والی عبادت کو بعض صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں اس حد تک متغیر اور ناقص کر دیا تھا کہ جب وارث علوم پیغمبرؐ حضرت علیؑ وہاں پہنچے اور نماز پڑھائی تو عمران بن حصینؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو نماز کا بھولا بسرا طریقہ یاد دلا دیا۔ اسی تسلسل کے ساتھ باقی ائمہ اطہار علیہم السلام امت اسلامیہ کو پیغمبر گرامی قدر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتائی ہوئی نماز کی تعلیم دیتے رہے۔ ہر امامؑ نے اپنے عہد میں مسلمانوں کو یہی نماز یاد دلائی

لیکن جو لوگ شعوری یا لاشعوری طور پر بنی امیہ کے نظریات سے متاثر ہو کر ان کے ہمنوا ہو گئے انہوں نے بنی امیہ کے حکمرانوں کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتلائی ہوئی نماز کے اکثر ارکان کو نظر انداز کر دیا اور نسل انسانی کی اکثریت ہمیشہ گمراہ رہی ہے جو ابھی تک اسی راہ پر گامزن ہے۔ اللہ رب العزت نے اس امر کی بھی وضاحت فرما دی ہے: ﴿وَمَا اَکْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ﴾ ''اور آپ کتنے ہی خواہش مند کیوں نہ ہوں ان لوگوں میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔'' (سورۂ یوسف، آیت ۱۰۳) لیکن جو پاکباز لوگ ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے حلقہ بگوش اور ان سے وابستہ رہے، ان کی سیرت پر عمل پیرا ہو کر اپنی حیاتِ مستعار کے لمحات گزارے ان کی نماز وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم دی ہے۔ تمام اسلامی فرقوں میں سے صرف شیعیان حیدر کرارؑ ہی کو یہ سعادت حاصل ہے کہ ان کی نماز وہی ہے جو محمد وآل محمد علیہم السلام کی نماز ہے اور ہر قسم کی کمی و بیشی سے محفوظ ہے۔ ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے نماز کے تمام واجبات و مستحبات صرف زبان اقدس سے ہی نہیں بتائے بلکہ عملاً بجا لا کر امت اسلامیہ کو نماز کی تعلیم دی ہے۔ تفصیل کے لیے فروع کافی للشیخ کلینیؒ جلد سوم صفحہ ۳۱۱، وسائل الشیعہ للشیخ حر عاملیؒ جلد ۶، صفحہ ۲۵۷ اور دیگر شیعہ کی فقہی کتب دیکھی جا سکتی ہیں اور جو مسائل ہمیں ان نفوس قدسیہ سے دست بدست پہنچے ہیں اور ہمارے فقہاء نے ان کو اپنی فقہی و روائی دستاویزات میں محفوظ کیا ہے ان کو ''اصول مسائل متلقاۃ'' کہا جاتا ہے لہٰذا نماز وہی درست ہے جو آل محمدؐ کے حکم کے مطابق ہو۔ کیونکہ نماز کا تعلق عقیدت سے نہیں بلکہ حکم سے ہے جس چیز کا حکم خدا اور رسولؐ اور ائمہ معصومین علیہم السلام دیں وہی چیز نماز میں پڑھی جا سکتی ہے۔ ہم بجا طور پر فخر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری نماز دست بدست آئی ہے جو ہر کمی و بیشی سے محفوظ ہے۔

کیا شہادتِ ثالثہ در تشہد بوجہ تقیہ ترک کی گئی؟

امام الانبیاء نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور گیارہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے ادوار میں، ان کے بعد بارہویں امامؑ کے ظاہری دور میں، اس کے بعد غیبتِ صغریٰ اور کبریٰ کے زمانہ میں اسی تسلسل کے ساتھ چوتھی صدی ہجری سے لے کر پندرہویں صدی تک کہیں کسی موقع پر نماز میں شہادتِ ثالثہ کا عمل نہیں بجا لایا گیا اور نہ ہی اس کی بجا آوری کا حکم دیا گیا۔ اس سلسلہ میں بعض لوگوں کی جانب سے غیر ذمہ دارانہ گفتگو کی جاتی ہے اور بار بار اس بات پر اصرار کیا جاتا ہے کہ تشہد میں شہادتِ ثالثہ کو تقیہ کی بنا پر نہیں پڑھا گیا؟ تو اس سے متعلق جواباً گزارش ہے کہ یہ محض سطحی قسم کی ایک بات ہے تاہم بلاشبہ اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے کہ شیعوں پر محبت اہل بیتؑ کے ناقابل معافی جرم میں ناقابل بیان ظلم و ستم کی ایک طولانی تاریخ ہے بعض ادوار میں تقیہ جیسی شرعی رخصت سے استفادہ کرنا پڑا ہے مگر نماز ایک مخفی اور محدود عمل ہے جس میں تقیہ کا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا البتہ نماز میں ہاتھ کھولنے اور باندھنے کے عمل میں تقیہ کیا جا سکتا ہے چونکہ اس کا تعلق ظاہر سے ہے لیکن نماز کے تشہد میں تقیہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ اخفاتی عمل ہے۔ یہاں تقیہ کا تصور ہی ایک غیر معقول اور مضحکہ خیز ہے البتہ اذان کا معنیٰ ''اعلام'' ہے جس کی غرض و غایت بلند آواز کے بغیر پوری نہیں ہوتی، اگر انہوں نے ''علی ولی اللہ ۔۔۔۔۔'' اذان جیسے عمل میں شامل کر لیا ہے لیکن نماز میں شامل نہیں کیا، حالانکہ اس سے کسی قسم کا تصادم رونما ہونے کا خطرہ بھی لاحق نہیں تھا چونکہ نماز ہمیشہ آہستہ پڑھی جاتی ہے جبکہ تقیہ ہمیشہ ایسے عمل میں کیا جاتا ہے جو دوسروں تک واضح انداز میں پہنچے اور اس سے دوسرے متاثر ہوں، اذان جو بلند آواز سے دی جاتی ہے اس میں تقیہ ہو سکتا ہے۔

اول تو یہ کہ پہلے ہمیں حکم اولی اور حکم ثانوی کا فرق سمجھنا چاہیئے جبکہ تقیہ حکم ثانوی ہے ہر حکم کا موضوع ہوتا ہے اور موضوع کے موجود ہونے پر ہی حکم نافذ العمل ہوتا ہے بنابریں تشہد میں شہادتِ ثالثہ کے بارے میں تقیہ ثابت کرنے کے لیے یہ امر بھی ثابت کرنا ہوگا کہ حکم تقیہ کے تمام شرائط ہمیشہ ہر زمانے اور ہر مقام میں موجود تھے؟ جبکہ اس کائنات بسیط میں انسان کے حالات و کیفیات بدلتے رہتے ہیں۔ باطنی اور ظاہری حالت بھی مد و جزر کا شکار رہتی ہے۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ جب دفع ضرر بالفعل واجب ہو تو ایسے وقت میں تقیہ کرنا واجب ہو جاتا ہے لیکن اسے دوام و استمرار لازم نہیں ہے۔ ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے ادوار کو دیکھ لیجیئے بعض ائمہؑ کو پوری طرح تبلیغ کا موقع ملا اور بعض کا احاطۂ تبلیغ محدود رہا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے عہد مبارک میں علوم آل محمدؐ کی خوب اشاعت ہوئی اور مکتبِ تشیع کی ترقی و ترویج اپنے نقطۂ عروج پر نظر آتی ہے۔ ان کی محفل ایک مدرسۂ فکر و نظر تھی جہاں سے ہر باصلاحیت مؤمن علوم و کمالات کے جوہر حاصل کر کے قریب اور دور دراز علاقوں میں جا کر پوری آزادی کے ساتھ مذہب اہل بیتؑ کی تبلیغ میں منہمک تھا کوئی تاریخ نہیں بتلاتی کہ اس وقت نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ پڑھی جاتی ہو۔ خود امامؑ اور ان کے کسی صحابیؓ نے تشہد میں اسے نہیں پڑھا۔ بحمد للہ آج وہی نماز ہمارے پاس موجود ہے۔ چوتھی صدی ہجری میں آل بویہ کی شیعہ حکومت تھی کئی سال یہی حکومت برقرار رہی تاہم تشہد میں شہادتِ ثالثہ نہیں پڑھی گئی جبکہ اذان میں ''علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفتہ بلا فصل'' کی صدائیں بلند ہوتی رہیں۔ پانچویں صدی سے لے کر نویں صدی ہجری تک اہل تشیع کی تعداد میں مسلسل خاطر خواہ اضافہ ہوتا رہا۔ دسویں اور بارہویں صدی کے دوران صفوی خاندان کی شیعہ حکومت رہی۔ مذہبِ شیعہ کو سرکاری طور پر تسلیم

کیا گیا۔ اسی تسلسل کے ساتھ اذان میں شہادتِ ثالثہ پڑھی جاتی تھی لیکن تشہد میں شہادتِ ثالثہ کے پڑھنے کا ثبوت نہیں ملتا حالانکہ تقیہ کا زمانہ نہیں تھا ہمیشہ شیعہ حکومتیں رہی ہیں شیعہ پوری آزادی سے نمازیں پڑھتے تھے۔ بعد ازاں اسلامی انقلاب آیا جس کی ضوفشانیوں نے پوری دنیائے اسلام کو روشن اور تابندہ کر دیا۔ زمام حکومت نائب الامام خمینی قدس سرہ اور دیگر بلند پایۂ مجتہدین کے ہاتھ میں تھی اور اب بھی عالی قدر مجتہدین کی سرپرستی برقرار ہے تقیہ نہ ہے دنیائے شیعیت کی عظیم دانشگاہ نجف اشرف نائبین امام و مجتہدین کی جدوجہد سے چل رہی ہے مذہب اہل بیت علیہم السلام کی نشر و اشاعت ہو رہی ہے لیکن کسی جگہ بھی نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ نہ پڑھی جاتی ہے اور نہ ہی پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس بحث کا حاصل اور لب لباب یہ ہے کہ ماضی کی تاریخ اور حال کا مشاہدہ اس بات کا گواہ ہے کہ کوئی تقیہ نہیں ہوا در حقیقت تشہد میں کہیں بھی شہادتِ ثالثہ کی بجا آوری کا حکم نہیں دیا گیا۔

شہادتِ ثالثہ کے جواز میں دیئے گئے دلائل کے جوابات

پہلی دلیل:۔

فقہ الرضا صفحہ ۱۰۸ مطبوعہ قم، الحدائق الناضرہ جلد ۸، صفحہ ۴۵۱، مطبوعہ ایران، رسالہ قوانین الشرعیہ صفحہ ۳۲۵ طبع بیروت، بحار الانوار ج ۸۴ صفحہ ۲۰۹ طبع بیروت انوار شرعیہ از مولانا حسین بخش جاڑا مرحوم صفحہ ۵۷، ان سب کتب میں نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ کا پڑھنا لکھا ہے۔

جواب:۔

تشہد میں شہادتِ ثالثہ کے اثبات میں دیئے گئے درج بالا حوالہ جات بالکل

بے سود ہیں۔ اس لیے کہ محولہ کتب میں بیان کی گئی روایت کا اصل ماخذ ''فقہ الرضا'' یا ''فقہ الرضوی'' نامی کتاب ہے جس کا مؤلف ابھی تک معلوم نہ ہو سکا، اس لیے اس کی صحت مشکوک ہے۔ ایسی کتاب کی روایت کو مدار استدلال ٹھہرا کر مداخلت فی الدین کرنا شریعت اسلامیہ سے کھلی بغاوت ہے۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

(الف) بحار الانوار جلد ۸۴ صفحہ ۲۰۴ طبع مؤسسۃ الوفا بیروت میں یہ تشہد جس میں شہادتِ ثالثہ کا ذکر ہے فقہ الرضا سے نقل کیا گیا ہے۔ بحار الانوار[۱] اگرچہ احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہے لیکن اس میں ضعیف، موضوع اور صحیح ہر قسم کی روایات درج ہیں جیسا کہ حوزۂ علمیہ نجف وقم سے علم رجال و اصول حدیث کے متخصص استاد آیت اللہ آصف محسنی مدظلہ نے ان روایات کی صحت وعدم صحت پر ''مشرعۃ البحار'' کے نام سے دو جلدیں تحریر کی ہیں بلکہ خود علامہ مجلسیؒ نے بھی بحار کے مقدمہ میں اس امر کی وضاحت کر دی ہے اب صاحب نظر محقق کا یہ کام ہے کہ وہ ان روایات کی اصول حدیث کے تحت تحقیق کر کے ضعیف اور صحیح احادیث کے درمیان فرق واضح کرے۔ حالانکہ علامہ محمد باقر مجلسیؒ نے اسی کتاب باب التشہد واحکامہ صفحات ۲۸۷، ۲۸۹، ۲۹۰ پر روایت نمبر ۱۵، ۱۹، اور نمبر ۲۲ میں جو تشہد ''فلاح السائل''، ''دعائم الاسلام'' اور ''المعتبر'' کے حوالے سے لکھا ہے وہ فقہ الرضوی کی نسبت کہیں زیادہ مستند اور متفق علیہ ہے، جمہور شیعہ کا عمل بھی اسی پر

---

۱ جناب سید العلماء اپنی تصنیف ''تدوین حدیث'' ص ۳۱ طبع لکھنؤ میں بحار کی روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ ماننا ناگزیر ہے کہ موصوف (علامہ مجلسیؒ) نے نقل احادیث میں احتیاط سے کام نہیں لیا ہے اور اس لئے بحار میں غث وسمین سب کچھ نظر آتا ہے اور مراسیل کی بھرمار ہے یہی وہ چیز تھی جس کیلئے قدماء اصحاب اصول اربعہ ماۃ کا انتخاب اور محمدین قدماء نے کتب اربعہ کی تدوین کی تھی تاکہ غیر مستند روایات کا ذخیرہ ہماری احادیث میں مخلوط نہ ہونے پائے۔

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ مجلسی نے باب التشہد میں فقہ الرضا کا تشہد درج ہی نہیں کیا۔

(ب) حدائق ناضرہ جلد ۸ صفحہ ۴۵۱ تالیف شیخ یوسف بحرانی متوفی ۱۱۸۶ھ طبع مؤسسۃ النشر الاسلامی قم میں یوں ہے: ﴿قال فی الفقہ الرضوی فاذا جلست فی الثانیۃ...﴾۔ اس امر کو مد نظر رکھا جائے کہ شیخ یوسف بحرانیؒ فقط ناقل کی حد تک ہیں۔ چونکہ روایت نقل کرنا اس کا مستلزم نہیں کہ نقل کرنے والا خود اس کی صحت کا معتقد بھی ہے یہی وجہ ہے کہ صاحب حدائق نے ﴿افضل التشہد ما رواہ الشیخ فی الموثق عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ علیہ السلام... الخ﴾ کہہ کر اس تشہد کو اختیار کیا ہے جسے شیخ طوسیؒ نے موثق ذریعے سے بروایت ابو بصیرؒ امام جعفر الصادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے جس میں شہادتِ ثالثہ کا اضافہ نہیں ہے۔ اس سے خود مصنف کا نظریہ واضح ہو گیا ہے۔

(ج) مستدرک الوسائل جلد ۵، صفحہ ۱۷، ابواب التشہد میں فقہ الرضا سے نقل ہوا۔ جبکہ علامہ نوریؒ نے اپنی اسی کتاب کے صفحات ۸، ۹، ۱۰ پر شیخ صدوقؒ، شیخ طوسیؒ اور سید ابن طاؤسؒ کی تصنیف کردہ کتب معتبرہ ''المقنع''، ''مصباح المتہجد'' اور ''فلاح السائل'' سے جو مستحب طویل تشہد درج کیا ہے اس میں شہادتِ ثالثہ کا ذکر نہیں ہے۔ اصولی اعتبار سے ان مذکورہ کتب کے مقابل ایک مجہول المؤلف کتاب فقہ الرضوی (فقہ الرضا) کی کچھ حیثیت نہیں ہے کیونکہ اس سے ترجیح بلا مرجح لازم آتی ہے۔

(د) رسالۃ القوانین الشرعیۃ جلد ۱ صفحہ ۳۲۶ تالیف مولانا محمد علی طباطبائی[۱] میں ہے:

---

۱ ﴿ایک مضحکہ خیز لطیفہ﴾ مولانا موصوف شام کے باشندے ہیں۔ کچھ عرصہ اسلام آباد اور سندھ میں رہے۔ ان سے ایک مؤمن نے مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی آدمی نماز کے رکوع وسجود میں صرف یا علیؑ یا علیؑ پڑھتا رہے اس کی نماز ہو جاتی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں بے شک۔ وہ صرف یہی کلمات پڑھ لے اس کی نماز بالکل صحیح ہے۔ ﴿انا للہ و انا الیہ راجعون﴾۔ ''فکر ہر کس بقدر ہمت اوست'' سچ ہے

اذا کان الغراب دلیل قوم
سیھدیھم طریق الھالکینا

﴿ورد عن الامام الرضا علیہ السلام ......﴾ انہوں نے بغیر کسی تحقیق کے کتاب فقہ الرضا سے لفظ بہ لفظ نقل کر لیا ہے۔

(ہ) مولانا حسین بخش جاڑا صاحب نے اپنی کتاب انوار شرعیہ ص ۵۷ طبع اول، میانوالی میں شہادتِ ثالثہ والی روایت مستدرک الوسائل ہی سے نقل کی ہے جس کا ماخذ فقہ الرضا ہے لیکن جاڑا صاحب نے اپنی پوری زندگی میں عملی طور پر تشہد میں شہادتِ ثالثہ نہیں پڑھی۔ ہر چند کہ خود راقم السطور کو بھی ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھنے کے اکثر مواقع میسر آئے لیکن انہوں نے قطعی طور پر تشہد میں شہادتِ ثالثہ نہیں پڑھی اور نہ ہی اپنے مقتدیوں کو اسے پڑھنے کا حکم دیا۔ صرف کتاب میں لکھا ہوا ہونا اس امر کی دلیل نہیں بن سکتا کہ آیا صاحب کتاب خود بھی اس کا قائل اور عامل ہے جبکہ انہوں نے شہادتِ ثالثہ سے متعلق اپنا نظریہ اسی کتاب کے صفحہ ۵۷ پر یوں بیان کر دیا ہے کہ

"ائمہ طاہرین علیہم السلام نے نماز کا جو طریقہ تعلیم فرمایا ہے۔ وہ یہی ہے اس سے بڑھانا یا کم کرنا علماء کے بس میں نہیں ہے۔ تشہد میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی ولایت کی شہادت پر اصرار کرنا خواہ مخواہ کی موشگافی ہے کیونکہ درود میں سب آل محمدؐ شامل ہیں۔"[۱]

قارئین کرام! ہم متعدد معتبر و مستند اور ان سے بھی زیادہ مقدم و ثقہ کتب کے حوالے سے تشہد کے بارے میں تفصیلی بحث کر چکے ہیں۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ "فقہ الرضا" نامی کتاب کے مندرجات کو بغور و فکر ملاحظہ کر

۱۔ مزید برآں تفسیر انوار النجف جلد ۹ ص ۵۶ بذیل عنوان "کیفیۃ اذان و اقامت و نماز" لکھتے ہیں کہ دور حاضر کے مجتہد اعلم آقا محسن الحکیم طباطبائی فرماتے ہیں کہ تشہد میں ولایت علیؑ کی شہادت کا اضافہ مبطل نماز ہے پس احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ حد یقین سے آگے قدم نہ بڑھایا جائے۔

لینے کے بعد اس کی توثیق و تصدیق حضرت امام محمد تقی علیہ السلام، حضرت امام علی نقی علیہ السلام، حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور بارہویں سرکار عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ارشادات سے پیش کی جاتی تا کہ عوام کی آنکھیں روشن ہو جاتیں اور اصل ماخذ کی اہمیت و حیثیت بھی آشکارا ہو جاتی لیکن ہم نہایت وثوق کے ساتھ یہ بات کہیں گے کہ طلوع آفتاب قیامت تک اس کا ثابت ہونا ممکن نہیں ہے ع

این خیال است و محال است و جنون

مزید برآں "فقہ الرضا" نامی کتاب کی نسبت ثامن الائمہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف دینا ہی قطعاً درست نہیں ہے۔ اس کتاب کی صحت انتساب میں کلام ہے۔ اس کے ٹائٹل پر لکھا ہوا "المنسوب للامام الرضا علیه السلام" پر غور کیجئے جو اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ یہ کتاب امام علیہ السلام کی تالیف نہیں ہے اور یہ نسبت حقیقی نہیں بلکہ جعلی ہے۔ اس کتاب کی خود اندرونی شہادت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ امامؑ کی کتاب نہیں ہے، مثلاً "میں روایت کرتا ہوں"، "روایت کی گئی ہے"، "روایت کرتا ہے"، "ہم روایت کرتے ہیں" یہ اسلوب تحریر کسی معصوم امام کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ایک ہزار سال تک اس کتاب کا وجود نا معلوم رہا حتیٰ کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے بعد چار اماموں سے یہ کتاب کیوں مخفی رہی؟ انہوں نے اپنے شیعہ موالیوں بلکہ اپنے خاص اصحابؓ کو کیوں نہ بتایا؟ ان چار ائمہ علیہم السلام سے اس کتاب کے متعلق اشارہ تک ثابت نہیں ہے۔ اس کتاب میں ایسی باتوں کی بکثرت بھرمار ہے کہ جن کا امام علیہ السلام کی زبان مبارک سے صادر ہونا ہی ناممکن و محال ہے۔ اگر یہ کتاب امام علیہ السلام کی تالیف ہوتی تو شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ کے والد سرکار علامہ علی بن بابویہ قمیؒ یا خود رئیس المحدثین شیخ صدوقؒ اپنی بیش بہا تصنیف "عیون اخبار الرضا" میں یقیناً اشارہ ضرور کرتے۔ مزید برآں اس میں ایسے مسائل کی بھی کمی نہیں ہے جو نصوص متواترہ کے ساتھ متصادم ہیں چنانچہ اس کتاب میں:

﴿ورد عن الامام الرضا علیہ السلام .....﴾ انہوں نے بغیر کسی تحقیق کے کتاب فقہ الرضا سے لفظ بہ لفظ نقل کرلیا ہے۔

(ه) مولانا حسین بخش جاڑا صاحب نے اپنی کتاب انوار شرعیہ ص ۵۷ طبع اول، میانوالی میں شہادتِ ثالثہ والی روایت مستدرک الوسائل ہی سے نقل کی ہے جس کا ماخذ فقہ الرضا ہے لیکن جاڑا صاحب نے اپنی پوری زندگی میں عملی طور پر تشہد میں شہادتِ ثالثہ نہیں پڑھی۔ ہر چند کہ خود راقم السطور کو بھی ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھنے کے اکثر مواقع میسر آئے لیکن انہوں نے قطعی طور پر تشہد میں شہادتِ ثالثہ نہیں پڑھی اور نہ ہی اپنے مقتدیوں کو اسے پڑھنے کا حکم دیا۔ صرف کتاب میں لکھا ہوا ہونا اس امر کی دلیل نہیں بن سکتا کہ آیا صاحب کتاب خود بھی اس کا قائل اور عامل ہے جبکہ انہوں نے شہادتِ ثالثہ سے متعلق اپنا نظریہ اسی کتاب کے صفحہ ۵۷ پر یوں بیان کر دیا ہے کہ

"ائمہ طاہرین علیہم السلام نے نماز کا جو طریقہ تعلیم فرمایا ہے۔ وہ یہی ہے اس سے بڑھانا یا کم کرنا علماء کے بس میں نہیں ہے۔ تشہد میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی ولایت کی شہادت پر اصرار کرنا خواہ مخواہ کی موشگافی ہے کیونکہ درود میں سب آل محمدؑ شامل ہیں۔"[1]

قارئین کرام! ہم متعدد معتبر و مستند اور ان سے بھی زیادہ مقدم و ثقہ کتب کے حوالے سے تشہد کے بارے میں تفصیلی بحث کر چکے ہیں۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ "فقہ الرضا" نامی کتاب کے مندرجات کو بغور و فکر ملاحظہ کر

۱؎ مزید برآں تفسیر انوار النجف جلد ۹ ص ۵۶ بذیل عنوان "کیفیۃ اذان و اقامت و نماز" لکھتے ہیں کہ دور حاضر کے مجتہد اعلم آقا محسن الحکیم طباطبائی فرماتے ہیں کہ تشہد میں ولایت علیؑ کی شہادت کا اضافہ مبطل نماز ہے پس احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ حد یقین سے آگے قدم نہ بڑھایا جائے۔

لینے کے بعد اس کی توثیق و تصدیق حضرت امام محمد تقی علیہ السلام، حضرت امام علی نقی علیہ السلام، حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور بارہویں سرکار عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ارشادات سے پیش کی جاتی تا کہ عوام کی آنکھیں روشن ہو جاتیں اور اصل ماخذ کی اہمیت وحیثیت بھی آشکارا ہو جاتی لیکن ہم نہایت وثوق کے ساتھ یہ بات کہیں گے کہ طلوع آفتاب قیامت تک اس کا ثابت ہونا ممکن نہیں ہے ع

ایں خیال است و محال است و جنون

مزید برآں "فقہ الرضا" نامی کتاب کی نسبت ثامن الائمہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف دینا ہی قطعاً درست نہیں ہے۔ اس کتاب کی صحت انتساب میں کلام ہے۔ اس کے ٹائٹل پر لکھا ہوا "المنسوب للامام الرضا علیہ السلام" پر غور کیجئے جو اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ یہ کتاب امام علیہ السلام کی تالیف نہیں ہے اور یہ نسبت حقیقی نہیں بلکہ جعلی ہے۔ اس کتاب کی خود اندرونی شہادت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ امامؑ کی کتاب نہیں ہے، مثلاً "میں روایت کرتا ہوں"، "روایت کی گئی ہے"، "روایت کرتا ہے"، "ہم روایت کرتے ہیں" یہ اسلوب تحریر کسی معصوم امام کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ایک ہزار سال تک اس کتاب کا وجود نا معلوم رہا حتیٰ کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے بعد چار اماموں سے یہ کتاب کیوں مخفی رہی؟ انہوں نے اپنے شیعہ موالیوں بلکہ اپنے خاص اصحابؓ کو کیوں نہ بتایا؟ ان چار ائمہ علیہم السلام سے اس کتاب کے متعلق اشارہ تک ثابت نہیں ہے۔ اس کتاب میں ایسی باتوں کی بکثرت بھرمار ہے کہ جن کا امام علیہ السلام کی زبان مبارک سے صادر ہونا ہی ناممکن و محال ہے۔ اگر یہ کتاب امام علیہ السلام کی تالیف ہوتی تو شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ کے والد سرکار علامہ علی بن بابویہ قمیؒ یا خود رئیس المحدثین شیخ صدوقؒ اپنی بیش بہا تصنیف "عیون اخبار الرضا" میں یقیناً اشارہ ضرور کرتے۔ مزید برآں اس میں ایسے مسائل کی بھی کمی نہیں ہے جو نصوص متواترہ کے ساتھ متصادم ہیں چنانچہ اس کتاب میں:

کچھ ایسے متناقض مسائل واحکام ذکر کئے گئے ہیں جو شیعہ مسلمات بلکہ خود ائمہ اطہار علیہم السلام کے عمل اور فرمودات کے سراسر خلاف ہیں ہمارا دل نہیں چاہتا کہ اس کتاب کی متعلقہ عبارات نقل کی جائیں مگر بات سمجھانے اور حقیقت تک پہنچانے کے لیے دل پر پتھر رکھ کر فقہ الرضا کتاب کے چند عکس بطور نمونہ پیش کیے جارہے ہیں۔

وضو بمطابق فقہ الرضا:

(الف) (فقہ الرضا کی یہی روایت اہل سنت کی کتاب کنز العمال جلد۵ ص ۱۱۳ طبع حیدر آباد دکن میں پائی جاتی ہے) ایک روز حضرت علی علیہ السلام نے اپنے بیٹے محمد حنفیہ سے پانی منگوا کر جو وضو کیا وہ فقہ الرضا صفحہ ۶۹ اور ۷۰ پر ملاحظہ کیجئے۔ اسکا اصل عکس یوں ہے:

ونروي أن أمير المؤمنين عليه السلام ذات يوم قال لابنه محمد بن الحنفية: يا بني قم فائتني بمخضب[8] فيه ماء للطهور، فأتاه.

فضرب بيده في الماء فقال: بسم الله[9] والحمد لله الذي جعل الماء طهوراً ولم يجعله نجساً، ثم استنجى فقال: اللهم حصن فرجي واعفه، واستر عورتي، وحرمه على النار.

ثم تمضمض فقال: اللهم لقني حجتي يوم ألقاك ، وأطلق لساني بذكرك .

ثم استنشق فقال: اللهم لا تحرمني رائحة الجنة، واجعلني ممن يشم ريحها، وروحها وطيبها.

ثم غسل وجهه فقال: اللهم بيض وجهي، يوم تسود فيه الوجوه، ولا تسود وجهي، يوم تبيض فيه الوجوه.

ثم غسل يده اليمنى فقال: اللهم اعطني كتابي بيميني، والخلد (في الجنان)[10] بشمالي.

ثم غسل شماله فقال: اللهم لا تعطني كتابي بشمالي، ولا تجعلها مغلولة إلى عنقي، وأعوذ بك من مُقَطعات[1] النيران.

ثم مسح برأسه فقال: اللهم غشني برحمتك وبركاتك وعفوك .

ثم غسل قدميه فقال: اللهم ثبت قدمي على الصراط يوم تزّل فيه[2] الأقدام، واجعل سعيي فيما يرضيك عني .

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب امیرؑ نے وضو اس طرح فرمایا کہ کلی فرمائی، ناک میں پانی ڈالا، پھر اپنے چہرے کو دھویا، پھر اپنے دائیں ہاتھ کو اور پھر اپنے بائیں ہاتھ کو دھویا اور پھر سر کا مسح فرمایا اور پھر اپنے پاؤں کو دھویا۔

اس عربی عبارت کی ابتداء میں لفظ ''نروی'' اصول حدیث پر دسترس رکھنے والوں کے لیے قابل توجہ ہے؟

بلکہ اسی فقہ الرضا کے صفحہ ۷۹ پر لکھا ہے (اس کا اصل عکس ملاحظہ فرمائیے)

وإن غسلت قدميك ، ونسيت المسح عليهما، فإن ذلك يجزيك ، لأنك قد أتيت بأكثر ما عليك .

و قد ذكر الله الجميع في القرآن، المسح و الغسل، قوله تعالى: (وأرجلكم الى الكعبين)[2] أراد به الغسل بنصب اللام، و قوله: (وأرجلكم) بكسر اللام، أراد به المسح و كلاهما جائزان الغسل والمسح[3] .

کہ ''وضو میں پاؤں دھونا اور مسح کرنا دونوں جائز ہیں۔'' جبکہ یہ قرآن مجید کی آیت وضو کے بالکل خلاف ہے۔

نجس چمڑے پر نماز:

(ب) (یہ فقہ حنفی کا ہے نہ کہ شیعہ کا ملاحظہ تحفہ اثنا عشریہ ص ۹۴ کید صد وسوم طبع نولکشور) حرام جانور کا چمڑہ رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے اس میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ (فقہ الرضا صفحہ ۳۰۲ باب نمبر ۵۳) (اصل عکس)

و كذلك الجلد، فإن دباغته طهارته.

اسی کتاب کے صفحہ ۳۰۳ کا عکس حسب ذیل ہے:

وذكاة الحيوان ذبحه، وذكاة الجلود الميتة دباغته.

قرآنی سورتوں کا انکار:

(ج) (قطعاً شیعہ نظریہ نہیں ہے اس سلسلہ میں روایت مسند الامام احمد جلد ۱ ص ۱۲۹ المعجم الکبیر طبرانی روایت ۹۱۵۰ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۵۳۸ المطالب العالیہ لابن حجر عسقلانی ج ۳ ص ۴۰۲ میں دیکھی جاسکتی ہے) معوذتین یعنی سورۃ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس قرآن کا حصہ نہیں ہیں (فقہ الرضا صفحہ ۱۱۳) (اصل عکس)

واحدة[1] بصغرها[2]، و أن (المعوذتين) من الرقية، ليستا من القرآن دخلوها في القرآن و قيل: أن جبرئيل عليه السلام علمها رسول الله صلى الله عليه وآله[3].

فإن أردت قراءة بعض هذه السور الأربع فاقرأ (والضحى) و(ألم نشرح) ولا تفصل بينها و كذلك (ألم تركيف) و(لايلاف)[4].

و أما (المعوذتان) فلا تقرأهما في الفرائض، و لا بأس في النوافل.

میرے محترم!

ع جس کی بہار یہ ہو، اس کی خزاں نہ پوچھ

آذان اور فقہ الرضا:

اگر مندرجہ بالا امور جانتے ہوئے بھی فقہ الرضا کی روایت کے مطابق تشہد میں شہادتِ ثالثہ پڑھنے پر مصر اور بضد ہیں تو اگر طبائع نازک پہ گراں نہ گزرے تو اس میں بیان کی گئی تمام باتوں پر بھی عمل کریں اور اذان وہی دیں جو فقہ الرضا میں لکھی ہوئی ہے۔ (اصل عکس)

إعلم ـ يرحمك الله ـ أن الأذان ثماني عشرة كلمة، والإقامة سبع عشرة كلمة[1].

وقد روي أن الأذان والإقامة في (ثلاثة أوقات)[2]: الفجر و الظهر والمغرب، و صلاتين بإقامة هما العصر والعشاء الاخرة، لأنه روي خمس صلوات في ثلاثة أوقات[3].
والأذان أن تقول:

الله أكبر، الله أكبر، الله أكبر، الله أكبر
أشهد أن لاإله الا الله ، أشهد أن لاإله إلا الله
أشهد أنَّ محمداً رسولُ الله ، أشهدأن محمداً رسولُ الله
حيّ على الصلاة، حيّ على الصلاة
حيّ على الفلاح، حيّ على الفلاح
حيّ على خير العمل، حيّ على خير العمل
الله أكبر، الله أكبر
لاإله إلا الله ، لاإلهُ إلاّ الله[4] مرتين في آخر الأذان
و في آخر الإقامة مرة واحدة، ليس فيها ترجيع ولا تردد، ولا الصلاة خير من النوم.

اگر بقول ان کے یہ کتاب امام رضا علیہ السلام کی تصنیف ہے تو انہیں ہر فرمان پر عمل کرنا ہوگا کیونکہ حکم امامؑ کی خلاف ورزی، خلاف اسلام ہے یہ تو **أفتؤمنون ببعض الكتاب و تكفرون ببعض** والی بات بن جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شیخ حر عاملیؒ، سید الفقہاء سید احمد خوانساریؒ، آقائے آیۃ اللہ وحید بہبہانیؒ، سید المحققین سید حسن صدرؒ، آیۃ اللہ العظمیٰ سید ابوالقاسم الخوئیؒ، آیۃ اللہ العظمیٰ امام خمینیؒ اور دیگر بہت سے جلیل القدر علماء اعلام، فقہاء کرام اور اساطین علم و تحقیق جو فن حدیث، اس کے معارف اور اسماء الرجال پر وسیع نظر رکھتے ہیں، نے بڑے شد و مد سے ''فقہ الرضا'' نامی کتاب کی نسبت حضرت امام رضاؑ سے انکار و ابطال فرمایا ہے۔
چنانچہ جناب علامہ شیخ حر عاملی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ﴿**وعندنا ایضاً کتب لا نعرف مؤلفیها منها... الفقه الرضوی لا یعرف جامعه و راویته (الی ان قال) و امثال هذه الکتب لا یعتمد علی نقلها لکنه مؤید لغیره**﴾ ہمارے ہاں ایسی کتب بھی پائی جاتی ہیں جن کے مؤلف (ابھی تک) ہمیں معلوم نہ ہو سکے ان ہی میں سے ایک کتاب فقہ رضوی ہے جس کے جامع اور روایت کرنے والے کا پتہ نہ چل سکا۔ (امل الآمل ج ۲ صفحہ ۳۶۴ طبع تہران) اسی طرح رسالۃ ''فی تحقیق فقہ الرضا'' للسید

خوانساری"، صفحہ ۲۶ میں بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ حوزۂ علمیہ قم المقدسہ کے عظیم استاد محقق
علی الاطلاق حضرت آیۃ اللہ شیخ جعفر سبحانی دام مجدہ نے اپنی کتاب "موسوعہ طبقات
الفقہاء" میں کتاب فقہ الرضا کا امام رضا علیہ السلام کی تالیف نہ ہونے کی تصریح فرمائی
ہے جیسا کہ رقم طراز ہیں: ﴿کتاب الفقه الرضوی المطبوع المنتشر و لیس هو
من تصانیف الامام الرضا علیه السلام و انما تصدی لتألیفه فقیه عارف
بمتون الاخبار مطلع علی مطلقها و مقیدها عامها و خاصها فجرد المتون
عن الاحادیث و افتی بنفس لفظ الحدیث...... الخ﴾

"کتاب الفقہ الرضوی جو طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے یہ کتاب حضرت امام رضا
علیہ السلام کی تصانیف میں سے نہیں ہے اور اسے اخبار و احادیث کے متون کو جاننے
والے، مطلق و مقید اور عام و خاص پر اطلاع رکھنے والے کسی فقیہ نے تالیف کیا ہے جس
نے متون کو سند سے الگ کیا اور حدیث کے لفظوں ہی میں فتویٰ دے دیا۔" (موسوعہ
طبقات الفقہاء، ج ۱ صفحہ ۳۹۵ طبع مؤسسۃ الامام الصادق قم ایران)

فقہ الرضا نامی کتاب کے متعلق مراجع عظام کا فیصلہ

آیئے قارئین! اس متنازع کتاب کو پوری دنیائے اسلام کے عظیم الشان
مراجع عظام کی عدالت میں لے چلتے ہیں جن کی طرف خود امام علیہ السلام نے رجوع
کرنے کا حکم فرمایا ہے ہم ان سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ کتاب امام رضا علیہ السلام کی
تصنیف ہے یا نہیں؟ وہ اس کتاب کے بارے میں کیا فیصلہ صادر فرماتے ہیں انہوں نے
جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ ایک مشعل راہ کا کام دیتا ہے جس سے ہمارا موقف مضبوط ہو جاتا
ہے کتاب فقہ الرضا کے بارے میں آیۃ اللہ العظمیٰ سید ابو القاسم الخوئی عطر اللہ مرقدہٗ کا
آخری اور فیصلہ کن بیان دیکھنے کے لیے ان کے درس کی تقریرات پر مشتمل کتاب
"مصباح الفقاہۃ" جلد اول صفحہ ۲۵ تا صفحہ ۳۰، طبع دار الهادی بیروت، کا مطالعہ فرما کر

اپنے دل کی تسلی کر لیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں سیر حاصل بحث اور مکمل نقد و تبصرہ کرنے
کے بعد صفحہ ۲۹ پر بطور نتیجۂ کلام فرماتے ہیں: ﴿ثم انه مع الغض عن جمیع ما
ذکرناه فان فی الکتاب قرائن قطعیة تدل علی عدم کونه لمثل مولانا
الرضا علیه السلام بل هو رسالة عملیة ذکرت فیها الفتاوی و الروایات
بعنوان الافتاء کما یظهر لمن یلاحظه کیف و اکثر روایاته اما بعنوان روی
و رُوِی و نحوهما و اما نقل عن الرواة خصوصاً فی آخر الکتاب فانه ینقل
فیه کثیراً عن ابن ابی عمیر و زرارة و الحلبی و صفوان و محمد بن مسلم
و منصور و غیرهم علی ان فیه عبارات یقبح صدورها عن الامام علیه
السلام نظیر قوله جعلنی الله من السوء فداک و قوله فی باب القدر صف
لی منزلتین فان هذا القول ظاهر فی جهل القائل وهو مستحیل فی حق
الامامؑ الی غیر ذلک وقد نقل جملة منها فی المستدرک مع انه ذکر فیه
من الاحکام المتناقضة وما یخالف مذهب الشیعة بکثیر و حملها علی
التقیة بدیهی الفساد لما ورد فی هذا الکتاب ایضاً مما یخالفها بل
تکذیبهم و الازراء علیهم کما فی المتعة و الالتزام بالتفصیل بأن بعض
الکتاب املاء منه و بعضه الآخر لاحمد بن محمد بن عیسی الاشعری وان
موارد التقیة فی الکتاب انما هی فیما سمع منه تکلف فی تکلف و قول بلا
علم هذا کله ما یرجع الی نفس الکتاب و قد اجاد صاحب الفصول فی
بعض ما افاده هنا فلیراجع اذن فقد حق القول انه لو انیطف الاحکام
الشرعیة بمثل هذه المدارک فبین ایدینا البخاری و مسند احمد و
صحیح مسلم و علی هذا فعلی الفقه السلام﴾

"گزشتہ تمام بحث سے قطع نظر اس کتاب کے اندر ایسے قطعی قرائن اور شواہد

موجود ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ (فقہ الرضا) حضرت امام رضا علیہ السلام جیسی
معصوم ہستی کا کلام نہیں ہو سکتا بلکہ یہ ایک رسالہ عملیہ ہے جس میں فتاویٰ اور روایات کو
بطور فتویٰ ذکر کیا گیا ہے چنانچہ کتاب کو ملاحظہ کرنے والے حضرات سے پوشیدہ نہیں ہے
اور امام علیہ السلام کا کلام کیسے ہو سکتا ہے جبکہ اکثر روایات یا رُوِیَ کے یا رَوٰی وغیرہ
کے ذریعہ بیان ہوئی ہیں یا صرف راویوں سے روایت نقل کی گئی ہے خصوصاً کتاب کے
آخر میں بہت ساری روایات کو ابن ابی عمیر، زرارہؓ، حلبی، صفوان، محمد بن مسلم اور منصور
وغیرہ سے نقل کیا گیا ہے اس کے علاوہ اس کتاب کے اندر ایسی ایسی عبارتیں ہیں کہ جن کا
امام معصومؑ سے صادر ہونا قباحت سے خالی نہیں ہے مثلاً ایک مقام پر ہے "جعلنی اللہ
من السوء فداک" یا باب قدر میں فرمایا: "صف لی منزلتین" یہ کلمات قائل کی
جہالت کو ظاہر کرتے ہیں جو امامؑ کے لیے ممکن نہیں۔ ایسی بعض عبارات "مستدرک" میں
نقل کی گئی ہیں اس کے علاوہ کتاب فقہ الرضا میں باہمی متناقض احکام بیان کیئے گئے ہیں
اور ایسے احکام بھی جو مذہب تشیع کے خلاف ہیں ان عبارات کو تقیہ پر محمول کرنا بھی بدیہی
طور پر باطل ہے کیونکہ اسی کتاب میں بہت سے خلاف تقیہ احکام موجود ہیں بلکہ بعض
عبارتوں سے تو ائمہ اطہار علیہم السلام کی تکذیب اور توہین لازم آتی ہے جیسے باب متعہ
میں ہے اور یہ موقف اختیار کرنا کہ کتاب کا کچھ حصہ امام رضا علیہ السلام کی املاء ہے اور
کچھ حصہ احمد بن محمد بن عیسیٰ اشعری کی املاء ہے اور یہ کہ مقام تقیہ وہ مقام ہے جس میں
امامؑ کی املاء ہے، یہ کہنا تکلف در تکلف ہے اور علم و یقین کے بغیر ہرزہ سرائی ہے یہ کتاب
فقہ الرضا کا حال ہے۔ صاحبِ فصول نے اس سلسلے میں بڑی عمدہ بحث کی ہے پس حق تو
یہ ہے کہ اگر احکام شرعیہ کا دار و مدار اس قسم کے مدارک پر ہو تو ہمارے سامنے بخاری،
مسند احمد اور صحیح مسلم بھی ہیں بنابریں ایسی فقہ کا خدا حافظ"

اور اگر پھر بھی کچھ شبہ رہ گیا ہو تو لیجیے اب نائب الامام روح اللہ خمینی قدس سرہٗ

کی نجف اشرف کے فقہی دروس پر مشتمل "کتاب البیع" جو پانچ ضخیم جلدوں میں
ہے، سے اس انتساب کی نفی پیش کرتے ہیں آپ اس کی پانچویں جلد میں فقہ رضوی (فقہ
الرضا) کے متعلق فرماتے ہیں: ﴿و اما الفقه الرضوی فلا ینبغی الاشکال فی انه
لیس من تصنیفات الرضا علیه السلام کما لا یخفیٰ علیٰ من راجعه و تدبر
فی تعبیراته بل هو علیٰ ما یظهر منه تصنیف عالم ذی قریحة مستقیمة و هو
مشتمل علیٰ روایات مرسلة و فتاویٰ من صاحبه و ماحکی عنه فی المقام
بلفظ روی یکون مضمونه قریباً من سائر الروایات ولا سیّما مرسلة جمیل
وما حکی عنه بلا لفظة روی یکون علی الظاهر﴾

"جہاں تک فقہ رضوی کا تعلق ہے تو بلا اشکال یہ کتاب امام رضا علیہ السلام کی
تصنیف نہیں ہے جیسا کہ کتاب کے ملاحظہ کرنے اور اس کی تعبیرات میں غور و فکر کرنے
والے سے مخفی نہیں ہے بلکہ ایسا لگتا ہے کہ کسی مستقیم الطبع آدمی کی تصنیف ہے اس میں کچھ
روایات مرسل ہیں کچھ صاحب کتاب کے اپنے فتاویٰ ہیں جو بات رُوِیَ کے الفاظ سے
نقل کی گئی ہے اس کا مضمون دیگر روایات سے قریب تر اور ملتا جلتا ہے اور جو لفظ رَوٰی
سے باتیں نقل ہوئی ہیں وہ بظاہر صاحب کتاب کا اپنا فتویٰ ہے"

(کتاب البیع، ج ۵، صفحہ ۲۱، ناشر مؤسسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینیؒ تہران)

علامہ شیخ محمد حسن نجفیؒ "کتاب فقہ الرضا کے بارے میں لکھتے ہیں: واما
الرضوی فلیس بحجة عندنا "فقہ الرضا ہمارے ہاں قابل استدلال نہیں
ہے"۔ (جواہر الکلام، جلد ۶، صفحہ ۱۴۰، طبع تہران)۔ اسی طرح آیۃ اللہ شہید باقر الصدرؒ
نے فقہ الرضا نامی کتاب کے متعلق ساقط السند کہا ہے، ملاحظہ ہو بحوث فی شرح العروۃ
الوثقیٰ، صفحہ ۸۴، طبع نجف)

محترم قارئین! فقہ الرضوی (فقہ الرضا) نامی کتاب کے بارے میں اس دور کی

مقتدر علمی و روحانی شخصیات بھی اس کتاب کے امامؑ سے انتساب کی عدم صحت پر متفق ہیں۔ ان کی تحقیق انیق کے تناظر میں دیکھیں تو بات آپ کے سامنے واضح ہوگئی ہے کہ اس مجهول المؤلف کتاب کے اکثر مندرجات اور مشتملات نا قابل عمل ہیں۔ درج بالا کتب کی مراجعت کے بعد اب اس موضوع پر مزید تبصرے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ ذہین وفطین قارئین خود ان تصریحات سے بخوبی منطقی نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں مشہور شیعہ علماء نے فقہ الرضا نامی کتاب کے رد میں نہایت تحقیقی کتب تصنیف فرمائی ہیں اور ہر لحاظ سے اسے نا قابل اعتماد و استناد سمجھا ہے، چنانچہ ماضی قریب کے برجستہ فقیہ محدث سید حسن الصدر عاملیؒ نے ایک انتہائی محققانہ کتاب "فصل القضاء فی الکتاب المشتہر بہ فقہ الرضا" رقم کر کے ٹھوس دلائل سے اس نسبت کی نفی فرمائی ہے۔ جناب آیۃ اللہ سید محمد ہاشم اصفہانی آل صاحب روضات الجنات نے "تحقیق حول کتاب فقہ الرضا" کے نام سے کتاب تحریر کی اور فخر المحققین آقای رضا استادی مدظلہ مسئول حوزۂ علمیہ قم نے "تحقیقی پیرامون کتاب فقہ الرضا" تصنیف فرما کر ثابت کر دیا کہ یہ کتاب امام علیہ السلام کی املاء کردہ نہیں ہے[1] اس بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب اصل ماخذ ہی غلط ہے تو اس میں درج روایت خود بخود کمزور وضعیف اور نا قابل عمل ہو جاتی ہے۔ ثابت ہوا کہ فقہ الرضا کی نسبت حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف کرنا غیر منصفانہ طرز عمل ہے۔ بفرض محال چند لمحوں کیلئے اس کتاب کو امامؑ کی تصنیف مان ہی لیا جائے تو اس کتاب کے مندرجات کی وجہ سے خود امام علیہ السلام غیر معصوم قرار پاتے ہیں جو سراسر شیعہ عقیدہ کے خلاف ہے۔

۱۔ یہ کہنا کہ "احمد بن سکین کی فرمائش پر حضرت امام رضا علیہ السلام نے یہ کتاب انہیں املاء کرائی تھی" قطعاً غلط ہے اس لیے کہ تمام متداول رجال کی کتابوں میں احمد بن سکین کا کہیں بھی نام ونشان تک موجود نہیں ہے۔ اگر اس نام کا کوئی آدمی امام علیہ السلام کا صحابی ہوتا تو یقیناً شیعہ کتب رجال میں کم از کم اس کا تذکرہ ضرور ہوتا۔ البتہ یہ وہم صرف کوتاہ نظری کی کمی کا نتیجہ ہے۔

دوسری دلیل:۔

فقہ مجلسی المعروف فقہ کامل (فارسی) صفحہ ۳۱ اور القطرۃ من بحار مناقب النبی و العترۃ، صفحہ ۲۲۱، اور تحفۂ احمدیہ از مولانا سید ناصر ملت، ج ۱، صفحہ ۱۵۵ پر تشہد میں شہادتِ ثالثہ کا ذکر موجود ہے...... اور نص کے مقابل میں اجتہاد مردود ہے۔

جواب

کتاب "فقہ کامل" ملا محمد تقی مجلسیؒ کی تصنیف کردہ نہیں ہے اس لیے کہ اس کی لوح پر مصنف کے نام کی جگہ صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ:

این کتابیست در فقہ امامیہ منسوب است بعلامہ مجلسی طاب ثراہ

"یہ کتاب فقہ امامیہ میں علامہ مجلسیؒ کی طرف منسوب ہے"

یہ "منسوب" کا لفظ واضح کر رہا ہے کہ اس لوح کے ترتیب دینے والے کے نزدیک خود یہ بات یقینی نہیں ہے کہ اس کے مؤلف علامہ مجلسیؒ ہیں لہٰذا لفظ "منسوب" ہی اس بات کو کمزور کرنے کیلئے کافی ہے کہ یہ رسالہ علامہ مجلسیؒ کی تصنیف ہے۔

مزید برآں یہ کہ ان کی دوسری کسی کتاب میں یہ اضافی الفاظ نہیں پائے جاتے مثال کے طور پر من لا یحضرہ الفقیہ کی بڑی شرح "روضۃ المتقین" جلد ۲ صفحہ ۳۵۳ تا ۳۵۵، طبع کوشانپور، ایران میں حضرت ابو بصیرؓ سے مروی تہذیب الاحکام والا طویل موثق تشہد ہی نقل کیا گیا ہے کہ جس میں شہادت ثالثہ موجود نہیں ہے لہٰذا یہ رسالہ ان کا نہیں ہے بلکہ ان کی طرف منسوب ہے جبکہ اُصولی علماء نے کہا ہے: **قولھم نسب الی فلان اشارۃ الی انہ لم یثبت... الخ.** کسی کی طرف نسبت کا اشارہ ہی اس چیز کے ثابت نہ ہونے کی دلیل ہے (مسلم الثبوت، صفحہ ۲۷، حاشیہ نمبر ۱۰، طبع دہلی)۔

کتاب فقہ کامل کی حقیقت:

اس کتاب کے نام میں ہی اختلاف ہے بعض نسخوں میں فقہ مجلسیؒ اور قدیم نسخوں میں فقہ امامیہ اور فقہ فارسی لکھا ہے، البتہ جدید طبع میں فقہ کامل کے نام سے آئی ہے۔ اس کتاب کو علامہ باقر مجلسیؒ کی طرف منسوب کیا گیا ہے جیسا کہ علامہ بزرگ طہرانی بعنوان ''فقہ مجلسیؒ'' کے ذیل میں لکھتے ہیں: **رسالة فتوائية فارسية فی جميع ابواب الفقه من الطهارة الی الديات، منسوبة الی المجلسی مولی محمد باقر و فی آخره... تمت الكتاب بعون الله الملك الوهاب فی احدی عشر شهر شوال فی ۱۰۳۹ و علی هٰذا التاريخ لو صدقت النسبة فانما هی للمجلسی الاول والد المولیٰ محمد باقر المجلسی، حيث ان المجلسی مولیٰ محمد باقر ولد قبل هٰذا التاريخ بسنة او سنتين... و مر "فقه الفارسی" واحتمال انتسابه.**

اب بزرگ طہرانیؒ کہتے ہیں کہ اس کتاب کو ۱۰۳۹ ہجری میں مکمل کیا گیا ہے، اس تاریخ کی بنا پر اگر یہ نسبت سچی ہو تو یہ کتاب مجلسی اوّل والد مولانا باقر مجلسیؒ کی ہو سکتی ہے کیونکہ ۱۰۳۹ ہجری میں علامہ باقر مجلسیؒ ایک یا دو سال کے تھے۔ رہی اس رسالہ کی نسبت ملا محمد تقی مجلسیؒ کی طرف تو یہ بھی یقینی نہیں بلکہ اس کا بھی احتمال ہے چنانچہ اس سلسلہ میں علامہ بزرگ طہرانیؒ فرماتے ہیں: **يحتمل ان يكون تاليف الجرجانی.. او المجلسی الاول** "احتمال ہے کہ اس کے مؤلف حسن بن غیاث الدین جرجانی یا مجلسی اوّل ملا محمد تقی ہوں"۔ (الذریعہ الی تصانیف شیعہ، جلد ۱۶، صفحہ ۲۹۴ تا ۲۹۷، طبع دار الاضواء، بیروت)

اس تصریح سے واضح ہوا کہ یہ رسالہ مختلف چار ناموں سے شائع ہوا اور مؤلف جن کی طرف نسبت دی گئی ہے، تین بنتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ علامہ بزرگ طہرانیؒ نے بھی اس کتاب کو مشکوک النسب قرار دیا ہے۔ پہلے اسے علامہ محمد تقی مجلسیؒ یا حسن بن غیاث الدین

جرجانی کی طرف منسوب کیا پھر علامہ محمد باقر مجلسیؒ کی طرف نسبت کا ذکر کیا ہے۔ بعد ازاں **و مرة (فقه الفارسی) و احتمال انتسابه** (اور یہ کتاب (فقہ مجلسی) فقہ فارسی کے نام سے ہے اس کی نسبت میں احتمال کا ذکر گزر چکا ہے) کے الفاظ لکھ کر اس کتاب کی نسبت کو مشکوک قرار دیا ہے۔

علاوہ ازیں کسی کتاب میں کسی چیز کا صرف لکھا ہوا ہونا ہی اس کی صحت کے لیے کافی نہیں ہوتا اور بموجب ''**فما كل منقول صحيح**'' ہر نقل کی ہوئی بات صحیح بھی ہو ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ روایت و درایت کے اصولوں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ اصل ماخذ فقہ مجلسی ہے۔ حقیقت حال کچھ یوں ہے کہ آقائے سید احمد رضی الدین مستنبطؒ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ علیہم السلام کے فضائل و مناقب میں ''القطرة من بحار مناقب النبی و العترة'' کے نام سے ایک کتاب دو جلدوں میں تحریر کی ہے اس اور موضوع کے نام سے یہی ظاہر ہے کہ یہ کوئی فقہ کی کتاب نہیں ہے۔ صاحبِ القطرة نے اسے فقہ مجلسیؒ کے حوالے سے بروایت حضرت ابو بصیرؒ بلا سند تحریر کیا ہے۔ ان کے اصل الفاظ یہ ہیں:

﴿والرواية مذكورة فی رسالة معروفة بفقه المجلسی قدس سره مطبوعة فی صفحة ۲۹ ما هذا لفظه.....﴾ (القطرة، جلد اول، صفحہ ۲۲۱، باب ۸ طبع نجف سن اشاعت ۱۳۷۴ھ) لیکن فقہ مجلسیؒ کی عبارت کو شہادتِ ثالثہ در تشہد کے سلسلے میں بطور ثبوت پیش کرنا بھی محل نظر ہے کیونکہ شیعہ محدثین کا فیصلہ یہ ہے کہ **﴿این روایت معمول به نزد فقهاء نه شده است بلكه اجماع برخلاف این منعقد گشته﴾** ''یہ روایت فقہاء کے نزدیک معمول بہ نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف اجماع فقہاء منعقد ہوا ہے۔'' تو پھر اس پر عمل کیونکر جائز ہوگا۔ علاوہ ازیں رہ گئی رجال سند کی بحث تو ہم نے بڑے بڑے فقہاء و افاضل شیوخ کی کتابوں کو چھان ڈالا لیکن اس سلسلہ میں تتبع اور تلاش بسیار کے باوجود ہمیں اس روایت کی سند نہ مل سکی۔ بایں وجہ یہ روایت مقطوع

السند ہے۔علامہ مجلسی مرأۃ العقول جلد اصفحہ ا پر لکھتے ہیں ﴿ لا بد من الرجوع الی الاسانید لترجح بعضها علی بعضٍ عند تعارض ﴾ ''تعارض کے وقت بعض احادیث کو دوسری بعض پر ترجیح دینے کے لئے سند کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے'' چونکہ تعارض کے وقت سندِ حدیث بھی متنِ حدیث کی صحت کی دلیل ہوا کرتی ہے اگر سند صحیح ہے تو متن بھی صحیح ہے سند کی صحت کے بعد متن حدیث قابل عمل ہوتا ہے۔مزید برآں حدیث کے قواعد وضوابط کے مطابق جن مرویات کو شہرت و کثرت اور تعامل حاصل ہے وہ معتبر و مستند ہونگی تو اس قاعدے کی رو سے جس روایت میں شہادتِ ثالثہ در تشہد کا ذکر ہے اسے نا قابل قبول اور غیر معتبر قرار دیا جائے گا اصولی علماء کے نزدیک مشہور ضابطہ ہے کہ ﴿الثقة اذا شذ لا یقبل ما شذ فیه ﴾ یعنی اگر ثقہ راوی بھی معروف روایات کے مقابلہ میں شاذ روایت لائے تو وہ قبول نہیں کی جاتی ہے۔کیونکہ وہ بلا سند روایت جس میں شہادتِ ثالثہ کا اضافہ ہے دوسری صحیح اور معروف احادیث کے بالمقابل پائی جاتی ہے نیز شہرت کے مخالف ہے اس وجہ سے قابل اعتبار نہیں۔اس لیے کہ یہ روایت ان اصولوں پر پوری نہیں اترتی۔[1]

---

[1] علماءِ اصول حدیث نے وجوہ ترجیح حدیث کے متعدد قواعد وضوابط بیان کیے ہیں جیسا کہ مشہور اصولی مجتہد حسنؒ بن زین الدین عاملی (شہید ثانیؒ کے فرزند) کی شہرۂ آفاق تصنیف ''معالم الاصول'' جو صدیوں سے شیعہ مدارس اور حوزہ ہائے علمیہ نجف وقم میں درسی نصاب کے طور پر پڑھائی جارہی ہے اس میں بعنوان ''خاتمہ فی التعادل والترجیح'' کے ذیل میں باعتبار سند ایک قاعدہ وضابطہ یوں بیان کیا ہے: ﴿کثرة الرواة کان یکون رواة احد هما اکثر عدداً من رواة الاخر فیرجح ما رواته اکثر لقوة الظن اذ العدد الاکثر ابعد عن الخطاء من الاقل ﴾ ایک دلیل کے راوی کثیر تعداد میں ہوں اور اسکے مقابل دوسری دلیل کے راوی قلیل ہوں تو جس کے راوی زیادہ ہیں اسکو ترجیح دی جائیگی اور اسے قبول کیا جائیگا اس لیے کہ کثیر عدد بہ نسبت قلیل عدد کے خطاء اور غلطی سے محفوظ ہوتا ہے۔'' (ملاحظہ ہو: معالم الاصول، صفحہ ۲۳۳، طبع ایران، ۱۲۹۷ھ) اس قاعدہ کے تحت کتب اربعہ کے بالمقابل فقہ مجلسیؒ اور فقہ الرضا وغیرہ کی روایت متروک قرار پائیگی اور اصولی اعتبار سے بھی کتب اربعہ کو یقیناً تقدیم حاصل ہے۔

تعارض واختلاف روایات کے وقت مشہور حدیث کو ترجیح دی جاتی ہے۔اس سلسلہ میں خود معصومؑ کا فرمان ہے: ﴿ خذ ما اشتهر بین اصحابک دع الشاذ النادر ﴾ ''جو روایت تمہارے اصحاب میں مشہور ہو اس سے تمسک کرو اور شاذ و نادر کو چھوڑ دو۔'' چنانچہ علامہ احمد بن علی الطبرسی احتجاج طبرسی صفحہ ۲۹۵ مطبوعہ نجف میں مندرجہ بالا حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں و روی عنهم علیهم السلام انهم قالوا اذا اختلف احادیثنا علیکم فاخذوا لما اجتمعت علیه شیعتنا انهم لاریب فیه. ''ائمہ علیہم السلام سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب ہماری احادیث میں تمہارے ہاں اختلاف ہو جائے تو جس روایت پر ہمارے شیعوں کا اتفاق ہو اس پر عمل کرو کیونکہ اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہوتا۔مجہول روایت کی وجہ سے جمہور فقہاء بلکہ پورے تشیع کی مخالفت کرنا قرین عقل وانصاف نہیں ہے۔

ثانیاً یہ کہ مسلمہ قواعد کے مطابق یہ اصول ہے کہ اگر ایک ہی راوی سے ایک روایت مروی ہو لیکن اس کے الفاظ میں کچھ کمی وبیشی پائی جائے تو اس صورت میں قانون اور ضابطہ یہ ہے کہ جمہور محققین علماء نے روایت کو جن الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے اسے ہی معتبر ومستند سمجھا اور قبول کیا جائے گا اس کے مخالف کو مسترد کر دیا جائے گا۔(ملاحظہ ہو: مقیاس الهدایه وهدیة المحدثین للشیخ علی اکبر اصفہانیؒ وغیرہا) اور حضرت ابو بصیرؒ سے مروی صحیح السند طویل مستحب تشہد پر مشتمل حدیث کتب اربعہ کے علاوہ وسائل الشیعہ وغیرہ کتب میں موجود ہے جس میں شہادتِ ثالثہ کا تذکرہ نہیں ہے۔کتب اربعہ اور مجامع حدیثیہ جن پر شیعہ فقہاء کا صدیوں سے آج تک شرعی احکام ومسائل کے استنباط کا مدار و انحصار ہے اس سلسلہ میں متعدد اجلہ علماء کرام نے تصریح کی ہے کہ ﴿ نعم احادیث الکتب الاربعة اقوی من غیرها واولی بالترجیح من تعارض والتعادل

﴿"ہاں کتب اربعہ کی احادیث دوسری کتب کی حدیثوں سے مستحکم ترین ہیں اور ... تعارض وتعادل کے وقت کتب اربعہ کی احادیث کو ہی ترجیح دینا زیادہ بہتر ہے" (فوائد بحرالعلوم صفحہ ۹۷) البتہ اس سے وہ احادیث مستثنیٰ ہیں جن پر قابل اعتماد محدثین کی طرف سے قدح وگرفت ہو چکی ہے۔ اب کتاب فقہ مجلسی اور تحفۂ احمدیہ وغیرہ جیسی کتابوں کی ان کے مقابلے میں کیا حیثیت رہ جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ فقہ مجلسیؒ ان کتب اربعہ کے برابر قوت میں نہیں ہو سکتی لہٰذا اقوی کو ترجیح ہوگی اگر اس کے باوجود اس کو ان کتب پر فوقیت دیں تو یہ ترجیح بلا مرجح قرار پاتی ہے جو شرعی طور پر ناجائز اور باطل ہے۔ بلکہ یہاں تو مرجوح کی ترجیح لازم آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مراجع عظام نے کتب اربعہ میں موجود تشہد کو صحیح وموثق کہا اور اپنے مقلدین کو اسی کے پڑھنے کا حکم دیا ہے اور فقہ مجلسی کی روایت کے مطابق تشہد میں شہادت ثالثہ پڑھنے سے منع کر دیا ہے چنانچہ فقیہ اہل بیتؑ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ السید محمد رضا گلپایگانی رضوان اللہ علیہ متوفی ۱۴۱۴ھ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ: ﴿بعضی از وعاظ پاکستان بیان می کنند که در احتجاج طبرسی بروایت قاسم بن معاویه از معصومین صلوات الله علیهم اجمعین ماثور است که اذا قال احدکم لا اله الا الله محمد رسول الله فلیقل علی امیر المؤمنین علیه السلام و ایضاً القطرة من بحار مناقب النبی و العترة حالات امام ششم ابو بصیر از حضرت صادق علیه السلام نقل کرده که در تشهد بگویند اشهد ان ربی نعم الرب و ان محمداً نعم الرسول وان علیاً و اولاده نعم الائمة، حال خواندن این تشهد در نماز چه صورت دارد؟﴾

پاکستان کے بعض مقررین یہ بیان کرتے ہیں کہ احتجاج طبرسی میں قاسم بن

معاویہ کی روایت میں معصومین صلوات اللہ علیہم السلام سے منقول ہے کہ جو کوئی ﴿لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ﴾ کہے اسے چاہیئے کہ وہ علی امیر المؤمنین بھی کہے اور نیز القطرۃ من بحار مناقب النبی والعترۃ حالات امام ششم ابو بصیرؒ حضرت امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ تشہد میں کہیں ﴿اشہد ان ربی نعم الرب و ان محمداً نعم الرسول وان علیا و اولادہ نعم الائمۃ﴾ اس تشہد کو نماز میں پڑھنے کی کیا صورت حال ہے؟

تو آنجناب اس سوال کا جواب بایں طور فرماتے ہیں:

﴿تشہد ابی بصیرؒ در عروۃ الوثقی مذکور است برہماں نحو بخوانند و چوں مسئله از مسائل فرعیه است مقلدین زائد بر آنچه در رسائل عملیه مذکور است نخوانند﴾ جو تشہد بروایت حضرت ابو بصیرؒ کتاب "العروۃ الوثقیٰ" میں مذکور ہے اسی طرح پڑھیں چونکہ یہ مسئلہ فروعات سے ہے لہٰذا مقلدین اپنے مجتہدین کے رسالۂ عملیہ میں جو (تشہد) مذکور ہے اس سے زیادہ نہ پڑھیں۔ (ملاحظہ ہو: مجمع المسائل بمطابق فتاویٰ آقائے گلپایگانیؒ، ج۱، صفحہ ۱۷۷، مسئلہ نمبر ۲۰۶ طبع ایران) (اصل عکس آخر میں دیکھیں)

قارئین گرامی قدر! غور فرمایا آپ نے کہ حضرت موصوف نے تشہد میں شہادتِ ثالثہ پڑھنے کی اجازت نہ دی بلکہ اپنے فتویٰ میں تشہد کے حوالے سے "العروۃ الوثقیٰ" میں بروایت حضرت ابو بصیرؒ جو تشہد وارد ہوا ہے جس میں شہادتِ ثالثہ کا اضافہ نہیں ہے آپ نے اسے پڑھنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ العروۃ الوثقیٰ میں حضرت ابو بصیرؒ سے مروی یہ تشہد وہی ہے جو تہذیب الاحکام کی حدیث میں درج ہے جیسا کہ ہم نے گزشتہ صفحات میں بعنوان "چوتھی صدی سے تیرہویں صدی تک کے فقہاء کے فتاویٰ"

کے تحت اسے بیان کر دیا ہے۔ افتخار الفقہاء آیۃ اللہ سید محمد کاظم طباطبائی یزدیؒ نے العروۃ الوثقیٰ ج۱، صفحہ ۵۳۶ میں تشہد کو ﴿..... ما فی موثقۃ ابی بصیر و ھی قولہ.....﴾ کہہ کر شروع کیا ہے، ملاحظہ کر لیجیے۔

ثانیاً یہ کہ اس سلسلہ میں ہر مقلد کو اپنے جامع الشرائط مرجع کی توضیح المسائل پر عمل کرنا چاہیئے۔ چونکہ یہ خالصتاً فروعی مسئلہ ہے اور فروع میں تقلید واجب ہے۔ مقلد کے لیے سند صرف اس کے مرجع کا فتویٰ ہے وبس۔ اپنے جامع الشرائط مجتہد کی اجازت کے بغیر فقہ مجلسی کی بے بنیاد روایت کے بل بوتے پر عبادات میں کمی بیشی کرنا شرعاً جرم ہے دراصل تقلید سے انحراف اور اغماض برتنے کا سبب ایسی روایات ہی بنتی ہیں۔ ایسی ہزاروں روایات سے کتب بھری پڑی ہیں جو صریحاً شیعہ مسلمات کے خلاف ہیں اس میں صحیح اور ضعیف حدیث کے مابین امتیاز کرنے اور سلسلۂ اسناد و رواۃ کی چھان پھٹک کے لیے ماہرین فن کی ضرورت ہے جو روایات کے ظواہر و نوادر وغیرہ پر گہری نظر رکھتے ہیں اور ان میں روایات کو باہم متمیز کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے، یہ ہرایرے غیرے کے بس کی بات نہیں ہے ع

رمز آشنائے معنٰی ہر خیرہ سر نباشد
طبع سلیم فضل است ارث پدر نباشد

پھر تو ہر آدمی اپنی پسند کی روایتیں فوٹوسٹیٹ کر کے عوام کو گمراہ کر سکتا ہے جن میں خلاف واقع باتیں پائی جاتیں اور وہ سب کی سب ضعیف اور ناقابل اعتبار ہیں۔ احادیث کی صحت وسقم کی تحقیق کے لیے رجال اور اصول حدیث پر مختلف انداز سے علمائے شیعہ نے متنوع کتابیں مدون کی ہیں ان کتب کی ورق گردانی کرنے سے ہم روایات کو بآسانی پرکھ سکتے ہیں۔ ہم اپنے عزیزانِ گرامی سے یہی عرض کریں گے کہ

ے اے چشم اشک بار ذرا دیکھنے تو دے
ہوتا ہے جو خراب وہ تیرا ہی گھر نہ ہو

فقہ مجلسی، القطرہ فی مناقب النبی والعترہ، تحفہ احمدیہ، مستدرک الوسائل اور فقہ الرضا کے مندرجات کی حیثیت کے بارے میں آقائے خوئی قدس اللہ سرہٗ سے پوچھا گیا تو آپ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ﴿و آن چہ از وجوھیکہ نقل نمودہ آید دلیل معتبر کہ بآن بشود اعتماد کرد محسوب نمی گردد﴾ اور وہ دلائل جو نقل کیئے گئے ہیں وہ ان معتبر دلائل میں شمار نہیں ہوتے کہ جن پر اعتماد کیا جا سکے۔

جہاں تک تحفۂ احمدیہ اور اس پر ناصر الملتؒ مولانا سید ناصر حسین قبلہ التوفی ۱۳۶۱ ہجری کی تقریظ کا تعلق ہے تو یہ ایک اصولی اور منطقی بات ہے کہ جب بھی کسی کتاب کی تقریظ لکھی جاتی ہے تو ضروری نہیں ہے کہ مقرِّظ (تقریظ نگار) اس کتاب کے تمام مندرجات سے سو فیصد متفق ہو۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ مولانا مقبول احمد دہلوی کی تفسیر قرآن جسے افتخار بک ڈپو کرشن نگر لاہور نے شائع کیا اس پر تقاریظ جن علماءِ کرام نے تحریر کیں ان میں جناب مولانا مفتی سید احمد علی لکھنویؒ، جناب مولانا سید کلب حسینؒ مجتہد العصر، جناب مولانا سید ناصر حسینؒ ناصر ملتِ قبلہ، جناب مولانا سید علی حائریؒ قبلہ اور خطیب اعظم مولانا سید محمد دہلویؒ وغیرہ شامل ہیں۔ حالانکہ تفسیر مقبول میں بعض موہم تحریف قرآن روایات درج ہیں جو سند و متن کے لحاظ سے انتہائی ضعیف اور ناقابل اعتبار ہیں لیکن اس کے باوجود مذکورہ نابغۂ روزگار شخصیات جن کی زندگی کے اکثر لمحات مذہب اہل بیت علیہم السلام کے دفاع میں گزرے، اس تفسیر پر اپنی تقاریظ رقم فرمائیں جبکہ یہ حضرات ایسی تمام موہم تحریف قرآن روایات کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتے،

جیسا کہ عملی طور پر علامہ علی حائریؒ نے موعظہ تحریف قرآن ایک مستقل کتاب لکھ کر ایسی روایات کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا ہے اور ستائیس ضخیم مجلدات پر مشتمل اپنی عظیم الشان تفسیر لوامع التنزیل میں بھی جا بجا اپنے اس موقف کو بیان کیا ہے ان کے علاوہ دیگر حضرات بھی علامہ علی حائریؒ کے موقف کے مؤید ہیں یہاں یہ وضاحت کرنا بھی امر ناگزیر ہے کہ قبلہ ناصر الملتؒ کی تصانیف میں سے کسی کتاب کا نام ''تحفۂ احمدیہ'' نہیں ہے بلکہ اس تحفۂ احمدیہ کے مرتب کوئی دوسرے شخص ہیں جنہوں نے مسائل دینیہ اور اعمال و ادعیہ کو مختلف کتب سے نقل کر کے تحفۂ احمدیہ کی صورت میں شائع کر دیا اور قبلہ ناصر الملتؒ نے اس پر تقریظ رقم فرما دی۔ اس تقریظ سے مراد یہ نہیں ہے کہ قبلہ ناصر الملتؒ مذکورہ کتاب کے تمام مندرجات سے سو فیصد متفق ہیں۔ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے کچھ عرصہ پہلے ۱۳۰۰ ہجری میں تصحیح و توثیق کے ساتھ مطبع حیدری لکھنؤ سے شائع ہونے والی اسی کتاب (تحفۂ احمدیہ) میں شہادت ثالثہ در تشہد کا ذکر نہیں ہے۔

برسبیل تنزل:۔ اگر علی وجہ التسلیم یہ بات مان بھی لی جائے تو یہاں دو امر انتہائی قابل غور ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ اس کا ماخذ وہی فقہ مجلسی وغیرہ ہے جس کی حیثیت ہم گزشتہ صفحات میں تفصیل سے بتا چکے ہیں۔ اہل دانش و بینش پر اس کی پوزیشن نہایت معقول اور مدلل طریقے سے واضح کر دی گئی ہے۔ دوسری بات یہ کہ جلیل القدر مجتہد استاد الفقہاء علامہ دلدار علی غفران مآب سے لے کر سید العلماء علامہ سید علی نقی تک جناب قبلہ ناصر الملتؒ سمیت لکھنؤ اور اطراف کے تمام مجتہدین و علماء اعلام عملی طور پر بھی شہادتِ ثالثہ کو اپنی نمازوں میں نہیں پڑھا کرتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ان کا اس کتاب کے تمام مندرجات سے ہرگز اتفاق نہیں تھا۔ اب ان تصریحات کے بعد اس غلط فہمی کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔

ایک غیر معقول بات

بایں ہمہ نائبین امامؑ کے اجتہاد کو سوچے سمجھے طے شدہ منصوبے کے تحت بطور طنز و استہزاء یہ کہنا کہ ''نص کے مقابل میں اجتہاد مردود ہے'' یہ محض ایک مفروضہ و لاف زنی ہے اور انتہائی ناپختہ ذہن کی دلیل ہے جو در اصل شرائط اجتہاد سے عدم واقفیت کا نتیجہ ہے کیونکہ قرآن حکیم، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی معتبر و مستند احادیث کے مفاہیم کو پوری طرح ادراک کر کے ان سے قواعد استنباط کے مطابق شرعی احکام حاصل کرنے کا نام اجتہاد ہے اور اس کی حامل شخصیت کو مجتہد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس حقیقت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر اجتہاد کو اسلام سے خارج کر دیا جائے تو اسلام ایک نامکمل دین اور غیر مکمل ضابطۂ حیات قرار پاتا ہے اس سلسلہ میں اضافۂ معلومات کے لیے علامہ جلیل سید محمد بحر العلومؒ کی کتاب ''الاجتہاد و اصولہ و احکامہ'' اور عمدۃ الفقہاء شیخ محمد حسین کاشف الغطاءؒ کا رسالہ ''الاجتھاد فی الشریعۃ'' یا امام خمینیؒ کا رسالہ ''الاجتھاد والتقلید'' کا مطالعہ بے حد مفید ثابت ہوگا۔

تیسری دلیل:۔

قرآن مجید میں تین شہادتوں کا ذکر موجود ہے۔ ارشاد رب العباد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ﴾ ''اور وہ اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں۔'' (سورۂ معارج، آیت ۳۳) چونکہ آیت میں لفظ شہادات جمع ہے اور جمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے پس اس سے مراد تین شہادتیں ہیں لہٰذا شہادتِ ثالثہ تشہد میں پڑھنا ضروری ہے۔

جواب:۔

ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے مروی احادیث میں تفسیر بالرائے کی شدید

مذمت و وعید کی گئی ہے چنانچہ بصرہ شہر کے ایک معروف عامی مفسر قتادہ جو کلام خدا کی اکثر غلط توجیہات کیا کرتا تھا ایک روز اس کا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے آمنا سامنا ہوا تو آپ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ان کنت فسرت القرآن برأیک فقد هلکت و اهلکت﴾ اے قتادہ اگر تو نے قرآن کریم کی تفسیر اپنی ذاتی رائے سے کی تو تم خود ہلاک ہو گئے اور دوسروں کو بھی ہلاک کرو گے۔ مزید تفصیل کے لیے رسالہ "المحکم والمتشابہ للسید مرتضیٰ علم الہدیٰ" کا مطالعہ کیا جائے۔

محولہ آیت مبارکہ کی تفسیر بالرائے کرنے کی سعی نامراد کی گئی ہے حالانکہ یہ بات آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہے کہ یہ آیت اور اس سے پہلے اور بعد کی آیات مجیدہ میں اہل ایمان کے کردار کی چند اہم صفات کو بیان کیا گیا ہے اس آیت متدلہ میں ایمان والوں کی تیسری صفت ذکر ہوئی ہے کہ وہ اپنی گواہیوں پر قائم رہتے ہیں کسی وقت بھی وہ دنیاوی لالچ و حرص، کسی دباؤ اور مفاد یا خوف کی وجہ سے اپنی گواہی سے سرمو انحراف نہیں کرتے کیونکہ معاشرے میں عادلانہ نظام تب ہی تشکیل پا سکتا ہے کہ جب عادلانہ گواہیوں کو قائم اور برقرار رکھا جائے۔ انسان معاشرے میں بسا اوقات کئی چیزوں کا گواہ بنتا ہے مثلاً قتل کے مقدمے کا گواہ، نکاح یا طلاق دیتے وقت گواہ بن جاتا ہے دیگر کئی ایسے معاملات ہیں جن میں انسان کو گواہ بننا پڑتا ہے اس صورت میں اگر وہ اہل ایمان سے ہے تو وہ سچی گواہی دینے سے نہیں رک سکتا کیونکہ سچی گواہی کو چھپانا گناہِ عظیم ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ﴾ اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپاتا ہے اس کا دل گناہگار ہوتا ہے۔ (سورۂ بقرہ، آیت ۲۸۳) ﴿فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ﴾ اس لیے فرمایا ہے کہ یہ عمل دل کی مرضی سے انجام پاتا ہے اس وجہ سے گناہ کی نسبت دل کی طرف کی گئی ہے۔

چنانچہ محولہ بالا آیت میں اس بات کی وضاحت ہو رہی ہے کہ اہل ایمان کی بہت سی صفات ہیں جن میں سے ایک صفت یہ ہے کہ ﴿وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ﴾ "اور وہ (اہل ایمان) اپنی گواہیوں پر قائم (اور ثابت قدم) رہتے ہیں۔" (سورۂ معارج، آیت ۳۳) اس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ اہل ایمان کسی دباؤ کے زیر اثر اپنی برحق گواہی سے ہرگز انحراف نہیں کیا کرتے۔ مومن نماز کا محافظ ہوتا ہے وہ اپنی کوئی نماز ترک نہیں کرتا، وہ نہ کسی چیز کو کم کرنے دیتا ہے اور نہ ہی نماز میں اضافہ کی اجازت دیتا ہے جیسی نماز محمد وال محمد علیہم السلام نے اس کے حوالے کی اسی کی حفاظت کرتا ہے مگر اس آیت کا نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ سے کیا ربط و تعلق؟

رہی یہ بات کہ لفظ "شہادات" جمع ہے اور جمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے اس سے مراد تین شہادتین توحید، رسالت، ولایت مراد ہیں۔ ذرا آیئے اس نکتہ کو بھی حل کرتے چلیں۔ علوم عربیہ کا ابتدائی طالب علم بھی جانتا ہے کہ عربی زبان میں جمع کی دو قسمیں ہیں ایک جمع قلت اور دوسری جمع کثرت، جمع قلت وہ ہوتی ہے جس کے افراد کی تعداد زیادہ سے زیادہ دس ہوتی ہے اور جمع کثرت وہ ہوتی ہے جس کے افراد کی کم از کم تعداد گیارہ ہوتی ہے اور زیادہ کی کوئی حد معیّن نہیں ہوتی۔ شہادات جمع سالم ہے جو ضمیر معرفہ کی طرف مضاف ہے اور جمع مضاف عموم کا فائدہ دیتی ہے جو اپنے مضاف الیہ سے تعریف کسب کر رہی ہے اور جمع معرفہ کی قوت میں ہے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ عہد کے نہ ہونے کی صورت میں جمع سالم معرفہ کثرت کے لیے استعمال ہوتی ہے قلت کے لیے نہیں اب دیکھیے کہ شہادات جمع کثرت کا صیغہ ہے اور بنیادی طور پر دس سے زیادہ کے لیے استعمال ہوتا ہے تو اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ اگر اس سے مراد شہادتِ ثالثہ در تشہد کو لیا جائے تو کم از کم گیارہ شہادتیں تشہد میں دینی چاہیئے۔

عقلاء کا مشہور قول ہے: ''یک من علم را دہ من عقل باید'' مگر یہاں تو عقل نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہے تاہم اس آیت سے تشہد میں شہادتِ ثالثہ ثابت کرنے والے چند نافہم اور کوتاہ عقل افراد سے ہم یہ پوچھتے ہیں کہ وما ینطق عن الھوی سے متصف رسولؐ کو یہ علم نہ تھا کہ یہ آیت شہادتِ ثالثہ کے متعلق ہے؟ کیا خود امیر المؤمنین علی المرتضیٰ علیہ السلام اور دیگر ائمہ اہل بیت علیہم السلام اس کے معانی ومفہوم نہیں جانتے تھے؟ اور ان کو اس آیت کی حقیقی تفسیر معلوم نہ تھی؟ کیا ان کے بعد آنے والے مجتہدین و علماءِ اعلام کا فہم وادراک اس آیت کی تفسیر سے ابھی تک نا آشنا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے اس پندرھویں صدی میں تم پر وحی نازل کی ہے کہ اس سے مراد شہادتِ ثالثہ ہے؟ بفرض محال اگر امور متذکرہ بالا سے قطع نظر چند لمحوں کے لیے تسلیم کرلیا جائے کہ اس سے مراد شہادتِ ثالثہ ہے پھر تو اس پر عمل نہ کرنے کی صورت میں مخالفتِ قرآن لازم آتی ہے جو بالاتفاق حرام ہے اگر پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ اطہار علیہم السلام نے تشہد میں شہادتِ ثالثہ نہیں پڑھی اور نہ لوگوں کو یہ حکم خدا سنایا ہے تو یہ الزام نبی اکرمؐ اور ائمہ معصومینؑ پر عائد ہوجاتا ہے جس سے ان کی تکذیب اور توہین لازم آتی ہے جو صریح کفر کا موجب ہے۔ نیز اس لفظ شہادات سے مراد مومنین کے تمام اقوال، وعدے اور معاہدے ہوسکتے ہیں جو وہ اپنی عملی زندگی میں آئے دن افراد اور اقوام سے کرتے رہتے ہیں نہ کہ صرف شہادات بمعنی عدالتی گواہیاں۔

چوتھی دلیل:۔

تفسیر نور الثقلین جلد ۳ صفحہ ۲۳۵ پر سورۃ اسراء کی آیت نمبر ۱۱۰ ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا﴾ کی تفسیر میں واضح الفاظ میں شہادتِ ثالثہ در تشہد کا ذکر ان الفاظ کے ساتھ لکھا ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

نے فرمایا: ﴿لا تجهر بولاية علی فهو فی الصلوٰة ولا بما اکرمته.....﴾

جواب:۔

تمام کتب احادیث اور کتب تفاسیر کا اتفاق اور جمہور علماءِ شیعہ کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیتِ مبارکہ جہر واخفات سے متعلق ہے کہ قرأت نہ بہت بلند پڑھو کہ شور وغوغا معلوم ہونے لگے اور نہ ہی اتنا آہستہ پڑھو کہ کانوں تک آواز سنائی نہ دے بلکہ میانہ روی کی راہ اپناؤ۔ یہاں صلواۃ سے مراد نماز پنجگانہ ہے۔ اس سلسلہ میں الکافی، من لایحضرہ الفقیہ، تہذیب الاحکام، الاستبصار، وسائل الشیعہ، تفسیر برہان، تفسیر صافی، تفسیر قمی اور دیگر کتب معتبرہ میں مروی احادیث ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے یہی مستفاد ہوتا ہے۔ تعداد کے لحاظ سے بھی یہ احادیث زیادہ ہیں۔ اور قاعدہ ''للاکثر حکم الکل'' کے پیش نظر نماز کا جہر واخفات ہی مراد ہوگا۔ ظاہر آیت اور عبارۃ النص کا مدلول بھی یہی ہے نیز اصول فقہ، قواعد شرعیہ کے اعتبار سے ظواہر قرآن حجت ہیں۔

تفسیر نور الثقلین مطبعۃ الحکمۃ قم میرے پیش نظر ہے اس میں محولہ بالا آیت مجیدہ کے تحت صرف دو حدیثیں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہیں جن میں اس آیت کی باطنی تفسیر کی گئی ہے کہ صلوٰۃ سے مراد ولایتِ علی علیہ السلام ہے۔ اس روایت کا مدرک تفسیر عیاشی ہے جس میں اکثر روایات مقطوع السند اور مرسل ہیں۔ جیسا کہ آیت اللہ العظمیٰ سید حسین بروجردیؒ اپنے درس خارج میں ''ظن'' کی بحث میں موہم تحریف روایات پر بحث کرتے ہوئے ''تفسیر عیاشی'' میں مروی روایات پر یوں تبصرہ فرماتے ہیں۔

''وعدة منها ان تفسير العياشی وهو وان كان من الامامية وكان ثقة لكن اكثر الروايات المنقولة فی تفسيره مرسلة فلا اعتبار بها''

ترجمہ: علامہ عیاشی اگرچہ امامیہ میں سے ہی ہیں اور وہ ثقہ ہیں لیکن ان کی تفسیر میں نقل کی

گئی اکثر روایات مرسل ہیں جن پر کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(تقریرات فی اصول الفقہ صفحہ ۲۵۷ تا ۲۵۸، ناشر جماعۃ المدرسین قم المشرفہ ۱۴۱۷ھ)

بنا بریں یہ روایت بھی سند کے اعتبار سے منقطع ہے۔ انقطاع سند، صحت حدیث کے منافی ہے۔ اسی تفسیر میں باقی تقریباً بارہ روایات نماز میں جہر و اخفات سے متعلق ہیں۔

بلاشبہ یہ حقیقت ہے کہ اگر کوئی شخص مولائے کائناتؑ کی ولایت اور امامت کا قائل نہیں تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی کیونکہ امیر المومنینؑ اور دیگر ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی ولایت تمام اعمال و عبادات کے قبول ہونے کی شرط ہے لیکن شرطِ نماز نہیں ہے بہرصورت معترض کی متدلہ اس روایت سے شہادتِ ثالثہ در تشہد تو کسی صورت ثابت نہیں ہوتی۔

تفسیر نور الثقلین کی ان دو روایتوں میں سے صرف ایک میں ﴿فھو فی الصلوٰۃ﴾ کے الفاظ پائے جاتے ہیں اس میں لفظ ﴿فی﴾ اضافہ ہے بظاہر یہ سہو قلم یا تصحیف کاتب کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس سلسلہ میں تفسیر نور الثقلین کا اصل ماخذ تفسیر عیاشی ہے جبکہ تفسیر عیاشی میں لفظ ﴿فی﴾ موجود نہیں ہے۔ لیجیے ہم تفسیر عیاشی کی اصل روایت بمع سند نقل کر کے اصل حقیقت واضح کیے دیتے ہیں، تاکہ ناظرین کو انصاف کا پورا موقع مل جائے، ملاحظہ فرمائیں:

﴿عن جابر عن ابی جعفر علیہ السلام قال سألته عن تفسير هذه الآية فی قول الله ولا تجهر بصلوٰتک ولا تخافت بها و ابتغ بين ذلک سبيلا قال لا تجهر بولاية علی علیہ السلام فهو الصلوٰة ولا بما اكرمته به حتى آمرک به و ذلک قوله ولا تجهر بصلاتک و اما قوله ولا تخافت بها فانه يقول ولا

تكتم ذلک علياً يقول اعلمه ما اكرمته به فاما قوله وابتغ بين ذلک سبيلا يقول تسالنی ان آذن لک ان تجهر بامر علی بولايته فاذن له باظهار ذلک يوم غدير خم فهو قوله يومئذ اللهم من كنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاه و عاد من عاداه﴾

"جناب جابر انصاریؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے آیت مجیدہ ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِکَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِکَ سَبِيْلًا﴾ کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ (ابھی) علی علیہ السلام کی ولایت و خلافت کا اعلان نہ کیجیے۔ سو وہ روح نماز ہیں اور جب تک میں تمہیں حکم نہ دوں علیؑ کے ان فضائل و مناقب کو ظاہر نہ کرنا، جن سے میں نے علیؑ کو نوازا ہے ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِکَ﴾ کی یہ تفسیر ہے۔ اور جہاں تک ﴿وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ کا تعلق ہے گویا اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ علیؑ کے فضائل کو ان (علیؑ) سے پوشیدہ نہ رکھو بلکہ ان کو ان فضائل سے آگاہ کر دو، جن سے میں نے انہیں نوازا ہے اور ﴿اِبْتَغِ بَيْنَ ذٰلِکَ سَبِيْلًا﴾ کی تفسیر یہ ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ تو مجھ سے علیؑ کی ولایت و خلافت کے اعلان کی اجازت طلب کر رہا ہے۔ پس غدیر خم کے موقع پر آپؑ کی خلافت و ولایت کے اعلان کی اجازت دے دی گئی۔ چنانچہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس دن حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کا اعلان ان الفاظ کے ساتھ فرمایا:

اللهم من كنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاه و عاد من عاداه۔"

(تفسیر عیاشی، ج ۲، صفحہ ۳۱۹، روایت نمبر ۱۸۰، طبع تہران)

یہی روایت علامہ باقر مجلسیؒ نے بحار الانوار، ج ۳۶، صفحہ ۱۰۵، باب فی سائر الآيات النازلة فی شانه عليه السلام، طبع بیروت اور علامہ ہاشم بحرانیؒ نے تفسیر برہان، ج ۴، صفحہ

۶۳۹، طبع بیروت میں تفسیر عیاشی کے حوالے سے ان ہی الفاظ کے ساتھ درج فرمائی ہے۔ محولہ بالا عبارت سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ اس روایت کا شہادتِ ثالثہ کے ساتھ قطعاً کوئی ربط اور تعلق نہیں ہے بلکہ اس روایت میں حضرت علی علیہ السلام کی خلافت وامامت کی بات کی گئی ہے جس کا منشاء ومفاد کچھ یوں ہے کہ آپؑ کی خلافت کو پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا گیا مگر جب اعلان کرنے کا حکم ہوا تو آپؐ نے غدیر خم کے میدان میں مولائے کائناتؑ کا بازو بلند کر کے اس کا اظہار کر دیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آخر اظہار کس امر کا تھا؟ نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ پڑھنے کا تھا یا خلافت و امامت کا؟ اس روایت میں ﴿من کنت مولاہ.....﴾ کے واضح اور غیر مبہم الفاظ کے ساتھ اظہار کرنا ہی اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یہ حضرت علی علیہ السلام کی خلافت بلافصل کا اعلان تھا نہ کہ نماز کے تشہد میں شہادت ثالثہ پڑھنے کا۔ اس کا ایک نہایت واضح قرینہ یہ ہے کہ اگر چند منٹ کے لیے باور کر لیتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے غدیر خم کے موقع پر تشہد میں شہادت ثالثہ پڑھنے کا حکم فرمایا تھا تو قابل غور بات یہ ہے کہ کیا اس کے فوراً بعد ہی آپؐ نے نماز کے تشہد میں اسے خود پڑھا اور اپنی امت کو پڑھنے کا حکم دیا ہے؟ پھر دوسرا سوال یہ ابھر کر سامنے آتا ہے کہ غدیر خم کے واقعہ کے بعد حضرت علی علیہ السلام سے لے کر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام تک اس پر عمل ہوتا رہا ہے؟ اگر ہم حدیث غدیر کا مفہوم شہادت ثالثہ ہی لے لیں تو ہمارا چودہ سو سال سے خلافت سے محرومی کا رونا کہاں جائے گا؟

ذرا انصاف و دیانت کے تقاضوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اس روایت کے متن پر غور وخوض فرمائیے کہ اس میں کہاں لکھا ہے کہ نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ پڑھیں؟ بلکہ اس حدیث میں اس بات کا اشارہ تک نہیں پایا جاتا۔ البتہ خواہ مخواہ کی ضد اور عناد کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ہے۔

''ھو الصلوٰۃ'' کا معنی ومفہوم

اس روایت میں وارد الفاظ ''فھو الصلوٰۃ'' سو وہ (علیؑ) نماز ہیں کی نہایت مختصر وضاحت قابل ملاحظہ ہے چنانچہ مولائے کائنات علی علیہ السلام فرماتے ہیں: ﴿انا الصلوٰۃ و انا صلوٰۃ المؤمنین و صیامھم﴾ ''میں نماز ہوں، میں مؤمنوں کی نماز اور ان کا روزہ ہوں۔'' اور جیسا کہ بصائر الدرجات میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ﴿نحن الصلوٰۃ و نحن الزکوٰۃ﴾ ''ہم نماز ہیں اور ہم زکوٰۃ ہیں۔'' کیا وہ ارکان مخصوصہ جن کو ہم پانچ وقت بجالاتے ہیں کا نام علیؑ ہے؟ اگر ایسا ہے تو مولائے کائناتؑ ان کو خود کیوں بجالاتے تھے اور اس کے بجالانے کی تاکید اپنے شیعوں کو کیوں فرماتے تھے؟ اور اسی طرح زکوٰۃ وعلیٰ ھذا القیاس۔ معلوم ہوا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس ارشاد کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ میں نماز کی مثل ہوں جس طرح نماز خداوند عالم کے قرب کا ذریعہ ہے اسی طرح میں علیؑ بھی خدائے بزرگ و برتر کے قرب کا ذریعہ ہوں۔ نیز یہ کہ نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ کی قبولیت کیلئے ہماری ولایت وامامت کا اقرار ضروری ہے جو ایمان کا حصہ ہے اور یہی ایمان ان عبادات کی قبولیت کیلئے بنیاد ہے۔ علم بلاغت کے اعتبار سے اس کو تشبیہ بلیغ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس فن کے ماہرین جانتے ہیں کہ تشبیہ بلیغ وہ ہوتی ہے کہ جس میں ادات تشبیہ اور وجہ شبہ دونوں کا ذکر نہ کیا جائے۔ تفصیل کیلئے علمِ بلاغت کی معتبرات ملاحظہ ہو: مختصر المعانی، مطول اور المفصل از موسیٰ بامیانی وغیرہ۔ اس ضمن میں ایک مثال ملاحظہ فرمالیجیئے تاکہ اسکا مفہوم پوری طرح ذہن میں سما سکے چنانچہ زَیْدٌ عَدْلٌ ''زید عدل ہے'' اس کا معنی یہ ہے کہ زید مجسم عدل ہے۔ بعینہ اسی طرح قاعدہ کی رو سے ہماری زیر بحث روایت کے الفاظ ھو الصلوٰۃ ''علیؑ نماز ہیں'' کا معنی یہ ہوگا کہ حضرت علی علیہ السلام اتنے نمازی ہیں کہ وہ مجسم نماز ہیں جیسے

زَیۡدٌ اَسَدٌ ''زید شیر ہے''اس کا مطلب یہ ہے کہ زید اتنا زیادہ شجاع ہے کہ وہ مجسم شجاعت ہے اسی طرح اَسَدُ اللہ اور یَعۡسُوۡبُ الدِّیۡن یہ سب تشبیہ بلیغ ہیں اس سلسلہ میں کتب فنون سے مزید بہت سی امثلہ کے ساتھ ''ھو الصلوٰۃ '' کی وضاحت کی جا سکتی ہے۔چونکہ بحث ذرا طول پکڑ گئی ہے اس لیے ان ہی الفاظ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

قابل غور بات!

دراصل اس تمثیل سے یہ بات ثابت کرنا مقصود ہے کہ عبادات کی قبولیت کا تمام دارومدار محض آل محمدؐ کی معرفت پر ہے۔ان کی معرفت کے بغیر تمام اعمال وعبادات رائیگاں ہو کر رہ جاتے ہیں۔عبادات میں سے اہم عبادت نماز ہے اس لیے حضرت علی علیہ السلام بلکہ پورے بارہ امامؑ بہت زیادہ عبادت گزار اور نمازی تھے جیسا کہ علامہ ذہبی ایسے متعصب سنی عالم نے بھی اپنی کتاب ''سیر اعلام النبلاء''، ج ۴، صفحہ ۳۹۲، طبع بیروت میں ہمارے چوتھے امام زین العابدین علیہ السلام کے حالات میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ﴿کان یصلی فی الیوم و اللیلۃ الف رکعۃ الی ان مات و کان یسمی زین العابدین لعبادتہ﴾ ''امام علی بن حسینؑ اپنی پوری زندگی دن اور رات میں ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے زیادہ عبادت کی وجہ سے آپ کا نام ہی زین العابدینؑ پڑ گیا تھا۔'' نماز کی اہمیت وضرورت کے پیش نظر ان کے ماننے والوں پر واجب ولازم ہے کہ وہ بھی اپنے ائمہؑ کی اطاعت میں باقاعدگی سے اس انتہائی اہم فریضہ کو ادا کیا کریں۔

پانچویں دلیل

عن بکر بن حبیب قال قلت لابی جعفر علیہ السلام :ایّ شیٍٔ اقول فی التشہد والقنوت قال : قل باحسن ماعلمت فانہ لو کان موقتاً لھلک الناس.

بکر بن حبیب احمسی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ تشہد اور قنوت میں کیا پڑھوں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا پڑھ جس کو سب سے اچھا جانتے ہو کیونکہ اگر (تشہد) مقرر ہوتا تو لوگ ہلاک ہو جاتے
(الفروع من الکافی کتاب الصلاۃ باب التشہد ،صفحہ ۱۹۹ طبع نولکشور، تہذیب الاحکام، جلد ۲ باب کیفیۃ الصلاۃ جلد ۲ صفحہ ۱۰۲ طبع تہران)

الجواب

اس روایت کی پوری سند یوں ہے

الحسین بن سعید عن صفوان (بن یحیی) عن منصور بن حازم عن بکر بن حبیب قال :قلت لأبی جعفر علیہ السلام ...الخ

(تہذیب الاحکام باب کیفیۃ الصلاۃ ، جلد ۲، صفحہ ۱۰۲، حدیث ۳۸۱/۱۴۹، طبع تہران)

اولاً:

یہ کہ اس سلسلہ سند میں پہلا راوی حسین بن سعید بن حماد الأھوازی ہے اگرچہ یہ بذاتِ خود ثقہ اور جلیل القدر راوی ہے لیکن شیخ طوسیؒ کا اس کی طرف سلسلہ سند محل نظر ہے جیسا کہ آیت اللہ شیخ محمد آصف الحسنی دام ظلہ نے تحریر فرمایا ہے

الحسین بن سعید حکم الطریق : فیہ بحث ، حال ذی الطریق : ثقۃ

حسین بن سعید کی طرف شیخ طوسیؒ کا سلسلہ سند محل بحث ہے جبکہ حسین بن سعید خود ثقہ ہے
(بحوث فی علم الرجال صفحہ ۴۳۳ باب بیان طرق مشیخۃ التہذیب، طبع قم)

رہا یہ اعتراض کہ ''اس طویل تشہد کا راوی بھی حسین بن سعید ہے جس پر آپ نے خود ہی جرح فرمادی''

جواب: معترض نے بہت بڑا جھوٹ بولا ہے، اس کتاب میں کہیں بھی ہم نے حضرت

حسین بن سعید اھوازیؒ پر جرح نہیں کی بلکہ ہم نے انہیں بذات خود ثقہ اور جلیل القدر راوی کہا ہے۔ اب معترض اسے جرح قرار دے تو اس سے بڑی حماقت و جہالت کیا ہو سکتی ہے۔ رہا یہ کہ "طریق قابل بحث ہے" تو یہ علم درایہ کی فنی بحث ہے، اس کا تعلق راوی پر جرح سے ہرگز نہیں ہے۔ یہاں ہم نے ایک محقق کا قول نقل کیا ہے ان کے نزدیک محل بحث سے مراد یہ نہیں ہے کہ شیخ طوسیؒ کا حسین بن سعید تک سلسلۂ سند نا قابل اعتبار ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر مزید بحث کی گنجائش ہے۔ علاوہ ازیں علامہ حلیؒ وغیرہم فقہاء نے واشگاف الفاظ میں تحریر کیا ہے: **فطریق الشیخ رحمه الله فی التهذیب... الی الحسین بن سعید صحیح.** نیز مزید لکھتے ہیں **وطریق الشیخ ابی جعفر الطوسی رحمه الله فی کتاب الاستبصار... عن الحسین بن سعید صحیح.** اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ طوسیؒ کی سند حسین بن سعید اھوازی تک بالکل صحیح ہے۔ (ملاحظہ ہو: خلاصۃ الاقوال فی معرفۃ الرجال، صفحہ ۴۳۶، الفائدہ الثامنہ، مطبوعہ ایران)

مزید یہ کہ اس کی سند ایک مرکزی راوی بکر بن حبیب احمسی بجلی کوفی ہے جس کا شمار امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں ہوتا ہے مجہول الحال ہے ملاحظہ فرمائیے: (المفید من معجم رجال الحدیث صفحہ ۹۰ ترجمہ نمبر ۱۸۴۱ طبع بیروت)

یہی وجہ ہے کہ علامہ محمد باقر مجلسیؒ نے بھی اس روایت کو مجہول قرار دیا ہے چنانچہ مرأۃ العقول شرح الکافی جلد ۱۵ صفحہ ۱۶۱ مطبوعہ ایران طبع جدید میں اس روایت کے ذیل میں لکھا ہے:

الحدیث الثانی مجهولٌ "اس باب (تشہد) کی دوسری حدیث مجہول ہے"

جبکہ اصول حدیث کی رو سے مجہول الحال راوی سے مروی روایت ضعیف اور نا قابل

اعتبار ہوتی ہے چنانچہ شیخ طوسیؒ اپنی تصنیف "عدۃ الاصول" صفحہ ۶۲ پر "الفصل الحادی عشر" مطبوعہ ایران ۱۳۱۴ھ میں اُن قرائن پر جو کہ احادیث کی صحت پر دلالت کرتے ہیں اور دیگر قواعد وضوابط بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

واذا کان احد الراویین معروفا والآخر مجهولا قدم خبر المعروف علیٰ خبر المجهول لانه لا یومن ان یکون المجهول علیٰ صفة لایجوز معها قبول خبره

"جب دو راویوں میں سے ایک معروف اور دوسرا راوی مجہول ہو تو معروف کی حدیث مقدم ہوگی مجہول راوی کی حدیث پر، کیونکہ کہ خدشہ ہے کہ مجہول راوی ایسا ہو کہ جس کی روایت قبول کرنا جائز ہی نہ ہو"

لہٰذا جس کسی نے بھی مجاہیل اور بلا سند روایات سے استدلال کیا ہے اس نے اصول حدیث کے قواعد کو توڑ کر قانون کی سراسر خلاف ورزی کی ہے پس ایسی روایات سے حاصل شدہ نتیجہ باطل اور نا قابل قبول ہے۔

رہا یہ کہنا کہ "اگر یہ مذکورہ روایت مجہول ہے تو نماز میں دو گواہیوں والی روایت بھی مجہول ہے" یہ قیاس مع الفارق ہے اور یہ اعتراض وہ ہی کر سکتا ہے جو اصول حدیث سے بالکل ہی جاہل و نابلد ہو، حالانکہ اس مجہول روایت اور دو شہادتوں کی روایت میں نمایاں فرق یہ ہے کہ محولہ بالا مجہول روایت صرف ایک ہی سند سے مروی ہے جو بکر بن حبیب کی وجہ سے مجہول و مردود ہے لیکن دو شہادتوں پر صرف ایک نہیں بلکہ بکثرت متعدد طرق واسانید سے صحیح متواتر احادیث موجود ہیں جن کا انکار گویا نماز کے انکار کے مترادف ہے۔

ثانیاً:

یہ کہ قطع نظر سند کے، اس روایت سے مراد یہ ہے کہ تشہد میں شہادتین اور درود کے علاوہ دعائیہ کلمات اور حمد باری تعالی واجب نہیں اور نہ ہی ان کے مخصوص الفاظ ہیں بلکہ مختلف

الفاظ کے ساتھ بھی دعائیہ الفاظ اور حمد باری تعالیٰ کو بجالایا جاسکتا ہے چنانچہ علماء اعلام نے اس روایت کی شرح میں لکھا ہے

اراد علیہ السلام أنّ ما يشتمل عليه تشهد الناس يومئذٍ من التحيات و التسليمات المتكررة والدعاء وغير ذلك ليس بواجبٍ ولامهتم به وانّما يكفيك بعد الاتيان بالشها دتين والصلاة على النبى صلى الله عليه وآله وسلم التحميد الذى يؤتى به فى التشهد فاذا قلته حسبك عن سائر الاذكار التى يأتون بها فيه قبل أو بعد.

''امام علیہ السلام کی مراد یہ ہے کہ اس وقت لوگوں کا جو تشہد، تحیات، متکرر سلاموں، دعاؤں اور اَذکار پر مشتمل ہے (تشہد کبیر) یہ واجب نہیں ہے اور نہ ہی اس کے اہتمام کرنے کی ضرورت، تشہد میں دو شہادتوں اور درود کے علاوہ جو حمد بجالائی جاتی ہے وہ ہی تیرے لئے کافی ہے، پس جب آپ یہ تشہد پڑھیں (جس میں حمد، شہادتین اور درود ہے) تو جنہیں لوگ تشہد سے پہلے یا بعد میں پڑھتے ہیں باقی اذکار کی ضرورت نہیں ہے''
نماز کی قیود و حدود مقرر کی گئی ہیں۔ ہر مومن کو ان حدود میں رہنے کا پابند بنایا گیا ہے۔ جب نبی مکرم ﷺ اور ان کے بعد ہادیان برحق ائمہ اطہار علیہم السلام مومن کے لیے آنکھ اٹھانے اور سانس لینے کے طریقہ کار کی بھی حد مقرر کرتے ہیں تو کیا دین اسلام کی پہلی فرع (نماز) کی ادائیگی کے لیے امت اسلامیہ کو آزاد چھوڑ دیتے ہیں؟ ہر گز نہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:۔

جناب شیخ صدوقؒ نے اپنی کتاب ''من لا يحضره الفقيه'' میں نقل کیا ہے کہ حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ﴿اسمى الائمة فى الصلوٰة؟﴾ نماز میں ائمہؑ کا نام لیا جاسکتا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: ﴿اجملهم﴾ ''بطور

اجمال نام لو'' اس مذکورہ روایت کے متعلق گزارش یہ ہے کہ اس میں نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ پڑھنے کا اشارہ تک موجود نہیں ہے۔ یہ محض غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ اگر اس سے مراد شہادتِ ثالثہ ہوتی تو کم از کم خود شیخ صدوقؒ اس کا تذکرہ ضرور کرتے یا ان کے بعد آنے والے فقہاء اس روایت کو مورد استدلال ٹھہرا کر اپنی کتب معتبرہ میں تشہد کے ابواب میں شہادتِ ثالثہ کو درج کر دیتے لہٰذا اس سے مراد شہادتِ ثالثہ در تشہد ہرگز نہیں ہے۔
روایت بالا میں ذرا غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ اجمال سے مراد صلوات میں ائمہ علیہم السلام کا ذکر ہے۔ حضرت صادق آل محمد علیہ السلام نے ﴿اجملهم﴾ فرما کر اس بات کی وضاحت کر دی کہ نماز کے درود میں یہ ذواتِ مقدسہ شامل ہیں اس لیے آپ نے تفصیل سے نام لینے کی اجازت نہیں فرمائی، چنانچہ یہی وضاحت خود کتاب من لا يحضره الفقيه کے حاشیہ پر موجود ہے جیسا کہ حوزۂ علمیہ قم المقدسہ کے نامور علماء و فقہاء اور مدرسین کی تحقیق و تصحیح کے ساتھ شائع شدہ اس کتاب کا نسخہ میرے پیش نظر ہے اس کے صفحہ ۳۱۷، حاشیہ نمبر ۲ پر اس روایت کی تشریح بایں الفاظ موجود ہے: ﴿و معنى اجملهم اى اذكرهم بامر شامل لهم مثل ال محمد فيمكن ان يفهم منه وجوب الصلوٰة على ال محمد﴾ بہر حال یہ بات تو متفق علیہ اور محقق ہے کہ پورے چودہ معصومین علیہم السلام نماز کے درود اللّٰھم صل علىٰ محمد و ال محمد میں شامل ہیں بایں وجہ نماز میں ان کے اسماءِ گرامی تفصیل سے لینے کا حکم نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر آخری امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف تک سب نے جہاں بھی تشہد کے کلمات کی تعلیم دی ہے وہاں ان اسماءِ مبارکہ کا بالتفصیل تذکرہ نہیں کیا۔ اگر بفرض محال ''اجملهم'' سے ائمہ اہل بیت علیہم السلام کا تفصیلی نام لینا ہی مراد ہے۔ تو شہادتِ ثالثہ در تشہد کے داعی فقط حضرت علیؑ کے نام پر

ہی اکتفا کیوں کرتے ہیں؟ باقی ائمہ علیہم السلام کا نام کیوں نہیں لیتے؟

اُجملھم کا معنیٰ ومفہوم: یہ صیغہ واحد مذکر کا ہے جسکی فعل ماضی ''اَجمَلَ'' آتی ہے مضارع ''یُجمِلُ'' اور مصدر ''اِجمال'' ہے۔ پس اس حدیث کا مطلب ہے کہ جی ہاں تم آئمہ علیہم السلام کا نام بطور اجمال نماز میں لے سکتے ہو اور صلوٰۃ سے بہتر اجمالی تذکرہ اور کیا ہوگا پس ہرگز ''جمیل'' معنیٰ کرنا اس صیغہ سے ممکن نہیں۔

ثانیاً۔ اگر ہم بر سبیل تنزل تسلیم کر بھی لیں کہ اس سے مراد ''جمال واجمال'' ہر دو معنیٰ مراد ہیں تو یہ ایک مسئلہ عقلی وادبی قاعدہ کی جاہلانہ مخالفت ہے کیونکہ یہ قاعدہ استعمال اللفظ فی اکثر من معنیً قبیح ''ایک لفظ کو بیک وقت دو مختلف معنیٰ میں استعمال کرنا قبیح عمل ہے'' اس بات پر بین دلیل ہے کہ (اَجمِلھُم) کو بیک وقت ''جمال واجمال'' ہر دو میں استعمال کرنا غلط ہے۔

ثالثاً۔ اگر ہم فرضاً مان بھی لیں کہ لفظ (اَجمِلھُم) ''جمال واجمال'' میں سے ہر دو میں استعمال ہو رہا ہے تو اس لفظ کی دونوں معنیٰ پر دلالت مساوی نہیں ہوگی بلکہ ان میں سے ایک اظہر جبکہ دوسرا غیر اظہر ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ صیغۂ اس کا مصدر اجمال ہی ہے اور ثانیاً علامہ باقر مجلسیؒ نے ہی اجمال کو اظہر معنیٰ قرار دیا ہے چنانچہ علامہ محمد باقر مجلسیؒ روایت میں وارد لفظ ''اجملھم'' کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں قولہ علیہ السلام:

اجملھم ای اذکرھم مجملاً کقولک اللھم صل علی ائمۃ المسلمین و نحوہ و قیل المراد اذکرھم بالجمیل او اذکرھم جمیلاً، والاول اظھر

ترجمہ: مختصر ذکر کریں جیسے آپ کا یہ کہنا اللھم صل علی آئمہ المسلمین اور اسی جیسے کلمات اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد خوبصورتی سے ان کا ذکر کریں یا نہایت خوبصورتی کے ساتھ ذکر کریں لیکن پہلا قول اظہر ہے۔ (ملاذ الاخیار فی فہم تہذیب الاخبار، جلد ۳، صفحہ ۶۷،

ناشر مکتبہ آیۃ اللہ مرعشی نجفی، قم، ۱۴۰۶ھ)۔ علامہ مجلسیؒ نے یہاں نہایت اختصار اور اجمال مراد لیا ہے اور اسی کو ہی اپنا قولِ مختار قرار دیا ہے جبکہ خوبصورتی والے قول کو صیغۂ تمریض کے ساتھ ذکر کر کے اسے رد کر دیا ہے۔ اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ قولِ مختار کے بعد صیغۂ تمریض کے ساتھ کوئی دوسرا قول نقل کرنا اس کے کمزور اور ناقابلِ اعتبار ہونے کی علامت ہوا کرتا ہے لہٰذا اظہر معنیٰ کے ہوتے ہوئے غیر اظہر مراد لینا قطعاً درست نہیں ہے۔ نیز ملا فیض کاشانیؒ نے اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے: **الاجمال ان یقول آل محمد او اھل بیت محمد و نحو ذالک** ''اجمال سے مراد آل محمدؐ یا اہل بیت محمدؐ اور ان جیسے کلمات کہنا ہے''۔ (الوافی، جلد ۸، صفحہ ۸۸۶، طبع ایران)

رابعاً۔ اگر ہم یہ بھی مان لیں کہ دونوں معنیٰ مراد ہیں اور دونوں معنیٰ پر دلالت بھی مساوی ہے تو بھی کلام جمیل وہی ہوگا جو سید کائنات علیہ السلام کی زبان بابرکت سے جاری ہوگا کیونکہ کلام الامام امام الکلام ہوتا ہے اور آئمہ علیہم السلام کا نماز میں خوبصورتی سے نام انہی الفاظ سے لیا جائے گا جو آپ کی لسان اقدس سے صادر ہوئے ہیں اور وہ (اللھم صل علی ---)۔

خامساً۔ اگر اس حدیث سے یہ مراد ہے کہ آئمہ علیہم السلام کا نام بالتفصیل خوبصورتی سے لو اور یقیناً یہ صیغہ امر ہے جو اوّلاً تو وجوب میں یا کم از کم استحباب پر دلالت کرتا ہے اور نتیجہ حدیث کا مطلب کم از کم یہ بنتا ہے کہ بالتفصیل خوبصورتی سے تمام آئمہ علیہم السلام کا نام لینا مستحب ہے۔

اور اگر واقعاً یہ مستحب ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ آپ صرف مولائے کائنات علیہ السلام کا اسم گرامی بالتفصیل ذکر کرتے ہیں لیکن دیگر آئمہ اطہار علیہم السلام کے لئے (واولادہ المعصومینؑ) کا اجمالی ذکر کیوں کرتے ہیں؟

پس اگر ہر ہر امام کا بالتفصیل و خوبصورت ذکر کرنا مستحب ہے اور اجمالی ذکر کافی نہیں ہے تو پھر آپ بھی برابر کے مجرم ہیں کیونکہ ہم بارہ آئمہ علیہم السلام کا نام بالاجمال لیتے ہیں اور آپ گیارہ آئمہ علیہم السلام کا نام بالاجمال لیتے ہیں۔

اور دوسرا یہ کہ امامؑ کبھی کوئی مستحب کام ترک نہیں کر سکتے لہٰذا اگر تمام آئمہؑ کا نام تفصیلاً ذکر کرنا مستحب ہے تو کتب اربعہ اور باقی دیگر معتبر کتب میں مذکورہ بیسیوں تشہد میں معاذ اللہ امامؑ نے اس مستحب کی خلاف ورزی کیوں فرمائی؟

منکرین ولایت علی - نے اپنے آیۃ اللہ گرگانی کا جو فتویٰ ذکر کیا ہے حسن اتفاق یہ ہے وہ ان کے فرسودہ اور خودساختہ نظریے کے سو فیصد مخالف اور ہمارے (الٰہی) مؤقف کی واضح تائید ہے۔

آیۃ اللہ سید محمد علی علوی گرگانی سے جب اسی روایت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے (اَجمِلھُم) سے مراد یہی تشہد میں درود مراد لیا ہے سوال و جواب ہر دو ملاحظہ فرمائیں۔

وقال الحلبی لہ اسمی الائمۃ فی الصلاۃ ؟وقال المعصومؑ اجملھم.چہ معنیٰ دارد ؟وضاحت فرمائید۔

جواب ۲۔ظاھراً حلبی سئوالش این بودہ من اسامی امامان را در نماز میاورم امام صادقؑ و معصومؑ فرمودند اجملھم یعنی اسامی آنان را با نیکی و بزرگی و زیبائی ببرید مثلاً در صلوات تشھد انسان جایزاست اسامی امامان را آنطور کہ در روایات آمدہ است ببرد۔

ترجمہ:سوال دوسرا:۔حلبی نے امامؑ سے پوچھا کہ میں آئمہؑ کے نام نماز میں لے سکتا ہوں تو معصومؑ نے فرمایا: اجمالی نام لو (اس حدیث کا کیا معنیٰ) ہے؟

جواب: ظاہراً حلبی کا یہ سوال تھا کہ اماموں کے ناموں کو نماز میں لوں تو امام صادق - و

معصوم علیہم السلام نے فرمایا (اجملھم) یعنی ان کے اسماء گرامی کو احترام و تقدس اور زیبائی سے لو مثلاً انسان کے تشہد کے درود میں آئمہ طاہرینؑ کے ناموں کو اسی طرح لینا جائز ہے جس طرح روایات میں وارد ہوا ہے۔(رسالہ شہادتِ ثالثہ کا جواز در تشہد نماز صفحہ ۳۳،۳۴)

یقیناً ہمارے باشعور قارئین حضرات متوجہ ہوں گے کہ یہ تو سراسر ہمارے مؤقف کی تائید ہے۔ کیونکہ آئمہؑ کے اسماء گرامی کو پڑھنے کی بات فقط تشہد کے درود کے حوالے سے ہو رہی ہے نہ کہ خود تشہد میں، اور ثانیاً آیۃ اللہ موصوف نے اسماء گرامی آئمہ کو فقط اسی عبارت و الفاظ سے پڑھنے کی اجازت دی ہے جواز روایات صحیحہ وارد ہوئے ہیں اور یقیناً اس بات میں تو کسی شیعہ کو انکار نہیں۔

پس دو نکتے قابل توجہ ہیں،

۱۔جواب تشہد کے درود کے ساتھ مختص ہے نہ کہ تشہد کے بارے میں۔

۲۔صرف ان ہی الفاظ کو صلوٰۃ میں لایا جا سکتا ہے جو صحیحہ روایات سے وارد ہوئے ہوں۔

لہٰذا کسی طور بھی مذکورہ بالا فتویٰ سے تشہد میں شہادت ثالثہ کے جواز کا عندیہ نہیں ملتا۔

تنبیہ

مشاہیر فقہاء کے ہاں یہ امر متداول ہے اور استدلالی فقہی کتب میں بھی یہ قاعدہ و ضابطہ موجود ہے بلکہ بلا تأمل اتنی بات شرح لمعہ کے طلبہ بھی بخوبی جانتے ہیں کہ ﴿وقوفافی ماخلف الاصل علی القدر المتیقن﴾ جب بھی اصل کے خلاف حکم لگانا ہو تو ضروری ہے کہ متیقن مقدار تک ہی لگایا جائے اور جو جزئی یقینی میں داخل نہ ہو اسی پر اصل کے مطابق ہی حکم لگانا ہوتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ نماز کے باب میں اصل کیا ہے آیا تشہد نماز میں شہادت ثالثہ کا پڑھنا اصل ہے یا خلاف اصل؟

اہل علم کے لئے لمحہ فکریہ ہے فتامل جیداً۔

چھٹی دلیل

فاذا قال احدکم لا اله الا الله محمد رسول الله فلیقل علی امیر المومنین ولی الله ۔

۱۔اوّلاً یہ روایت فی حد نفسہ مرسل ہے۔البتہ بعض فقہاء کرام کا اس حدیث سے باب اذان میں استشہاد اس کے ضعف کا جبران کرتا ہے لیکن فقہاء کا استشہاد فقط ان افراد کے نزدیک جبران سند کرتا ہے جو فقہاء کرام کی حیثیت کے قائل ہیں پس فقہاء کے خلاف زبان درازی کرنے والے اور ان کیلئے حرام خور، ریا کار نام نہاد خمس خور جیسے غلط الفاظ کسی فتویٰ سے یہ استعمال کرنے والے دشمنان ولایت، منکرین ولایت کیلئے استشہاد فقہاء کسی طور بھی جبران سند نہیں کرسکتا پس حدیث جوں کی توں ضعیف ہے۔

پس اگر قدماء و متاخرین میں سے تمام فقہاء کسی ضعیف روایت کو بعنوان دلیل مستقل اخذ کریں تو انکا اس ضعیف روایت پر عمل کرنا بعض اصولیوں کے نزدیک اس کے ضعف کا جبران کرتا ہے۔

لیکن افسوس بالائے افسوس کہ اس روایت میں یہ دونوں شرطیں مفقود ہیں اور یہ روایت فی نفسہ مرسل اور غیر معتبر ہے۔

بدکلام کی واضح خیانت:

مصنف نے اس روایت کے ذیل میں فقہاء کی کتب ذکر کرنے پر اکتفاء کیا ہے اور انکی عبارتوں کو بیان کرنے سے صرف اسی لئے گریز کیا ہے کیونکہ یہ جناب کے موقف کی مخالفت کرتی ہے، یہ روایت فی حد نفسہ مرسل و غیر معتبر ہے، اس کے ضعف سند کو عمل فقہاء سے جبران کیا جا سکتا تھا لیکن کسی ضعیف روایت کے عمل فقہاء سے جبران کرنے کی دو شرائط ہیں۔

۱۔اس ضعیف روایت پر متقدمین و متاخرین تمام فقہاء نے عمل کیا ہو۔

۲۔اس روایت کو بعنوان دلیل مستقل ذکر کیا ہو۔

پس بعض اصولیوں کے نزدیک ان دو شرائط کے ساتھ عمل اصحاب کسی بھی ضعیف حدیث کا جبران کرسکتا ہے۔لیکن افسوس کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی شرط یہاں موجود نہیں۔

کیونکہ اس حدیث کی طرف باب اذان میں اشارہ فقط متاخرین نے کیا ہے اور دوسرا جن فقہاء نے اس کو ذکر فرمایا ہے وہ بعنوان دلیل تام ذکر نہیں کیا۔

کیونکہ اگر اذان میں شہادت ثالثہ کی دلیل یہی روایت ہوتی تو پھر یہ صیغہ (فلیقل) صیغہ امر ہے جو اوّلاً وجوب یا کم از کم استحباب پر دال ہے اور بالاتفاق تمام فقہاء عظام شہادت در اذان کے جزو ہونے کے منکر ہیں۔

ثانیاً: فرض کریں کہ اگر یہ دو شرائط پوری بھی ہو جائیں تو فقط عمل اصحاب ان کے نزدیک صحیح ہے جو فقہاء کی حیثیت و تقدس کے قائل ہیں پس فقہاء کے خلاف زبان درازی کرنے والے اور ان کو حرام خور، ریا کار، نام نہاد اور خمس خور جیسے الفاظ استعمال کرنے والے منکرین ولایت علی - کے لئے عمل فقہاء کسی طور بھی جبران ضعف حدیث نہیں کر سکتا پس بفرض محال اگر دونوں شرائط موجود نہ بھی ہوں تب بھی ان جیسے بدناموں کے نزدیک حدیث جوں کی توں ضعیف ہے۔

ثالثاً: اگر بفرض محال ہم اس روایت کو درست مان بھی لیں تو زمانہ قریب کے فقہاء کرام نے صرف اذان میں اسی روایت کی طرف اشارہ فرمایا ہے لیکن اس سے استنباط نہیں کیا کیونکہ اگر اسکو اذان میں شہادت ثالثہ کی دلیل کے طور پر اخذ کرتے تو حتماً اس کی جزئیت کے قائل ہوتے لیکن حسن اتفاق یہ ہے کہ طول تاریخ میں سے کسی نے شہادۃ ثالثہ کو جزء قرار نہیں دیا۔

نیز اذان میں شہادت ثالثہ کے جواز سے نماز میں شہادت ثالثہ کو جائز قرار دینا واضح طور
پر ابلیسی قیاس ہے جس کا فقہ شیعہ سے دور تک کوئی تعلق نہیں اور مزید برآں یہ قیاس مع
الفارق بھی ہے کیونکہ یقیناً اذان میں جو گنجائش موجود ہے وہ ہرگز نماز میں نہیں اذان و
نماز میں فرق کی تفصیلی بحث صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔ دلچسپ بات تو یہ ہے کہ اس حدیث کو
جن فقہاء نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے ان میں سے بعض نے صراحۃً اس حدیث سے
نماز میں تیسری گواہی کے جواز کو یکسر مسترد فرماتے ہوئے نماز میں شہادت ثالثہ پڑھنے
سے منع فرمایا ہے۔ اس سلسلے میں علامہ نعمت اللہ جزائری نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب
انوار نعمانیہ میں کچھ یوں ذکر فرمایا ہے۔

"ویستفاد من قولہؑ اذا قال احدکم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فلیقل
علی امیر المومنین عموم استحباب المقارنة بین اسمیھا ؑ الا اخرجه
الدلیل کا لتشهدات الواجبة فی الصلوات لانها وظائف شرعیة،
واما الأذان فهو وان کان من مقدمات الصلوٰة الا انه مخالف لها فی اکثر
الأحکام".

ترجمہ: امامؑ کے اس قول کہ "جب تم میں سے کوئی یہ کہے" لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" تو
اسے "علی امیر المومنینؑ" کہنا چاہیے" تو اسے ان دونوں ناموں (محمدؐ وعلیؑ) کو ملانے کا
عمومی استحباب مستفاد ہوتا ہے۔ سوائے ان مقامات پر کہ جہاں کوئی دلیل محمد رسول
اللہ کے ساتھ علی ولی اللہ نہ پڑھنے پر موجود ہو لہٰذا وہاں نام رسول اللہؐ اور علیؑ ولی اللہ
کو باہم پڑھنا درست نہیں جیسا کہ نماز کے واجب تشہد میں کیونکہ یہ وظیفہ شرعیہ
(توقیفیہ) ہے (سو اس میں کمی بیشی درست نہیں ہے)۔ (انوار نعمانیہ جلد ۱۔ صفحہ ۱۷۰ طبع
بیروت)

رابعاً: اس حدیث کے الفاظ پر غور کیا جائے تو بہت بڑا اعتراض سامنے آئے گا کیونکہ
(فلیقل علی امیر المومنین) صیغہ امر ہے جو کم از کم استحباب پر دلالت کرتا ہے پس معنی
حدیث یہ ہوگا کہ جب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہو تو مستحب ہے ساتھ علی
ولی اللہ بھی کہو اور یہ بات بھی واضح ہے کہ امامؑ و معصومؑ کبھی مستحب کام ترک نہیں کر سکتا

ساتویں دلیل

محدث علامہ نعمۃ اللہ الموسوی الجزائری زہر الربیع صفحہ ۲۹۶، الانوار النعمانیہ،
جلد ۱، صفحہ ۱۷۲، ۱۷۱، طبع تبریز میں رقم طراز ہیں۔

میں نے اصفہان میں ایک رات خواب میں دیکھا کہ بڑا وسیع و عریض میدان
ہے جس میں ایک حجرہ ہے لوگ اس حجرے کی طرف جا رہے ہیں میں نے لوگوں سے پوچھا
"حجرے کی طرف کیوں جا رہے ہو؟" لوگوں نے مجھے بتایا کہ رسول خداؐ تشریف لا رہے ہیں
پس میں بھی حجرے کی طرف دوڑا، ناگاہ دیکھتا ہوں کہ نبی کریمؐ حجرے کے دروازے پر ہی
تشریف فرما ہیں اور لوگوں کے سوالات کے جوابات دے رہے ہیں، میں آنحضرت کے قدم
چومنے کے بعد ان کے سامنے باادب کھڑا ہو گیا اور آپ کی طرف سے نماز کے شروع میں
ایک دعا مروی ہے "اللھم انی الیک محمداًبین حاجتی ... الخ"
اس دعا میں امیر المومنین علی علیہ السلام کا ذکر نہیں ہے میں ڈرتا ہوں کہ اس دعا میں حضرت علی علیہ السلام
کا نام لینے سے شریعت میں اپنی خواہش کے ساتھ مداخلت نہ ہو جائے۔ فاشار الی با
صبعیه وقرن بینھما۔ پس آنحضرتؐ نے میری طرف اپنی دو انگلیوں کو ملا کر اشارہ
فرمایا۔ ذکر علیؑ مع اسمی مثل ھاتین کہ ذکر علیؑ میرے نام کے ساتھ ایسے ہے۔
جیسے میری دو انگلیاں آپس میں ملی ہوئی ہیں۔ فاذا ذکرت اسمی فاذکر
اسمه۔ جب بھی، جہاں بھی میرا نام لو پس (لازم ہے) علیؑ کا نام بھی لو۔

میں بخوشی خواب سے بیدار ہوا اور یہ خواب اپنے استاد محترم محدث علامہ مجلسیؒ ابقاہ اللہ کو سنایا انہوں نے وضاحت کی ۔قد ورد فی صحیح الاخبار ان النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال لعلی "یا علی سألت ربی ان تذکر حیث اذکر فاجابنی الی ذلک۔

صحیح روایات میں وارد ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام سے ارشاد فرمایا اے علی علیہ السلام! میں نے اپنے ربّ سے عرض کیا کہ جہاں میرا ذکر کیا جائے وہاں تیرا ذکر (بھی) کیا جائے تو اللہ نے میری دعا قبول فرمالی۔

الجواب:

جب ان مداری حضرات کو اپنے خود ساختہ نظریہ کی حمایت میں متقن و مضبوط دلائل نہیں ملتے تو پھر بے چارے خواب وخیال کے کچے دھاگوں کی گتھیاں سلجھانے لگتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں کہ 'الانوار النعمانیہ'' میں ذکر شدہ ایک خواب کا حوالہ دیا جاتا ہے جو ان کے بقول نماز میں شہادۃ ثالثہ کی دلیل ہے۔لطف کی بات یہ ہے کہ شہادۃ ثالثہ کے حق میں تصنیف شدہ کتب میں جب بھی یہ مداری کسی مغالطے کا ارادہ رکھتا ہے تو اس کتاب کا عکس نہیں دیتا کیونکہ اس میں اس کے موقف کا زبردست ردّ ہوتا ہے۔

چنانچہ کتاب انوار نعمانیہ مطبعہ شرکت تبریز ہمارے پیش نگاہ ہے اس میں جہاں محولہ بالا خواب کا ذکر ہے وہیں حاشیہ پر فاضل محشّی حضرت آیۃ اللہ محمد علی القاضی الطبا طبائی التبریزیؒ نے شدید الفاظ میں یوں تردید فرمائی ہے۔

"وماذكره المصنف رحمه الله من الرؤيا تائيدًا لمرامه لا يكون دليلاً شرعياً ولا سيّما فی اثبات الاحكام الشرعيّة فانّ على المجتهد استنباط الاحكام عن الا دلّة المتعارفة من الكتاب والسنّة والاجماع والعقل لا بطريق الرؤ يا وامثاله كما هو معلوم و مبرهن فی محله و كتبنا

تفصيل ذلک فی رسالة الاجتهاد والتقليد .

قال الفقيه الاعظم والمجتهد الاكبر الشيخ جعفر كاشف الغطاء قدس سرّه فی كتابه (الحق المبين). ان الاحلام لا تكون شواهد الاحكام باتفاق علماء اهل الاسلام انظر ص ۸۳ ط طهران (۱۳۹۱)ھ ق.

ترجمہ: مصنفؒ نے جو خواب اپنے مطلب کی تائید کے طور پر پیش کیا ہے وہ ہرگز دلیل شرعی نہیں بن سکتا اور خصوصاً احکام شرعیّہ کو ثابت کرنے کے لئے تو کبھی نہیں ۔پس مجتہد کی ذمہ داری ہے کہ احکام (شرعیّہ) کو ان کی معروف ادلہ یعنی قرآن ،حدیث ،اجماع اور عقل سے استنباط کرے نہ کہ خوابوں ومثالوں کے سہارے سے جیسا کہ یہ بات اپنے مقام پر ثابت و طے شدہ ہے اور ہم نے اسی بات کی تفصیل اپنے رسالہ بنام "اجتہاد وتقلید" میں ذکر کر دی ہے ۔اور فقیہ اعظم مجتہد اکبر شیخ جعفر کاشف الغطاء قدس سرہ نے اپنی کتاب "الحق المبین" میں فرمایا ہے کہ اس بات پر تمام علماء اسلام کا اتفاق ہے کہ کبھی بھی خواب وسپنے احکام شرعیہ کی دلیل نہیں ہو سکتے ۔

(انوار نعمانیہ۔جلد ۱،صفحہ ۱۷۱،طبع تبریز بذیل "نور قمری یتعلق باحوال القمر")

حجیت خواب کے بارے میں علم رجال واُصول حدیث کے ماہر عالم ربانی حضرت علامہ شیخ عبداللہ مامقانیؒ اپنی کتاب "تنقیح المقال" میں جناب دعبل بن علی خزاعیؒ کے حالات کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"وثانياً بان الرؤيا ليست بحجة فضلاً عن ان يّعارض بها الخبر المعتبر المعتمد وأمّا قوله من رأنا فقد رأنا فان الشيطان لا يتصور بصورنا ولا يصور شيعتنا فلا يقتضی حجية الرؤيا فانه لا يلزم من رؤية الشخص بعينه ان يكون قوله حجّة فيما يتعلق بالاحكام سلمنا ولكن نمنع انّ ظاهر الالفاظ حجّة فيها كما هو حجّة فيها كما هو حجة واليقظة

اذ لا دلیل علیه ولذلک تفسّر الاشیاء بملازماتها و منا سباتها و امثال ذالک من التأویلات البعیدة من تفسیر الشیء نقیضه و ضدّه ومشاکله فجازان یکون شرب الخمر عبارة عن لذائذ الدنیا من المباحات وامّا اسواد الوجه فلا دلالة علی سوء حاله".

ترجمہ: اور ثانیاً خواب حجت نہیں ہیں چہ جائیکہ یہ کہا جائے کہ کوئی معتبر اور معتمد حدیث خواب سے معارض ہوسکتا ہے اور رہا امامؑ کا یہ فرمان مقدس کہ "جس نے خواب میں ہماری زیارت کی (وہ شک نہ کرے) اس نے ہماری ہی زیارت کی ہے (کیونکہ) شیطان ہماری اور ہمارے شیعوں کی شکل اور روپ نہیں دھار سکتا"۔ یہ فرمان ہرگز خواب کے حجت و قابل اعتبار ہونے کی دلیل نہیں۔ کسی شخص کو بعینہٖ دیکھنے کا یہ لازمہ ہرگز نہیں کہ اس کا قول بھی حجت ہو، احکام شرعیّہ میں (اور بالفرض اگر) ہم صحیح بھی مان لیں تو بھی یہ تسلیم نہیں کر سکتے کہ جس طرح ان ذوات مقدسہ کا حالت بیداری میں قول حجت ہے بعینہٖ حالت خواب میں بھی حجت ہو کیونکہ خواب میں حجیت قول پر کوئی دلیل نہیں۔ اسی لئے اشیاء کی وضاحت یا تصریح ان کے ملازمہ یا مناسب یا ان جیسی چیزوں سے کرنا تأویلات بعیدہ میں سے شمار ہوتا ہے جیسے کہ کسی شیء کی تفسیر اس کی نقیض یا اس کی ضد سے کرنا بعید ہے پس اگر (خواب میں ان کی زیارت ان کے قول کی حجت پر بھی دلیل ہوتی تو بالکل اسی طرح) درست تھا کہ شراب نوشی کا مطلب تمام مباح لذتوں کو استعمال کرنا ہوتا اور (اسی طرح ملازمہ کی مثال کہ) کسی شخص کے چہرے کی سیاہی کا اس کی بد حالی پر دلالت کرنا درست نہیں۔ (کتاب: تنقیح المقال جلد ۱، صفحہ ۴۱۸، ۴۱۹۔ طبع نجف اشرف ۱۳۴۹ھ)

ثالثاً۔ اگر بالفرض محال ہم اس خواب کو حجت مان بھی لیں تو بہت بڑا سوال پیدا ہوگا کہ اگر واقعاً حضرتؑ نے اس دعا (اللّھم انی اقدم الیک محمداً بین یدی حاجتی)

میں (علیاً) کا اضافہ فرمایا بھی تھا تو اس کو اپنی حیات طیّبہ میں بیان کرتے وقت ہی فرما دیتے جبکہ آپؑ نے ایسا نہیں کیا۔

ثالثاً۔ اس خواب کا تشہد نماز سے تو دور تک کوئی تعلق نہیں ہے اور خاص کر ہمارے ما بہ النزاع سے تو یہ خواب بالکل اجنبی ہے کیونکہ اگر یہ خواب فرضاً حجت بھی ہو تب بھی حدّ اکثر دعا میں ذکر علیؑ کے اضافے کا جواز ہے نہ کہ تشہد میں۔

رابعاً۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ جس شخصیت کو یہ خواب آیا ہے وہ یہ بات نہ جان سکے جو آج کا مداری جان گیا ہے کیونکہ محدث جزائری کہ جنہوں نے یہ خواب دیکھا اور بیان کیا وہ خود بذاتہ تشہد نماز میں شہادۃ ثالثہ کی ہرگز اجازت نہیں دیتے۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ان کی عبارت مع ترجمہ دیکھ سکتے ہیں۔

شیخ طوسیؒ کی کتاب "مصباح المتہجد" میں بددیانتی

شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسیؒ متوفی ۴۶۰ھ رئیس مذہب شیعہ انتہائی جلیل القدر عالم ہیں آپ کی دو کتابیں "تہذیب الاحکام" اور "الاستبصار" کتب اربعہ میں شامل ہیں آپ کئی دیگر فقہی کتابوں کے مؤلف ہیں آپ نے اپنی کتابوں میں تشہد کے واجبات اور مستحبات کو بڑی تفصیل سے درج کیا ہے لیکن کہیں بھی تشہد میں شہادت ثالثہ کا اشارہ تک نہیں کیا، آپ کی ادعیہ مبارکہ پر مشتمل مشہور کتاب مصباح المتہجد کا رجب المرجب ۱۰۰۴ھ کا خطی نسخہ ہمارے پیش نگاہ ہے علاوہ بر ایں دیگر تصحیح شدہ مطبوعہ نسخے بھی ہمارے کتب خانہ میں موجود ہیں جن میں بأ ختلاف الفاظ طویل تشہد درج کیا گیا ہے مگر اس میں شہادت ثالثہ کا ذکر نہیں ہے اس سے بھی زیادہ مضبوط اور محکم دلیل یہ ہے کہ شہید ثانی شیخ زین الدین بن علی عاملیؒ نے اپنی کتاب "الفوائد الملیہ شرح الرسالۃ النفلیہ" صفحہ ۲۲۱، بذیل عنوان "سنن التشہد" مطبوعہ مرکز انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی قم میں یہی تشہد "مصباح

المتہجد" کے حوالے سے درج کیا ہے لیکن اس میں بھی شہادتِ ثالثہ کے اضافی الفاظ نہیں
ہیں۔ان کے اصل الفاظ یہ ہیں:

واکثر الاصحاب و منهم الشيخ فى المصباح افتتحوه بقولهم بسم الله و
بالله و الاسماء الحسنى كلما لله (و بعد) قوله و اشهد ان محمدًا (عبده و
رسوله) يقول (ارسله بالحق بشيرًا و نذيرًا بين يدى الساعة و اشهد ان
ربى نعم الرب و ان محمد نعم الرسول و بعد الصلاة على النبى و آله
صلى الله عليه و عليهم..

ترجمہ: اکثر فقہاء اوران میں سے شیخ طوسیؒ نے مصباح المتہجد میں تشہد کی ابتداء اس کے
ساتھ کی ہے بسم الله و بالله والاسماء الحسنى كلما لله (و بعد) قوله و
اشهد ان محمدًا (عبده و رسوله) يقول (ارسله بالحق بشيرًا و نذيرًا بين
يدى الساعة و اشهد ان ربى نعم الرب و ان محمد نعم الرسول اوراس کے
بعد محمدؐ وآل محمدؐ پر درود وسلام ہے۔معلوم ہوا کہ شہید ثانیؒ کے پاس مصباح المتہجد کا جو
نسخہ تھا اس میں یہ اضافی الفاظ موجود نہیں تھے لہٰذا اصل مصباح المتہجد میں یہ الفاظ نہیں
پائے جاتے۔اگر اس میں یہ الفاظ ہوتے تو شیخ طوسیؒ اپنی کتاب الاستبصار اور تہذیب
الاحکام دونوں میں اسے تحریر کرتے۔

لیکن بدقسمتی سے ایک غیر معروف مطبع بنام "علمی" مشہد مقدس کے ناشر نے ۱۳۳۸ھ میں
بین السطور اپنی طرف سے ان الفاظ کا اضافہ کر دیا ہے "وأن علياً نعم المولى" ہم
اسی کتاب میں پہلے اصل خطی نسخے کا عکس پھر محرف نسخے کا عکس پیش کئے دیتے ہیں۔
تاکہ ان مغالطہ دینے والے چند غیر ذمہ دار افراد کی ابلہ فریبی اور بددیانتی اچھی طرح
منکشف ہو جائے۔

اصل خطی عکس صفحہ نمبر پر اور مطبوعہ محرف نسخہ صفحہ نمبر پر ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ سلارؒ کی کتاب "المراسم فی الفقہ" میں بددیانتی

شیخ مفیدؒ کے شاگرد نامور فقیہ حمزہ بن عبدالعزیز الدیلمی الطبرستانی المعروف بہ شیخ سلارؒ
متوفی ۴۶۳ھ جو ایک بلند پایا محدث اور ایک بالغ نظر فقیہ تھے اور کئی سال تک قضاوت
کے بڑے عہدے پر جلوہ افروز رہے ان کی مشہور فقہی کتاب "المراسم فی فقہ الامامیۃ" ہے
جو آج سے تقریباً ڈیڑھ صدی پہلے ۱۲۷۶ھ ایران سے "الجوامع الفقھیۃ" نامی مجموعہ کے
اندر شائع ہوئی بحمد اللہ تعالیٰ یہی نسخہ ہمارے کتب خانہ میں موجود ہے مزید برآں اس کا
ایک قدیم خطی نسخہ بھی ہمارے کتب خانہ کی زینت ہے (اس کتاب المراسم) کا حوالہ
سابقہ اوراق میں درج کیا جا چکا ہے

اس کتاب میں مذکور تشہد میں شہادت ثالثہ کا نام ونشان تک نہیں ہے لیکن انتہائی افسوس
کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جدید طباعت میں ناشرین نے انتہائی بدترین خیانت کرتے
ہوئے۔"وأن علياًنعم الامام" کا اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ہے جو صرف مصنف
کے ساتھ ہی ظلم نہیں بلکہ پورے مکتب اہل بیتؑ کے ساتھ ظلم وزیادتی اور انتہائی گھناؤنا
جرم ہے۔ہمارے پیش نظر "المراسم فی الفقہ" کے وہ دو نئے مطبوعہ نسخے ہیں جن میں
تحریف ہوئی ہے۔

۱۔منشورات الحرمین پاساژ قدس قم (عکس صفحہ نمبر ۱۹۶۔۱۹۷ پر ملاحظہ فرمائیں)
۲۔المطبعۃ امیر قم تاریخ اشاعت ۱۴۱۴ھ

مندرجہ بالا دونوں جدید نسخوں میں اس گھناؤنی کاروائی کا ارتکاب کیا گیا ہے البتہ قلمی اور قدیم طبع
نسخوں میں محولہ بالا اضافی عبارت نہیں ہے۔
اصل قلمی عکس صفحہ نمبر ۱۹۲ پر ملاحظہ فرمائیں
مطبوعہ قدیم طبع اوّل کا عکس صفحہ نمبر ۱۹۴ پر ملاحظہ فرمائیں

آیت اللہ العظمیٰ بروجردیؒ کی طرف جھوٹی نسبت:

بعض غیر ذمہ دار افراد کی طرف سے حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید حسین طباطبائی البروجردی قدس سرہ الشریف کی طرف کتاب ''جامع أحادیث الشیعہ'' کے حوالے سے یہ نسبت دی گئی کہ انہوں نے اپنی اس کتاب میں مصباح المتہجد اور فقہ الرضا کے حوالے سے تشہد میں شہادت ثالثہ کی روایت نقل کی ہے کہ اس سے ظاہر یہ کرنا چاہتے ہیں کہ گویا آقا بروجردیؒ شہادت ثالثہ در تشہد کے قائل تھے۔

ایک عظیم مرجع پر یہ بہت بڑا بہتان ہے جبکہ آیت اللہ العظمیٰ آقا بروجردیؒ ہرگز تشہد میں شہادت ثالثہ کے قائل نہ تھے اور نہ ہی انہوں نے اپنی پوری زندگی میں اس کے جواز کا فتویٰ دیا جیسا کہ ان کی توضیح المسائل اور دیگر فقہی کتب اس پر شاہد ہیں ان بہتان طرازوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ آقا بروجردی کی ''جامع أحادیث الشیعہ'' نامی کوئی کتاب ہے ہی نہیں۔ آپ کی زندگی میں اس کتاب کی صرف پہلی جلد شائع ہوئی تھی؛ اُن کی وفات کے بعد الحاج شیخ اسماعیل معزی نے اس کتاب کی تدوین کی۔ یہ کتاب ہمارے پیش نظر ہے اسکے مؤلف کا نام ''الحاج الشیخ اسماعیل المعزي الملایري'' درج ہے۔ عکس ملاحظہ فرمائیں۔

هويّة الكتاب:

الكتاب:	جامع أحاديث الشّيعة في أحكام الشّريعة المجلد الخامس
المؤلّف:	الحاجّ الشّيخ إسماعيل المعزّيّ الملايريّ
النّاشر:	المؤلّف
اللّيتوغراف:	الواصف - قم
المطبعة:	المهر - قم
تاريخ الطّبع:	۱۳۷۴هش - ۱۴۱۶هق
التّعداد:	ثلاثة آلاف
السّعر:	۹۵۰۰ ريال

جميع الحقوق محفوظة ومسجّلة للمؤلّف

زیر بحث کتاب ''جامع الأحادیث الشیعہ'' کے مؤلف نے طبع ثانی میں اس کتاب کی تصحیح کرتے ہوئے اس میں دیئے گئے مصادر و مآخذ کی طرف رجوع کیا تو غیر موثق عبارات کو خارج کردیا۔ انہی میں سے مصباح المتہجد کی وہ عبارت بھی ہے جسے شہادت ثالثہ کے قائلین اچھال رہے ہیں حالانکہ خود مؤلف نے اس بات کی صراحت کی ہے چنانچہ کتاب کے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں: عکس ملاحظہ فرمائیں

بسمه تعالى وله الحمد وعلى النّبيّ والأئمّة الصّلوة والسّلام

تمتاز هذه الطّبعة بمازيات مستكملة وفوائد مستتمّة:

منها تكثير رواياتها واشاراتها فانّه مضافاً على ضبط مانقل فى الطّبعة الأولىٰ اضفنا اليها زهاء الف حديث ممّا عثرنا عليه من الرّوايات الّتى لم تذكر فى الوسائل والمستدرك.

ومنها ضبط معان لغاتها وتفسيرها وبيان المراد منها فى الهامش تسهيلاً للطّالب.

ومنها ايراد تعليقات وبيانات مفيدة من الاعاظم فى الذّيل.

ومنها تعيين مواضع الإشارات الآتية تفصيلاً بذكر رقم الحديث ورقم الباب مشخّصاً فانّ هذا فى الطّبعة الاولىٰ غير ميسور.

ومنها تبديل ارقام صفحات الكتب المنقولة عنها الحديث بأرقام صفحات الكتب المطبوعة الحديثة فإنّ أرقام الصّفحات فى الطّبعة الاولىٰ كانت من الكتب المطبوعة القديمة ولم توجد فعلاً الّا عند بعض العلماء فبدّلناها بأرقام الصّفحات المطبوعة الحديثة كى يتمكّن الجميع من الرّجوع اليها.

ومنها تصحيح اغلاط الطّبعة الأولىٰ والسّعى البليغ والنّظر العميق فى تصحيح الكامل والمقابلة مع المصادر المصحّحة حتّى الوسع والاستطاعة.

ومنها مزايا أخر تظهر عند المراجعة للمحقّقين واهل النّظر وتركت ذكرها اختصاراً فيكون هذا الجامع بحمدالله ومنّه كافٍ وافٍ للفقيه البارع المستنبط للأحكام، وأحسن الوسائل له الى النّيل بمعرفة الحلال والحرام ويغنيه عن سائر مجامع الحدثان طرّاً ويستغنى به القائسون عن العمل بالآراء والمقاييس والاستحسان كلّاً فشكراً لله المنّان واسأله ان يجعله مرجعاً للعلماء العاملين المخلصين وللفقهاء العدول المتبحّرين ولطلّاب علوم الدّين المبين والمتمسّكين بحبل الله المتين وبأطائب عترة خير المرسلين صلوات الله عليهم أجمعين وارجو من المراجعين الكرام واساتذة العظام ان لاينسونى من الدّعاء وينبّهونى بمافيه من السّهو والخطاء ويعفو عنى عفاالله تعالى عنهم وجزاهم أحسن الجزاء وأعلىٰ مقام سيّدنا الاستاذ الأعظم آية الله العظمىٰ البروجردي فى الجنان وحشره مع النّبيّين والصّدّيقين وأجداده الكرام فإنّه هدانا لهذا والسّلام عليكم ورحمة الله.

أقلّ خدمة أهل العلم إسماعيل بن قاسم المعزّى الملايرىّ عفاالله تعالى عنه وعن أبويه وعن المؤمنين.

لہذا مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات عیاں ہوئی کہ عظیم مرجع آقا بروجردیؒ کی طرف زیر بحث مسئلہ کی نسبت انتہائی ابلہ فریبی اور دھوکہ دہی ہے۔

آیت اللہ العظمیٰ ابوالقاسم الخوئی قدس سرہ کے ایک فتویٰ کی وضاحت

حال ہی میں قم سے ایک کتاب بنام ''صراط النجاۃ فی اجوبۃ الاستفتاءات'' چند جلدوں میں شائع ہوئی ہے جس میں آیت اللہ۔۔خوئیؒ اور آیت اللہ۔۔جواد تبریزیؒ کے فتاویٰ موجود ہیں

شہادت ثالثہ کے ایک محرک نے عوام کو دھوکہ دینے کے لئے آقا خوئی کے ایک فتویٰ کو شہادت ثالثہ کے جواز کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی ہے اس عبارت سے خلط ملط مفہوم اخذ کرتے ہوئے ہذیان میں آکر وہ باتیں کی ہیں جو کوئی بھی سنجیدہ آدمی نہیں کر سکتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس محرک نے نہ ہی سائل کے سوال کو سمجھا ہے اور نہ ہی حضرت آیت اللہ خوئی کے جواب کو سمجھ سکا۔ ہم اپنے معزز قارئین کے لئے سائل کا سوال اور آقا موصوف کا جواب من وعن نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہو:

سوال[۵۲۰]: من یذکر فی کلِ تشھد فی الصلاۃ ،بعد الشھادۃ بالوحدنیۃ والرسالۃ ،الشھادۃ لعلیٍ بالولایۃ،ھل یحکم ببطلان صلاتہ ،لو کان ذٰلک منہ جھلاً بالحکم و اعتقاداً بلزومھا أو استحبابھا أم تصح تلک الصلاۃُ ؟

الخوئی : اذاکا ن معتقداً بصحۃ الصلاۃ معھا ،صحت ولا اعادۃ علیہ فیھا .

''جو شخص نماز کے ہر تشہد میں توحید و رسالت کی شہادت کے بعد اگر حکم (تشہد) سے جہالت کی بنا پر حضرت علیؑ کی ولایت کے لازم ہونے یا مستحب ہونے کے اعتقاد سے ذکر کرتا ہے تو کیا اسکی (پڑھی ہوئی) نماز کے بطلان کا حکم لگایا جائے گا ؟ یا وہ (پڑھی

ہوئی) نماز صحیح ہوگئی ؟

جواب: جب وہ شہادت ثالثہ کیساتھ نماز کے صحیح ہونے کا معتقد ہو تو اس کی (گزشتہ) نماز صحیح ہے اور اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے یہی سوال آیت اللہ العظمیٰ المرجع الدینی الکبیر السید محمد سعید الطباطبائی الحکیم دام ظلہ سے بھی پوچھا گیا جس کا جواب سرکار نے وہی دیا جو آقا خوئیؒ نے دیا سوال و جواب حاضر خدمت ہیں۔

سوال ۲۴۸: ما حکم من یقول فی تشھدہ أثناالصلاۃ (و أشھد أن علیاً ولی اللّٰہ)؟

الجواب :اذاکا ن جاھلاً فصلاتہ الماضیۃ صحیحۃٌ و علیہ ترک ذٰلک فیما بعد .

سوال: اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو نماز کے دوران تشہد میں ''و أشھـــد أن علیاً ولی اللہ'' پڑھتا ہے؟

جواب: اگر وہ شخص حکم سے جاہل تھا تو اس کی پڑھی ہوئی گزشتہ نماز صحیح ہے اور (جان لینے) کے بعد اس پر شہادت ثالثہ کا ترک کرنا واجب ہے

(الفتاویٰ اسئلۃ واجوبۃ جلد ۱ صفحہ ۲۷ طبع دار الھلال نجف اشرف ،الطبعۃ الثانیۃ ۲۰۰۴ء)

وضاحت

دراصل سائل کا سوال گزشتہ پڑھی گئی نمازوں کے متعلق ہے جنہیں اس نے جہالت کی بنا پر شہادت ثالثہ کے ساتھ انجام دیا تھا۔ آقا موصوف نے فرمایا ہے کہ گزشتہ نمازوں کا اعادہ نہیں ہے اسی طرح شریعت کی رو سے اگر کوئی آدمی سنی سے شیعہ ہو جائے تو سابقہ مذہب پر پڑھی گئیں تمام نمازوں کی قضا اس پر واجب نہیں ہے نیز یہی حکم جاہل از حکمِ تشہد کے متعلق ہے یہ بات کسی اہل علم پر پوشیدہ نہیں کہ تشہد میں شہادت ثالثہ کے مبطلِ

نماز ہونے کے متعلق حضرت آیت اللہ العظمیٰ ابوالقاسم الخوئی رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف انتہائی واضح اور غیر مبہم ہے۔ ان کے ارشاد و فتاویٰ کو نظر انداز کر دینا اور اپنی طرف سے کشید کردہ غلط معنیٰ و مفہوم ان کے ذمے لگا دینا کتنی بڑی بد دیانتی و ابلہ فریبی اور دھوکہ دہی ہے۔ ان کے فتویٰ کا عکس اسی کتاب میں موجود ہے۔

تشہدِ نماز میں شہادتِ ثالثہ سے متعلق مراجع و فقہاء عظامؒ اور علماء علامؒ کے فتاویٰ و ارشادات

ایک ضروری وضاحت :۔ بعض ثقہ اور جلیل القدر مراجع و فقہاء نے شہادتِ ثالثہ در تشہد کے مبطل نماز ہونے کا فتویٰ معاذ اللہ حضرت امیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم مبارک کی وجہ سے نہیں بلکہ کلام آدمی (اپنی طرف سے اضافے) کی وجہ سے دیا ہے کیونکہ نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ ثابت نہیں ہے لہٰذا جو بھی اسے پڑھے گا کلام آدمی (اپنی طرف سے اضافہ) کے زمرے میں آئے گا اور کلامِ آدمی بالاتفاق مبطل نماز ہے۔ بایں وجہ نیز شریعت کی خلاف ورزی کرنے کی بنا پر انہوں نے مبطل نماز کا فتویٰ دیا ہے۔ (فافہم)

فتویٰ مرجع ذی قدر حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ السیّد محسن الحکیم طبا طبائی رح

تشہد میں شہادت ثالثہ کا پڑھنا جائز نہیں
اور مبطل نماز ہے (آیۃ اللہ محسن الحکیمؒ)

سوال : درصلوۃ واجبی شہادت ولایت جناب امیرؑ دادن جائز است یا نہ؟

سائل: سید محمد سبطین گردیزی۔ ۱۲ شعبان ۱۳۸۳ھ

جواب : جائز نیست و مبطل صلوٰۃ است

دستخط و مہر شریف

عکس فتویٰ!

۸۔ در صلواۃ واجبی شہادت ولایت جناب امیر علیہ السلام دادن جائز است یا نہ۔

بسمہ تعالیٰ

جائز نیست و مبطل صلوٰۃ است

والسلام علیکم و علی من اتبع الہدیٰ و رحمۃ اللہ و برکاتہ

۸۳
۲۳

فتویٰ مرجع ذی قدر حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ السیّد محسن الحکیم طباطبائی رحؒ

MAKTABAT-UL-HAMADANI
BLOCK No. 19 SARGODHA (W. PAKISTAN)

دفتر مکتبۃ العلوم الہمدانی سرگودھا

Ref No. ______ Date __________

بخدمت جناب مستطاب حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ آقائی سید محسن طباطبائی حکیم مدظلہ

السلام علیکم ۔ امید ہے کہ مزاج شریف باجملہ متعلقین بخیر و عافیت ہوں گے ۔ ذیل میں ایک مسئلہ درج ہے جواب جواب سے مطلع فرما کر مشکور فرمائیں اور اپنی دعاؤں میں یاد فرمائیں ۔

ادام اللہ ظلکم الشریف ۔

مسئلہ

شہادت ثالثہ " شہادت بولایت حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب ع " تشہد نماز میں اگر بقصد تیمن و تبرک پڑھی جائے تو کیا نماز اس فعل سے باطل ہوگی یا اس میں کسی قسم کا خلل پڑے گا ۔ یا یہ کہ ایماناً و اعتقاداً پڑھنا درست ہے ؟

المستفتی محمد حفیظ خان

بسمہ تعالیٰ

تشہد نماز میں مذکورہ قصد سے پڑھنا جائز نہیں ہے

[illegible] پڑھا جائے تو نماز باطل ہو گی

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محسن الطباطبائی الحکیم

۲۳ ۸ ۱۳۸۷ [illegible]

لعبد الرزاق الموسوي المقرم

سر الإيمان

الشهادة الثالثة في الأذان

مجموعة فتاوى العلماء الاعلام من الماضين والحاضرين
في استحباب الشهادة بالولاية لعلي بن أبي
طالب عليه السلام في الأذان وغيره

سنة ١٣٧٤ هـ ١٩٥٥ م

مطبعة الغري الحديثة
النجف

- ٤٩ -

فتوى آية الله الحكيم الطباطبائي

ان كلمة سيد الطائفة الحقة وفقيه بيت العصمة آية الله السيد محسن الحكيم الطباطبائي ايده الله في مستمسك العروة الوثقى ج ٤ ص ١٤ توقف القارىء النابه على دقيق الاستنباط وما تستوجبه الملابسات من وجوب الاعلان بالشهادة لسيد الاوصياء بالولاية وإمرة المؤمنين صلوات الله عليه وعلى ابنائه الذين اذهب الله عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا واليك ما افتى به في المستمسك

قال ايده الله: لا بأس بالاتيان بالشهادة بالولاية بقصد الاستحباب المطلق لما في خبر الاحتجاج اذا قال احدكم لا إله إلا الله محمداً رسول الله فليقل علي امير المؤمنين بل ذلك في هذه الأعصار معدود من شعائر الايمان ورمز الى التشيع فيكون من هذه الجهة راجحاً شرعا بل قد يكون واجباً لكن لا بعنوان الجزئية من الأذان ومن ذلك يظهر وجه ما في البحار من انه لا يبعد كون الشهادة بالولاية من الأجزاء المستحبة للاذان لشهادة الشيخ والعلامة والشهيد وغيرهم بورود الأخبار بها وأيد ذلك بخبر القاسم بن معاوية المروي عن الاحتجاج للطبرسي عن الصادق «ع» انتهى .

- ٥٠ -

وقال في (منهاج الصالحين) ص ١٢٩ الطبعة السابعة و تستحب الصلاة على محمد وآله عند ذكر اسمه الشريف وا كمال الشهادتين بالشهادة لعلي «ع» بالولاية وإمرة المؤمنين في الأذان وغيره اه .

وتفرقته ادام الله ظله في جواب سؤال (قاسم سالم البياني) على ماجاء في المنشور الرابع ٢٧ رمضان في استحباب الشهادة بالولاية في الأذان وغيره دون الصلاةفلم تخف على العارف بقواعد الشريعة ومن درس الأحكام فان الأخبار الخاصة منعت من ادخال الكلام في الصلاة إلا ما كان قرآناً او ذكراً او دعاء ويدخل في الذكر التكبير والتهليل والتسبيح لله تعالى وفي الدعاء الصلاة على محمد وآله واما الشهادة بالرسالة لمحمد (ص) وان لم تكن من الدعاء إلا انه جاء في رواية الحلبي عن الصادق «ع» كلما ذكرت الله به والنبي (ص) فهو من الصلاة والشهادة بالولاية لاتدخل تحت هذه العناوين فهذا وجه من منع منها في الصلاة ، ولا نضايق من يرتئي من الفقهاء الحاقها بالذكر اخذاً بعموم قوله «ع» اذا قال احدكم لا إله إلا الله محمداً رسول الله فليقل علي امير المؤمنين فان للاجتهاد باباً واسعاً ومعذور صاحبه اذا كان على الموازين المشروعة والقواعد المقررة .

مرجع عالیقدر آیۃ اللہ العظمیٰ سید ابوالقاسم الموسوی الخوئی قدس اللہ سرہ

''نماز میں فقط ذکر خدا، دعا اور قرآن کی اجازت ہے۔ یہ نہیں کہ جو بھی حق ہو اس کا نماز میں ذکر جائز ہو۔ مثلاً موسیٰ علیہ السلام نبی تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی تھے۔ ائمہ بارہ ہیں۔ یہ امور سب برحق ہیں۔ مگر اس قسم کے امور حقہ کو نماز میں داخل نہیں کیا جا سکتا۔''

بسم الله الرحمن الرحيم

رئاسة المجلس الشرعي الجعفري

ص.ب ٢٠
دبي
الامارات العربية المتحدة

تلفونات
الرئيس : ٢١٦٦٤
الوكيل : ٢١٧٥٥
المكتب : ٢١١٢٨

الرقم ٩٤/٢٩ شوال ١٣٩٦ هـ
١٩٧٦/١١/١٦

التاريخ ١٦/١١/٧٦

ما يقول سماحة سيدنا آية الله العظمى السيد ابو القاسم الخوئي مد ظله

في المسألة الآتية : يفتي علماؤنا الاعلام حفظهم الله تعالى باستحباب الشهادة لعلي (ع) بامرة المؤمنين في الاذان فهل يعني ان هذا الاستحباب يجري في تشهد الصلاة او مختص فيما عدا الصلاة (لانه لا يجوز اضافة شيئ في الصلاة غير الدعاء والقران وذكر الله تعالى بشرط ان تكون هذه الاضافة لا بقصد الجزئية) واذا كان الاستحباب يختص فيما عدا الصلاة فهل يصح سيدنا اطال الله بقاه بايضاح الفرق ونرجوا ان تكون الاجابة واضحة حتى ينتفع بها عامة الناس وختاما نسأل الله سبحانه ان يحفظكم ويحفظ بكم معالم الاسلام ويبقيكم ذخرا للمسلمين ·

[signature]

رئيس مجلس ادارة الاوقاف
الجعفرية الخيرية في دبي
ص · ب : ٢٠ دبي
دولة الامارات العربية المتحدة
تلفون ٢١١٢٨/٢١٦٦٤

بسمه تعالى
لم يرخص في الصلاة من الكلام الا ما ذكر من الدعاء والقرآن وذكر الله تعالى فذات كلما هو حق يجوز ذكره في الصلاة مثلاً ان عيسى نبي او ان موسى كان نبياً قبل عيسى او الائمة اثنا عشر فلا يجوز امثال ذلك وانما يجوز ما يدخل في احد العناوين السابقة والله العالم
٢١ ذيقعده ٩٦
[seal]

فتویٰ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ
آقائی السیّد روح اللہ الخمینی رح

" جو تشہد معروف اور رسالہ ہائے عملیہ میں مذکور ہے اسے پڑھا جائے اس کے علاوہ
صحیح نہیں ہے اور اگر تشہد میں عمداً شہادت ثالثہ پڑھے تو نماز باطل ہو جائے گی"۔

سوال: چه حکم است مسئله که در تشهد بعد از شهادتین گفتن شهادت امیر المومنین و ذریته الطاهرین ثواباً نه بر اعتقاد جزو نماز آیا ثواب دارد یا گفتن حرام است۔

(سائل) نفقا الشیخ محمد حسن الباکستانی

جواب: تشهد باید بنحوی که معروف است در رساله هائی عملیه مذکور است خوانده شود و بغیر آن صحیح نیست و اگر عمداً بگوید نمازش باطل میشود۔

دستخط و مہر شریف

عکس فتویٰ:

بسمه تعالی
تشهد باید بنحوی که معروف است در رساله های عملیه
مذکور است خوانده شود و بغیر آن صحیح نیست
و اگر عمداً بگوید نمازش باطل میشود

استفتاآت

از محضر

مرجع تقلید جهان تشیّع زعیم حوزه های علمیّه

حضرت آیة الله العظمی امام خمینی (مدظله العالی)

جلد اول

آیا باید به شک خود اعتنا کند یا نکند؟

ج ـ اعتنا به شک خود نکند. بسمه تعالی. اعتنا بشک خود نکند

س ١٤٣ ـ اگر انسان بعد از سر برداشتن از سجده شک کند که سجدهٔ اوّل بوده یا دوم، در این حالت چه باید بکند؟

ج ـ بنـا را بر سجدهٔ اول بگذارد و سجـدهٔ دوم بـجا آورد.

بسمه تعالی
بنا را بر سجده اول بگذارد و سجده دوم بجا آورد

س ١٤٤ ـ اگر انسان در تعداد سجده‌ها شک کند که یک سجده بجا آورده یا دو یا سه سجده؛ حکمش چیست؟

ج ـ اگر محلّ آن باقی است بنا بر یک بگذارد و اگر محلّ آن گذشته اعتنا نکند.

بسمه تعالی
اگر محل آن باقی است بنا بر یک بگذارد
و اگر محل آن گذشته اعتنا نکند

س ١٤٥ ـ اگر در بین نماز و یا بعد از نماز یادمان آمد که در رکعتی، سه سجده کرده‌ایم، چه حکمی دارد؟

ج ـ زیادی سجده اگر از روی سهو و فراموشی بوده در فرض مرقوم نماز صحیح است و چیزی بر او نیست اگر چه بهتر است دو سجدهٔ سهو برای زیادی سجده بجا آورد.

بسمه تعالی: زیادی سجده اگر از روی سهو و فراموشی بوده در فرض مرقوم نماز صحیح است و چیزی بر او نیست اگر چه
بهتر است دو سجده سهو برای زیادی سجده بجا آورد

تشهد ـ سلام ـ تعقیب

س ١٤٦ ـ در بعضی از کشورهای خارجی افرادی دیده شده‌اند که در تشهّد نماز خود بعد از شهادتین یعنی شهادت توحید و رسالت، شهادت ثالثه یعنی،

شهادت علیاً ولیّ الله را می‌خوانند آیا شهادت علی ـ امیرالمؤمنین یا دیگر چیز بعد از شهادتین مستحب است یا مبطل نماز است توضیح بفرمائید؟

ج ـ باید تشهد نماز به همان طور که وارد شده و متعارف است خوانده شود.

س ۱۴۷ ـ در سلام نماز می‌شود هر سه سلام را با هم گفت؟ یا باید طبق فتوای شما اول السلام علیک ایها النبی و رحمة الله و برکاته و بعد السلام علیکم و رحمة الله و برکاته بگوید یا فقط السلام‌علینا و علی عباد الله الصالحین بگوید؟
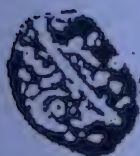
ج ـ گفتن سه سلام مانع ندارد.

س ۱۴۸ ـ آیا بعد از نمازها شعارهای اسلامی بگوییم یا تسبیحات حضرت زهرا(ع) را؟ با توجه به تأکید فراوان روایات در بارهٔ تسبیحات حضرت زهرا بعد از نماز.

ج ـ اختیار با نماز گزار است و جمع بین هر دو بهتر است.

س ۱۴۹ ـ مصافحهٔ بعد از نماز که در میان مؤمنین و بعد از نمازهای جماعت رایج است، چه حکمی دارد؟

ج ـ مانع ندارد

س ۱۵۰ ـ اینکه بین الصلاتین برای قرائت دعای وحدت دست در دست یکدیگر می‌دهند اشتهار پیدا کرده است بعضی از آقایان نهی فرموده‌اند نظر مبارک تان را مرقوم بفرمائید؟
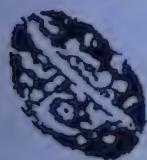
ج ـ مانع ندارد.

فتوی حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ
آقائی السیّد روح اللہ الخمینیؒ

" جو تشہد معروف اور رسالہ ہائے عملیہ میں مذکور ہے اسے پڑھا جائے اس کے علاوہ
صحیح نہیں ہے اور اگر تشہد میں عمداً شہادت ثالثہ پڑھے تو نماز باطل ہو جائے گی"۔

سوال: چه حکم است مسئله که درتشهد بعد ازشهادتین گفتن شهادت امیر المومنین و ذریته الطاهرین ثواباً نه بر اعتقاد جزونماز آیاِ ثواب دارد یا گفتن حرام است۔

(سائل) نفقط الشیخ محمد حسن الباکستانی

جواب: تشهد باید بنحوی که معروف است دررساله هائی عملیه مذکور است خوانده شود و بغیر آن صحیح نیست و اگر عمداً بگوید نمازش باطل میشود۔

دستخط و مہر شریف

عکس فتویٰ:

بسمه تعالی
تشهد باید بنحوی که معروف و در رساله های عملیه
مذکور است خوانده شود و بغیر آن صحیح نیست
و اگر عمداً بگوید نمازش باطل میشود

تعبد الرزاق الموسوي المقرم

سر الايمان

الشهادة الثالثة في الأذان

مجموعة فتاوى العلماء الاعلام من الماضين والحاضرين

في استحباب الشهادة بالولاية لعلي بن ابي

طالب عليه السلام في الاذان وغيره

سنة ١٣٧٤ هـ ١٩٥٥ م

مطبعة الغري الحديثة

بالنجف

فتوى آية الله العظمى ميرزا باقر الزنجاني النجفي رح

— ٥٣ —

نعم للصلاة على النبي (ص) خصوصية تفارق الشهادة بالولاية وهي جواز الاتيان بالصلاة على الرسول (ص) اثناء الصلاة و اما الشهادة بالولاية فلا يؤتى بها في اثناء الصلاة للأخبار الخاصة الناهية عن ادخال الكلام في اثناء الصلاة إلا ما كان ذكراً او قرآناً او دعاء والصلاة على النبي من الدعاء دون الشهادة بالولاية .

فعلى ابناء الشيعة ثبتهم الله تعالى بالقول الثابت ان يقتفوا أثر أسلافهم التابعين لفتاوى علمائهم الابرار ان لا يتركوا هذا الشعار المشروع الذي لامطعن فيه ولا مغمز وليستقيموا كما امروا . وفقهم الله لما يحب ويرضى

فتویٰ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ آقائے السیّد محمّد کاظم شریعتمدار رح

''نماز کے تشہد میں شہادت ثالثہ کا پڑھنا جائز نہیں ہے۔''

ص.ب ۱۰۰ دبي الإمارات العربية المتحدة

بسم الله الرحمن الرحيم

رئاسة المجلس الشرعي الجعفري

تلفونات
فرنيس : ٢١٦٦٤
فوكيل : ٢١٧٥٥
المكتب : ٢١١٢٨

التاريخ ٤/١١١٤/٧٤

الرقم ٩ شوال ١٣٩٤هـ
١٢/١٠/٧٤م

ما يقول سماحة سيدنا آية الله العظمى السيد محمد كاظم شريعتمداري دام ظله

في المسألة الآتية : يفتي علماؤنا الاعلام حفظهم الله تعالى باستحباب الشهادة لعلي (ع) بامرة المؤمنين في الاذان فهل يعني ان هذا الاستحباب يجري في تشهد الصلاة او يختص فيما عدا الصلاة ؛ لانه لا يجوز اضافة شيئ في الصلاة غير الدعاء والقران وذكر الله تعالى بشرط ان تكون هذه الاضافة لا بقصد الجزئية) واذا كان الاستحباب يختص فيما عدا الصلاة فهل يصح سيدنا اثابه الله بفتاه بايضاح الفرق ؛ وشرطا ان تكون الاجابة واضحة حتى يطلع عليها عامة الناس وختاما نسأل الله سبحانه ان يحفظكم ويحفظ بكم معالم الاسلام ويبقيكم ذخرا للمسلمين .

رئيس مجلس ادارة الاوقاف الجعفرية في دبي
ص.ب ۱۰۰ دبي
دولة الامارات العربية المتحدة
تلفون : ٢١٦٦٤/٢١١٢٨

بسم الله الرحمن الرحيم

٤١٩٢
٢٤ ذي القعدة ٩٤

ما اشرتم اليه من الفرق فيه لا بأس به [illegible] كلام الآدمي محرم في الصلاة والشهادة [illegible] من الكلام ولا يجوز التكلم في الصلاة الا في [illegible] الاذان [illegible] الاذان فيكفي [illegible] لكن بقصد [illegible] المطلوب [illegible]

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته [illegible]

استفتاآت

از محضر مرجع عالیقدر شیعہ

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ حاج شیخ محمّد علی اراکی مدظلہ العالی

س ۳: آیا جایز است بعد از تشهد نماز بگوییم: «اشهد ان ربی نعم‌الرَّب و ان محمداً نعم‌الرسول و ان علیاً نعم الامام و نعم الوصیّ»؟

ج: ترتیب تشهد نماز را بهم زدن جایز نیست.

س ۴: اگر در سجده پس از ادای ذکر واجب، دستها را یا پا را از زمین عمداً یا سهواً بردارد ولی هنوز سجده را تمام نکرده و می‌خواهد ذکر مستحبی بگوید آیا مُضر به سجده است یا نه؟

ج: اگر عمداً باشد نماز را اعاده کند و اگر سهواً باشد ذکر را اعاده کند و فرقی بین ذکر مستحب و واجب نیست.

س ۵: شخصی شک دارد که «السلام علینا» را صحیح گفته یا نه آیا می‌تواند آن را تکرار کند و یا آن را نصفه گفته رها کند، و یا یقین کند که باطل بوده، آیا در هر سه صورت باید «السلام علیکم» بگوید و تکرار نکند، «السلام علینا» را؟

ج: اگر شک دارد، نمی‌تواند بنابر احتیاط و باید «السلام علیکم» بگوید اما اگر یقین دارد به بطلان، می‌تواند تکرار کند.

س ۶: شخصی در نمازهای اخفاتی قرائت را بلند می‌خوانده و خیال می‌کرده اخفات همین است آیا نماز او صحیح است؟

ج: اگر عمداً به جای جهر، اخفات کند یا به جای اخفات جهر کند، باطل است ولی اگر از روی نسیان و جهل به حکم یا موضوع باشد نماز صحیح است.

س ۷: شخصی در سلام نماز سلام اول را گفته و از نماز خارج شده نماز او چگونه است؟

ج: نماز را اعاده کند چون سلام اول مستحب است و مُخرج از نماز

استفتائات

پرسش و پاسخ‌های مسائل شرعی

از:

حضرت آیة اللّه العظمی

سید محمد صادق روحانی

(مدظله العالی)

کافیست یا نه؟

ج ـ باسمه تعالی؛ اذان از یک نفر و اقامه از شخصی دیگر مانعی ندارد ولی بعضی از آن را کسی و بعضی را دیگری بگوید؛ محل اشکال است و کسی که در آن نماز با اذان از یک شخص و اقامه از دیگری شرکت کند اگر وارد مسجد شود و صفوف به هم نخورده است اذان و اقامه از او ساقط است.

س ۱۹۸ ـ آیا می‌توان به جای اشهد أنّ محمداً رسول الله در اذان و اقامه به قصد ورود یا رجاء عبارت اشهد ان خاتم الانبیاء محمداً رسول الله یا عبارت اشهد أن سید الانبیاء محمداً رسول الله گفت ؟

ج ـ باسمه تعالی؛ شهادت به رسالت در هر جا وارد شده است باید به همان الفاظ متعارف باشد. بعضی از اذکار دیگر در قبل یا بعد از آن مستحب است چنانچه در رساله نقل شده است.

س ۱۹۹ ـ شهادت ثالثه یعنی به ولایت امیرالمؤمنین در اذان و اقامه و تشهد چه حکمی دارد؟

ج ـ باسمه تعالی؛ در اذان و اقامه شهادت به ولایت امیر المؤمنین علیه اسلام مستحب است و از شعائر مذهبی است و در این عصر نباید ترک شود.

کافیست یا نه؟

ج ـ باسمه تعالی؛ اذان از یک نفر و اقامه از شخصی دیگر مانعی ندارد ولی بعضی از آن را کسی و بعضی را دیگری بگوید؛ محل اشکال است و کسی که در آن نماز با اذان از یک شخص و اقامه از دیگری شرکت کند اگر وارد مسجد شود و صفوف به هم نخورده است اذان و اقامه از او ساقط است.

س ۱۹۸ ـ آیا می‌توان به جای اشهد أنّ محمداً رسول الله در اذان و اقامه به قصد ورود یا رجاء عبارت اشهد ان خاتم الانبیاء محمداً رسول الله یا عبارت اشهد أن سید الانبیاء محمداً رسول الله گفت ؟

ج ـ باسمه تعالی؛ شهادت به رسالت در هر جا وارد شده است باید به همان الفاظ متعارف باشد. بعضی از اذکار دیگر در قبل یا بعد از آن مستحب است چنانچه در رساله نقل شده است.

س ۱۹۹ ـ شهادت ثالثه یعنی به ولایت امیرالمؤمنین در اذان و اقامه و تشهد چه حکمی دارد؟

ج ـ باسمه تعالی؛ در اذان و اقامه شهادت به ولایت امیر المؤمنین علیه اسلام مستحب است و از شعائر مذهبی است و در این عصر نباید ترک شود.

مجمع المسائل

استفتاآت

از محضر مرجع عالیقدر

حضرت آیة الله العظمی حاج شیخ یوسف صانعی مدظله العالی

جلد اوّل

س ۴۴۵ ـ آیا سجده بر هستهٔ خرما، جایز است یا نه؟

ج ـ اگر عرفاً جزء مأکولات نباشد، جایز است. ۷۵/۶/۲۰

س ۴۴۶ ـ کانت مکلفة تصلّی فترة والجلباب حائل بین جبهتها و بین التربة، مع أنّها کانت جاهلة بالحکم، فما هو حکم صلواتها السابقة تلك؟

ج ـ إن کانت جهالتها قصوراً صحّت صلواتها الماضیة. ۷۵/۱/۵

س ۴۴۷ ـ آیا ذکر شهادت ثالثه (اشهد أنّ علیاً ولیُّ الله) در تشهد جایز است؟

ج ـ نماز و تشهد را، به همان نحو که متعارف است، باید به جای آورد، و اضافه کردن چیزی به نماز، موجب بطلان آن است. ۷۵/۱۱/۲۵

س ۴۴۸ ـ اگر شخصی در رکعت سوم نماز، هنگامی که در رکوع است و یا بعد از آن، متوجه شود که در رکعت دوم، تشهّد را نخوانده است، چه کار باید بکند؟

ج ـ بعد از اتمام نماز، بدون اینکه رو از قبله بگرداند، ابتدا باید قضای تشهد را بخواند، و بعد از قضای تشهد، دو سجده سهو هم به جا آورد. ۷۶/۲/۲۰

س ۴۴۹ ـ کسی مدتها در آخر سلام نماز به جای «السلام علیکم و رحمةالله و برکاته» به اشتباه، «برکاته» را «برکاة» تلفظ کرده، های آن را تلفّظ نمی‌کرد؟ حال با عنایت به اینکه در سلام آخر، بعد از تشهد، فقط باید بگوید: «السلام علیکم» تا از نماز خارج شود، و بقیهٔ آن ـ یعنی (و رحمةالله و برکاته) ـ طبق فتوای جناب‌عالی، احوط استحبابی است، آیا نمازهایی که خوانده شده صحیح است؟

ج ـ صحیح است. ۷۵/۶/۶

س ۴۵۰ ـ اگر شخصی تشهّد نماز را فراموش کند، آیا بعد از قضای تشهد، سلام نماز را هم باید بگوید یا لازم نیست؟

ج ـ سلام، لازم نیست. ۷۴/۴/۱۵

استفتائات

جلد اوّل (عبادات)

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ

آقای حاج سیّد عبدالکریم موسوی اردبیلی (دام ظلہ)

گردآوری و تنظیم: رضا قبادلو

پاسخ : چنانچه به قصد جزئیت نباشد، بلکه به قصد دعا و قربت مطلقه باشد، ظاهراً اشکال ندارد و موجب بطلان نماز نمی‌شود؛ ولی بهتر است در تشهد نماز، به همان نحوی که وارد شده و مأثور است، اکتفا شود.

[۸۵۳] سؤال ۲۰۲ : آیا خواندن شهادت ثالثه (شهادت بر ولایت حضرت علی علیه السلام)، در نماز جایز است؟

پاسخ : نباید چیزی بر نماز اضافه شود. بنا بر این، شهادت ثالثه در تشهد به قصد این که جزء نماز باشد، صحیح نیست و بدون قصد جزئیت هم چون منشأ اختلاف است، ترک شود.

سلام

[۸۵۴] سؤال ۲۰۳ : یکی از مؤمنین مدتی در نمازش به جای «السلام علیک أیها النبیّ ورحمة الله وبرکاته» عبارت «السلام علی النبیّ ورحمة الله وبرکاته» راگفته است. حکم نمازهایی که این طور خوانده است، چیست؟

پاسخ : نمازهای قبلی او باطل نیست؛ ولی پس از این همان طور که در توضیح المسائل نوشته شده است، بخواند.

[۸۵۵] سؤال ۲۰۴ : آیا در سلام‌های آخر نماز، می‌توان به جای کلمهٔ «السلام» کلمهٔ «سلام» را به کار برد؟

پاسخ : جایز نیست.

موالات

[۸۵۶] سؤال ۲۰۵ : کسی که بر اثر حواس پرتی، مدتی طولانی در بین نماز چیزی نمی‌گوید و کاری هم انجام نمی‌دهد و بعد از جمع شدن حواس، به ادامهٔ نماز می‌پردازد، آیا به موالات نمازش صدمه‌ای وارد می‌شود یا خیر؟

مجموعه

استفتائات جدید

مرجع عالیقدر حضرت آیة اللہ العظمی

مکارم شیرازی «مدظله»

تهیه و تنظیم:

ابوالقاسم علیان نژادی

جواب: اگر قرائت قرآن به طور مستقیم پخش شود سجده کردن واجب است و اگر مستقیم نباشد احتیاط است.

سؤال ۱۹۵: آیا سجده بر دستمال کاغذی و کاغذی که روی آن خط کشی شده جایز است؟

جواب: سجده بر دستمال کاغذی و همچنین ورق خط کشی شده جایز است در صورتی که خطها مانع رسیدن پیشانی بر کاغذ نباشند و یا بین خطها به مقداری که سجده صحیح است فاصله باشد.

سؤال ۱۹۶: آیا سجده نمودن بر طرف نوشته شدهٔ مهرها (مثل این که می نویسند تربت اعلا مال کربلا) جایز است یا احتیاط می فرمایید؟ جهت احتیاط چیست؟

جواب: اشکالی ندارد مگر در مواردی که دستاویزی به دست دشمنان بدهد.

سؤال ۱۹۷: آیا سجده بر سیمان و موزائیک و سنگ مرمر جایز است؟

جواب: اشکالی ندارد.

سؤال ۱۹۸: کسی که سجده را روی صندلی بجا می آورد اگر با کفش نماز بخواند چه صورتی دارد؟

جواب: اشکالی ندارد ولی بهتر است کفش را بیرون آورد.

سؤال ۱۹۹: آیا سجده بر کاغذ رنگی که در اصل عکس رنگی است (مثل اسکناس) جایز است؟

جواب: رنگی که جرم نداشته باشد مانع نیست ولی بهتر است از سجده بر اسکناس خودداری شود.

سؤال ۲۰۰: آیا شهادت بر ولایت امیرالمؤمنین (ع) در تشهد نماز جایز است؟

جواب: نظر به این که ائمهٔ معصومین ـ علیهم السلام ـ اجازهٔ اضافه کردن شهادت ثالثه را نداده اند، این کار صحیح نیست و وظیفهٔ ما در این گونه موارد

استفتائات

از محضر حضرت آیت الله العظمی بهجت

مدّظلّه‌العالی

جلد دوم

۷. تشهّد

□ تشهّد

۲۱۴۲. آیا در تشهد نماز، جایز است بعد از شهادت اوّل، به امید ثواب و به قصد ذکر، این عبارت «الهاً واحداً أحداً فرداً صمداً حیّاً قیّوماً دائماً أبداً لم یتّخذ صاحبةً و لا ولداً» گفته شود؟

ج. جایز است.

□ خواندن صلوات در تشهد توسط پیامبر اکرم -صلّی‌الله‌علیه‌وآله‌وسلّم-

۲۱۴۳. آیا خود پیامبر اکرم -صلّی‌الله‌علیه‌وآله‌وسلّم- صلوات در تشهد را همراه با «آل محمد» می‌خوانده‌اند؟

ج. بله.

□ تشهدی که ابوبصیر از امام صادق -علیه‌السّلام- نقل کرده

۲۱۴۴. در بحارالانوار، باب مناقب النبی و العترة، در حالات امام ششم، ابوبصیر از حضرت صادق -علیه‌السّلام- نقل کرده که در تشهد بگویند «اشهد انّ ربّی نعم الرّبّ و انّ محمداً نعم الرسول و انّ علیاً و اولاده نعم الائمة»، خواندن این تشهد در نماز چه صورت دارد؟

ج. ذکر تشهد بنابر احتیاط عبارت است از: «اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له و اشهد ان محمداً عبده و رسولُهُ، اللهم صل علی محمد و آل محمد.»

الإستفتاءات

لسماحة المرجع الديني آية الله العظمى
الشيخ محمد إسحاق الفياض (دام ظله)

الاستفتاءات الشرعية .... (٩٦)

يلتفت إلى اليمين وإلى اليسار ويسلّم الشخص أم لا يجوز ؟

الجواب : **نعم يجوز الإلتفات إلى اليمين واليسار قليلاً أثناء التسليم**

سؤال (٢٧٧) : ما رأي سماحتكم بالنسبة للشهادة الثالثة في التشهد، وأريد الدليل لأني في حيرة من أمري والله ولي التوفيق ؟

الجواب : **الشهادة الثالثة هي الشهادة بولاية أمير المؤمنين وأولاده الطاهرين ع إلى إمام العصر عجّل الله تعالى فرجه الشريف وهي أساس مبدأ التشيع وأصوله ولكن حيث إن الصلاة توقيفية فلا بد من الإقتصار على ما وصل إلينا من الله تعالى بواسطة الأئمة الأطهار والواصل منهم ع هو أن كلام الآدمي مبطل للصلاة وبما أن الشهادة الثالثة من قول الآدمي فلا يجوز الإتيان بها في الصلاة**

سؤال ٢٧٨ : إذا لم نقرأ التشهد بعد الركعة الثانية وتابعنا الصلاة فما العمل؟

الجواب : **في حالة ترك التشهد عمداً تبطل الصلاة وفي حالة تركه سهواً وعدم تذكره حتى الدخول في ركن يكون الحكم إتمام الصلاة وقضاء التشهد بعدها ثم الإتيان بسجدتي السهو**

سؤال ٢٧٩ : هل يمكن توضيح الجهر والإخفات بصورة مبسطة ؟

الجواب : **الإخفات معناه عدم إظهار صوت الحرف عرفاً في الركعة الثالثة والرابعة وأوليي الظهر والعصر على الأحوط والجهر إظهاره وأما في ذكر الركوع و السجود والتشهد والتسليم ، المكلف مخير بين الجهر**

حضرت آیۃ اللہ جوادی آملی

اذان و اقامه

نظر حضرت‌عالی درباره افزودن کلمه شهادت «أشهد أنّ فاطمة الزّهراء عصمة الله الکبری و حجّة الله علی الحجج» به قصد ثواب و رجاء، در فصول اذان و اقامه، پس از شهادت به ولایت امیر مؤمنان(علیه السّلام) چیست؟

۱. هیچ تردیدی در عصمت حضرت فاطمه زهرا(علیها السّلام) نیست.

۲. هیچ شکّی در حجّت الهی بودن آن حضرت نیست.

۳. شهادت مزبور در خارج اذان و اقامه گفته شود؛ نه در فصول آن دو.

تشهد

۱. آیا در تشهد نماز خواندن شهادت سوم یعنی «أشهد أنّ علیاً أمیرالمؤمنین(ع) ولیّ‌الله وأولاده المعصومین حجج الله» جایز است یا نه؟ آیا مبطل نماز است یا نه؟

۲. آیا در رکوع و سجود و قنوتِ نماز خواندن «الحمد لله الذی جعلنا من المتمسّکین بولایة علی‌بن‌أبی‌طالب» جایز است یا نه؟ آیا مبطل نماز است یا نه؟

۱. اهل‌بیت عصمت و طهارت(علیهم السلام) عِدل قرآن و حکم و حجّت بالغهٔ الهی‌اند.

۲. از شهادت سوم در نماز جداً پرهیز شود.

۳. درخواست ادامهٔ تولّیِ آن ذوات مقدّس، در قنوت و مانند آن جایز است.

۸۷/۱/۲۲

آثار مركز مطالعات وتحقیقات اسلامی ۰:

الفَوائِدُ المِلِيَّة

لِشَرحِ الرِّسالةِ النفليّة

زين الدين الشّهيد الثّاني قُدِّسَ سِرُّه

تحقيق

مركز الأبحاثِ والدراساتِ الإسلاميّة

قِسمُ إحياءِ التراثِ الإسلامي

مرکز انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی حوزهٔ علمیهٔ قم

(مستحضراً) في رفع الأيمن وانخفاض الأيسر: (اللهُمَّ أمِتِ الباطل وأقِمِ الحقّ، وقول: بسم الله وبالله والحمد لله وخير الأسماء لله) هكذا رواه أبوبصير، عن الصادق[1] عليه السلام مع مابعده من التحيّات والدعاء.

وأكثر[2] الأصحاب ومنهم الشيخ في المصباح[3] افتتحوه بقولهم: بسم الله وبالله والأسماء الحسنى كلّها لله (وبعد) قوله: وأشهد أنّ محمّداً (عبدُه ورسولُه) يقول: (أرسلَهُ بالحقّ بَشيراً ونَذيراً بين يَدَيْ الساعة، واشهدُ أنَّ ربّي نِعْمَ الربُّ وأنَّ محمّداً نِعْمَ الرسُولُ، وبعد الصلاة على النبيّ وآله صلّى الله عليه وعليهم) في التشهّد الأول يقول: (وتقبَّلْ شفاعَتَهُ في أمّتِهِ وارفَعْ دَرَجَتَهُ، ثمّ يقول: الحمدُ لله رَبِّ العالمينَ، مرّة، وأكْمَلُهُ ثلاث) مرّات.

(ويختصّ تشهّد آخر الصلاة) سواء لم يكن سواه كالثنائيّة أم كان ثانياً كغيرها (بعد قوله: نِعْمَ الرسول بقوله: التحياتُ لله، الصلواتُ الطاهراتُ الطيّبات الزاكيات الغاديات الرائحات السابغات الناعمات لله، ماطابَ وطَهُرَ وزكى وخلَصَ وصَفَا فلله، ثم يكرّر التشهّد) فيقول: أشهدُ أن لا إله إلاّ الله وحده لاشريك له وأشهدُ أنّ محمّداً عبدُهُ ورسولُهُ (إلى) قوله: (نِعْمَ الرسول) ثم يقول: (وأشهدُ أنّ الساعةَ آتيةٌ لاريب فيها، وأنّ الله يبعثُ مَنْ في القبور، الحمدُ لله الذي هَدانا لهذا وَماكُنّا لِنَهْتَدِيَ لولا أنْ هَدانا الله، الحمدُ لله رَبّ العالمينَ، اللهُمَّ صلِّ على محمّد وآل محمّد، وبارِكْ على محمّد وآل محمّد، وسلّمْ على محمّد وآل محمّد، وترحّمْ على محمّد وآل محمّد، كما صلّيْتَ وباركْتَ وترحّمْتَ على إبراهيمَ وآلِ إبراهيمَ إنّكَ حَميدٌ مَجيدٌ).

روى ذلك كلّه أبوبصير، عن الصادق عليه السلام، وزاد بعد ذلك: «اللهمّ صلِّ على محمّد وآلِ محمّد واغفِرْ لنا ولإخواننا الّذينَ سَبَقُونا بالإيمان ولاتَجْعَلْ في قُلُوبِنا غِلاً للَّذينَ آمَنُوا ربَّنا إنَّكَ رَؤُوفٌ رَحيمٌ، اللهمّ صلّ على محمّد وآل محمّد وامْنُنْ عليّ

١. «تهذيب الأحكام» ٢: ٣٧٣/٩٩.

٢. «المقنعة» ١٠٧؛ «النهاية» ٨٣؛ «الذكرى» ٢٠٤.

٣. «مصباح المتهجّد» ٣٩.

الفتاوى الجديدة

سماحة
المرجع الدّيني
آية الله العظمىٰ الشّيخ ناصر مكارم الشّيرازي «مدّ ظلّه»

الجزء الأوّل

اعداد وتنظيم
ابو القاسم عليان نژادي، كاظم الخاقاني

العملة الورقية.

(السّؤال ٢٠٠): هل يجوز ذكر الشهادة بولاية أمير المؤمنين عليه السلام في التشهد؟

الجواب: بما أنّ الأئمة عليهم السلام لم يأذنوا بإضافة الشهادة الثالثة فلا يصحّ ذلك، وواجبنا في مثل هذه الحالات إتباع تعاليم المعصومين عليهم السلام.

(السّؤال ٢٠١): إذا نسي تشهد الصلاة فهل يجب عليه قراءة تسليم الصلاة بعد قضاء التشّهد؟

الجواب: الاحتياط أن يؤدي التسليم كذلك ويسجد سجدة السهو أيضاً.

(السّؤال ٢٠٢): من بين أشكال الجلوس عند التشهد، هل الأفضل الجلوس المعروف والشائع أم جلوس بعض الأخوة الذين يضعون ثقلهم (أكثر من المعتاد) علىٰ الجانب الأيسر بما يشبه ما يفعله أهل السنّة وخاصة الحنفيون؟

الجواب: الشكل الثاني يدعىٰ التورك ويعتبر من المستحبات.

(السّؤال ٢٠٣): هل في تدوير الخاتم في الاصبع أثناء القنوت ثواب؟

الجواب: تفيد بعض الروايات باستحبابه.

(السّؤال ٢٠٤): ما حكم الصلاة علىٰ محمد صلى الله عليه وآله؟

الجواب: من المستحب المؤكد.

(السّؤال ٢٠٥): إذا فقد توازنه وهو يهوي إلىٰ السجود بحيث سقط إلىٰ وراء، فهل تبطل صلاته؟

الجواب: لا بأس في ذلك إذا استطاع أن يعود إلىٰ حالته الأولىٰ قبل أن يفقد هيئة الصلاة.

(السّؤال ٢٠٦): ما حكم من نسي سجدة واحدة في الركعة الأولىٰ والتشهد في الثانية والركوع في الثالثة؟

الجواب: إذا التفت إلىٰ ذلك أثناء السجدة الأولىٰ من الركعة الثالثة فيعتبرها

استفتائات جدید

حضرت آیة الله العظمی

حاج شیخ میرزا جواد تبریزی

ادام الله ظله

برترى : «والرحيم» را تكرار كند كافى است، والله العالم.

۳۴۷ـ چنانچه در سجده و ركوع پيش از پايان ذكر، ناخودآگاه سر بر دارد، چه بايد كرد؟

برترى : نماز صحيح است، و چيزى بر او نيست، والله العالم.

۳۴۸ـ آنچه در قرائت نماز مثل جايز نبودنِ وصل به سكون يا وقف به حركت، و نيز مثل اينكه اگر در آخر آيه باشد شک كند كه اول آيه را خوانده يا نه، به شک اعتنا نكند، آيا در ساير اذكار نيز جارى است؟

برترى : در اذكار واجبه جارى است، ولى در اذكار مستحبه و ادعية مستحبه رعايت لازم نيست، ولى بايد دعا و ذكر مطلق باشد و مغيّر معنا نشود، والله العالم.

۳۴۹ـ چنانچه در تلفظ «بحول الله و قوته» اشتباه كنيم، تا آنكه به قيام رسيديم، آيا در همان حالت قيام، تكرار اين جمله لازم است؟

برترى : لازم نيست، والله العالم.

۳۵۰ـ شهادت بر ولايت اميرالمؤمنين ﷺ بعد از شهادتين در نماز چه حكم دارد؟

برترى : بنابر احتياط واجب در نماز شهادت بر ولايت ترک شود، و اگر خواستند بگويند بايد بعد از سلام آخر نماز بگويند، والله العالم.

۳۵۱ـ چنانچه احتمال ضعيف يا مساوى و يا قوى مى‌دهد كه خواب بماند و نمازش قضا شود، آيا جايز است بخوابد يا نه؟

برترى : چنانچه اطمينان ندارد قبل از خروج وقت بيدار شود، بايد نمازش را بخواند و نمى‌تواند قبل از آن بخوابد، والله العالم.

۳۵۲ـ اگر كسى در حال نماز، گوشتى كه روح دارد از بدنش بكند و بيندازد، آيا به اين دليل كه ـ گرچه در يک لحظه ـ ميته همراه داشته نمازش باطل است يا نه؟ و در حكم نماز آيا فرقى هست بين اين كه:

الف ـ آن گوشت استخوان همراه نداشت.

ب ـ آن گوشت استخوان همراه داشت.

برتری؛ در صورت اول یک نماز چهار رکعتی به قصد مافی الذمّه اتیان می کند، و در صورت دوم نماز مغرب و عشا را اعاده می کند، والله العالم.

۴۰۷ـ شخصی نماز واجبش را به قصد اینکه ثوابش برای حضرات معصومین علیهم السلام باشد می خواند، آیا هدیه کردن ثواب عمل واجب به معصومین علیهم السلام جایز است؟ و آیا این نماز کفایت از نماز واجبش می نماید؟

برتری؛ این عمل که قصد ثواب است برای معصومین علیهم السلام منافات با اتیان نماز واجب ندارد، والله العالم.

۴۰۸ـ در فقه الرضا، شهادت ثالثه در تشهد نماز ذکر شده، آیا این دلیل بر جواز می شود یا خیر؟ آیا فقه رضا علیه السلام خودش از کتب معتبره محسوب می شود یا خیر؟

برتری؛ کتاب فقه الرضا اعتبار ندارد و نمی تواند مدرک حکم شرعی قرارگیرد، والله العالم.

۴۰۹ـ سجده در مقابل غیر خدا به عنوان تشکر و احترام جایز می باشد یا خیر؟ کما اینکه ملائکه بر آدم سجده کردند؟

برتری؛ سجدهٔ معروفه برای غیر خدا جایز نیست، و سجدهٔ ملائکه برای حضرت آدم علیه السلام به امر خدا بوده و بعید نیست آن سجود به معنی مطلق خضوع باشد که معنی لغوی آن است، والله العالم.

۴۱۰ـ بیدار نمودن افراد برای نماز با چه کیفیّتی مجاز است؟

برتری؛ به طریق متعارف جایز است، والله العالم.

۴۱۱ـ یک ربع بعد از اذان صبح باید نماز را خواند، آیا طبق فتوای شما هم همین صحیح می باشد؟

برتری؛ نمازگزار باید یقین یا اطمینان به دخول وقت پیدا کند، و در حکم مذکور فرقی بین ایام ماه نیست، والله العالم.

۴۱۲ـ اگر کسی را برای نماز بیدار کنیم ناراحت می شود، آیا بیدار کردن او جایز است؟

برتری؛ بیدار کردن جایز است، و ناراحتی او اثری ندارد، والله العالم.

طبقاً لفتاوى المرجع الديني سماحة آية الله العظمى

السيد محمد حسين فضل الله (دام ظله)

العبادات

س١٢٢٤: حرف (أنْ) في قولنا أثناء التشهد: (أشهد أن لا إله إلا الله)، هل هو بالسكون أو التشديد؟

■ الأصح هو قراءتها بالتخفيف، وإن كان يجوز التشديد أيضاً.

س١٢٢٥: هل يجب أن يمس إبهام القدم اليمنى الأرض أثناء الجلوس للتشهد؟

■ لا ضرورة لأن يمس الإبهام الأرض أثناء الجلوس للتشهد، والمهم هو الجلوس للتشهد، ويكفي فيه طيُّ الساقين تحت الفخذين ووضع ظاهر القدم اليمنى على باطن القدم اليسرى.

س١٢٢٦: هل يجب وضع القدمين بعضهما على بعض أثناء التشهد والتسليم؟

■ لا يجب ذلك ولكنه أفضل.

س١٢٢٧: هل يجوز أن نقول: (أشهد أن علياً ولي الله) في التشهد؟

■ لا يجوز ذلك، وتبطل الصلاة بالإتيان به عمداً، لأنه زيادة كلام في الصلاة لم يرد عليه نص من الشارع المقدَّس، ومجرد كونه من العقائد الحقة لا يبرر الإتيان به في الصلاة.

س١٢٢٨: هل تبطل الصلاة فيما لو لم يأت المصلي بالصلاة على النبي وآله في التشهد؟

■ إن تعمَّد المكلَّف تركها مع اعتقاده بوجوبها بطلت صلاته، أما إن تركها من غير عمد، أو اعتقاداً بعدم وجوبها، فصلاته صحيحة.

س١٢٢٩: ما حكم صلاة من لم يصلِّ على النبي وآله في التشهد، أو لم يقل: (أشهد أنْ لا إله إلا الله) جاهلاً بوجوب ذلك؟ وهل هناك فرق بين كون الجهل عن قصور أو تقصير، مع توضيح مفهوم التقصير؟

■ لا تجب إعادة الصلاة في مفروض السؤال، والفرق بين القاصر والمقصِّر، هو أن القاصر لا يستطيع تعلُّم أحكام الصلاة، وأما المقصِّر فيستطيع ذلك،

جلد اوّل

مجمع المسائل

فقیہ اہل بیت عصمت حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ
آقای حاج سید محمد رضا گلپایگانی مدظلہ العالی

(جمع).

تشهّد

س ۲۰۴ــ حضرت رسول اکرم صلّی الله علیه وآله وسلّم در زمان خودش صلوات در تشهّد را بهمین کیفیّت بضمیمهٔ (و آل محمّد) می خوانده است یا نه؟.

ج ــ بلی بهمین نحو می خوانده‌اند. در بحار از بعضی از انصار نقل می‌کند که حضرت در تشهّد می‌گفتند: (اللّهم صلّ علی محمّد وآل محمّد).

س ۲۰۵ــ هرگاه در حال نشستن برای خواندن تشهّد سرزانو یا وسط قلم پا بواسطهٔ ناهموار بودن زمین یا ضخیم بودن لباس، به زمین نرسد و مثلاً باندازهٔ یک بند انگشت یا کمتر، از زمین فاصله داشته باشد اشکال دارد یا نه؟.

ج ــ با فرض صدق جلوس، مانعی ندارد.

س ۲۰۶ــ بعضی از وعّاظ پاکستان بیان می‌کنند که در احتجاج طبرسی بروایت قاسم بن معاویه از معصومین صلوات‌الله علیهم اجمعین مأثور است که (اذا قال احدکم لا اله الاّ الله محمّد رسول‌الله فلیقل علیّ امیرالمؤمنین علیه‌السّلام) و ایضا در بحار باب مناقب النّبیّ والعترة حالات امام ششم، ابوبصیر از حضرت صادق علیه‌السّلام نقل کرده که در تشهّد بگویند (اشهد انّ ربّی نعم الرّبّ وانّ محمّداً نعم الرّسول وانّ علیّاً واولاده نعم الائمّة) حال خواندن این تشهّد، در نماز چه صورت دارد؟.

ج ــ تشهّد ابی بصیر در عروة‌الوثقی مذکور است به همان نحو بخوانند و چون مسئله از مسائل فرعیّه است مقلّدین، زائد بر آنچه در رسائل عملیّه مذکور است نخوانند.

سلام نماز

س ۲۰۷ــ شخصی سلام نماز را فراموش نمود و بدون منافی بلا فاصله داخل در نماز دیگر شد حکمش چیست؟.

ج ــ احوط آنست که نماز دوّم را قطع کند و بنشیند و سلام نماز اوّل را بدهد و نماز را احتیاطاً اعاده نماید و پس از آن نماز دوّم را بخواند.

س ۲۰۸ــ تکرار سلام، مبطل نماز است یا نه؟.

العروة الوثقى

للسيد محمد كاظم الطباطبائي اليزدي قده

وبهامشها تعليقات

آية الله العظمى الإمام الخميني

آية الله العظمى الشيخ الأراكي

آية الله العظمى السيد الخوئي

آية الله العظمى السيد الگلپايگاني

الجزء الأول

مكتب وكلاء الإمام الخميني
في المسائل الشرعية والأمور الحسبية

بسم الله الرحمن الرحيم
[illegible]

بسم الله الرحمن الرحيم
[illegible]

وہ مستحب تشھد جس کے پڑھنے کا حکم آیت اللہ العظمیٰ گلپائگانی نے اپنے فتویٰ میں دیا ھے

الساعة ، أشهد أنَّك نعم الربّ ، وأنَّ محمّداً نعم الرسول ، اللّهمّ صلّ على محمّد وآل محمّد ، وتقبّل شفاعته في أمّته وارفع درجته» ثمّ تحمد الله مرّتين أو ثلاثاً ثمّ تقوم فإذا جلست في الرابعة قلت : «بسم الله وبالله والحمد لله وخير الأسماء لله أشهد أن لا إله إلّا الله وحده لا شريك له ، وأشهد أنّ محمّداً عبده ورسوله ، أرسله بالحقّ بشيراً ونذيراً بين يدي الساعة ، أشهد أنّك نعم الربّ ، وأنّ محمّداً نعم الرسول ، التحيّات لله ، والصلوات الطاهرات الطيّبات الزاكيات الغاديات الرائحات السابغات الناعمات ما طاب وزكىٰ وطهر وخلص وصفى فللّه أشهد أن لا إله إلّا الله وحده لا شريك له ، وأشهد أنّ محمّداً عبده ورسوله أرسله بالحقّ بشيراً ونذيراً بين يدي الساعة ، اشهد أنّ ربّي نعم الربّ ، وأنّ محمداً نعم الرسول ، وأشهد أنّ الساعة آتية لا ريب فيها ، وأنّ الله يبعث من في القبور ، الحمد لله الذي هدانا لهذا ، وما كنّا لنهتدي لولا أن هدانا الله ، الحمد لله ربّ العالمين ، اللّهمّ صلّ على محمّد وآل محمّد ، وبارك على محمّد وآل محمّد ، وسلّم على محمّد وآل محمّد ، وترحّم على محمّد وآل محمّد ، كما صلّيت وباركت وترحّمت على إبراهيم وآل إبراهيم إنّك حميد مجيد ، اللّهمّ صلّ على محمّد وآل محمّد ، واغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان ، ولا تجعل في قلوبنا غلّاً للذين آمنوا ، ربّنا إنّك رؤوف رحيم ، اللّهمّ صلّ على محمّد وآل محمّد ، وامنن عليّ بالجنّة وعافني من النار ، اللّهمّ صلّ على محمّد وآل محمّد واغفر للمؤمنين والمؤمنات ، ولا تزد الظالمين إلّا تباراً» ثمّ قل : «السلام عليك أيّها النبيّ ورحمة الله وبركاته ، السلام على أنبياء الله ورسله ، السلام على جبرائيل وميكائيل والملائكة المقرّبين ، السلام على محمّد بن عبد الله خاتم النبيّين ، لا نبيّ بعده ، والسلام علينا وعلى عباد الله الصالحين ، ثمّ تسلّم . «الثامن» : أن يسبّح سبعاً بعد التشهّد الأوّل بأن يقول : «سبحان الله سبحان الله» سبعاً ، ثمّ يقول . «التاسع» : أن يقول :

فتویٰ آیتہ اللہ العظمیٰ آقائے السید محمود الشاهرودیؒ

''نماز کے تشہد میں شہادت ثالثہ حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام سے وارد نہیں ہے۔ محمدؐ وآل محمدؐ پر صلواۃ کافی ہے۔''

سوال: بعد از اهداء چه حکم است درایں مسئله در تشهد بعد از شهادتین شهادة حضرت امیر المومنین و آئمه الطاہرین من ذریته علیهم السلام گفتن جائز است یا خیر اگر اعتقاداً کسی بگوید نه جزونماز آیا ثواب دارد یا فعل حرام کرده نمازش باطل است یا صحیح است۔

والسلام فقط محمد حق الپاکستانی

بسم الله الرحمن الرحيم

جواب:
در مفروض سوال ایں شہادت در تشهد نماز وارد نیست و صلوٰة علی محمد وآل محمد کافی است

دستخط و مہر شریف

عکس فتویٰ: بسم الله الرحمن الرحیم

در مفروض سوال این شہادت در تشهد نماز وارد نیست وصلوٰة علی محمد وآل محمد کافی است
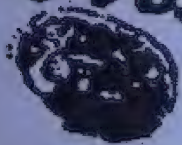
فتویٰ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ
آقائے السیّد عبداللہ الموسوی الشیرازیؒ

''پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم کے بعد نماز کے تشہد میں کبھی شہادت ثالثہ نہیں پڑھی۔''

سوال: آیا شہادت بولایت امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالبؑ در تشهد نماز واجب است یا نه؟

سائل: سید محمد سبطین گردیزی ملتان

جواب: واجب نیست والا لازم می آید که پیغمبرؐ ترک واجب کرده باشد چون یقینا پیغمبرؐ بعد از غدیر خم شهادت بولایت علیؑ در نماز نمیداده۔

دستخط و مہر شریف

عکس فتویٰ:

بسم الله الرحمن الرحيم وله الحمد

حضور مبارک حضرت مستطاب آیة الله العظمی المرجع الدینی الکبیر آقای آقا الحاج
سید عبدالله موسوی شیرازی دام ظله العالی - نجف اشرف

پس از عرض سلام؛ ملتان — سید محمد سبطین گردیزی (سائل)

سؤال — آیا شهادت بولایت امیرالمؤمنین علی بن ابیطالب ع در تشهد
نماز واجب است یا نه؟

بسم الله الرحمن الرحيم وله الحمد
واجب نیست والا لازم می آید که پیغمبر ص ترک واجب کرده باشد
چون یقینا پیغمبر بعد از غدیر خم شهادت بولایت علی ع
در نماز نمیداده
والله العالم ۹ صفر ۱۳۹۱ عبدالله الموسوی الشیرازی

عکس فتاویٰ آیۃ اللہ العظمیٰ السید محمد ھادی میلانی الحسینی

"بسمہ تعالیٰ شانہ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کی شہادت کے بارے میں جو حدیث موجود ہے وہ "نماز کے بارے میں نہیں" غیر نماز کے بارے میں ہے۔ لہذا تشہد میں یوں احتیاط کی جاتی ہے کہ اس میں اتنی مقدار پر ہی اقتصار کیا جاتا ہے جتنا وہ منقول ہے یعنی محمدؐ و آل محمد علیہم السلام پر کلی طور پر صلوٰت پڑھنے تک ہی اقتصار کیا جاتا ہے۔"

۲۵ ذیقعدہ ۱۳۹۲

بسمہ تعالیٰ شانہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حیث ان الحدیث بالنسبۃ الی الشہادۃ لعلی علیہ الصلوٰۃ والسلام بالولایۃ تدل ورد فی غیر الصلاۃ فلھذا یحتاط بالاقتصار فی التشھد علی ما ھو علیہ من الصلاۃ علی محمد وآل محمد بنحو الکلیۃ وھذا بخلاف الاذان والاقامۃ حیث انہ لیس فیھما الشھادۃ الا بالرسالۃ دمتم ودامت برکاتکم

محمد ھادی الحسینی المیلانی

عکس فتویٰ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید شہاب الدین مرعشی نجفی رح

"شہادت ثالثہ اذان میں کہنا شعائر تشیع سے ہے اور نماز کے تشہد میں اس کا ترک احوط ہے۔"

ص.ب ۱ ۲۰
دبي
الامارات العربية المتحدة

بسم الله الرحمن الرحيم
رئاسة المجلس الشرعي الجعفري

تلفونات
الرئيس : ۲۱۶۶٤
الوكيل : ۲۱۷٦٥
التلكس : ۲۱۱۲۸

التاريخ ۱۹۷٤/۱/۱۱

الرقم ۱۹/۱/۱۳۹٤هـ
۱۹۷٤/۲/۱۲م

ما يقول سماحة سيدنا آية الله العظمى السيد شهاب الدين النجفي المرعشي دام ظله

في المسألة الآتية : يفتي علماؤنا الاعلام حفظهم الله تعالى باستحباب الشهادة لعلي (ع) بامرة المؤمنين في الاذان فهل يعني ان هذا الاستحباب يجري في تشهد الصلاة او يختص لهما هذا الصلاة (لانه لا يجوز اضافة شيء في الصلاة غير الدعاء والقران وذكر الله تعالى بشرط ان تكون هذه الاشياء لا بقصد الجزئية) واذا كان الاستحباب يختص لهما هذا الصلاة فهل يصح سيدنا اطال الله بقاءه باشاعة الفرق ونرجو ان تكون الاجابة واضحة حتى ينتفع عامة الناس وختاما نسأل الله سبحانه ان يحفظكم ويحفظ بكم معالم الاسلام ويبقيكم ذخرا للمسلمين .

بسمه
الشهادة الثالثة في الاذان من شعار الشيعة وفي تشهد الصلاة الاحوط تركه

رئيس مجلس ادارة الاوقاف
الجعفرية الخيرية في دبي
ص.ب : ۲۰ دبي
دولة الامارات العربية المتحدة
تلفون : ۲۱۱۲۸/۲۱٦٦٤

الفتاوى
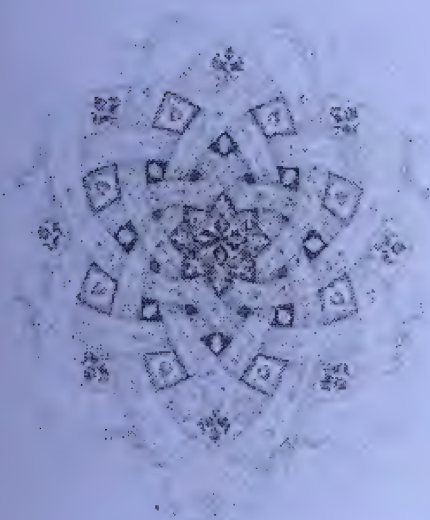
اسئلة واجوبة

لسماحة المرجع الديني الكبير

السيد محمد سعيد الطباطبائي الحكيم

القسم الأول

دار الهلال

□ يحاول أن يحصل على ما يصح السجود عليه ولو بالمشي قليلاً من دون أن يؤثر ذلك على الاستقبال وإذا لم يمكنه ذلك جاز له ابطال صلاته والبحث عما يصح السجود عليه.

س ٢٤٦: إذا أراد الانسان أن يحفظ آيات السجدة عن ظهر قلب وكان يكررها بالنظر إلى تلك الايات الشريفة فقط من دون تلفظ، فهل يجب عليه السجود كلما نظر إليها أم يجب في حالة التلفظ فقط؟

□ إنما السجود مع التلفظ فقط ولا يجب بمجرد الحضور القلبي أو النظر في المصحف.

التشهد

س ٢٤٧: هل يجوز أن يقول المؤمن في صلاته عند التشهد (في الركعة الثانية): (أشهد أن علياً أمير المؤمنين) عملاً بخبر الاحتجاج المروي عن الصادق عليه السلام: «إذا قال أحدكم لا إله إلاّ الله محمد رسول الله فليقل علي أمير المؤمنين»؟

□ لا يجوز ذلك لانه كلام مبطل للصلاة، وليس الحال كالاذان الذي لا يبطل بالكلام في أثنائه.

س ٢٤٨: ما حكم من يقول في تشهده أثناء الصلاة (وأشهد أن علياً ولي الله)؟

□ إذا كان جاهلاً فصلاته الماضية صحيحة وعليه ترك ذلك فيما بعد.

التسليم

س ٢٤٩: في تسليم الصلاة من هم المقصودون بقولنا (السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين) ومن هم المقصودون بقولنا (السلام عليكم

صراط النجاة

في أجوبة الإستفتاءات

(العبادات)

الجزء السابع

سماحة آية الله العظمى

الشيخ الميرزا جواد التبريزي
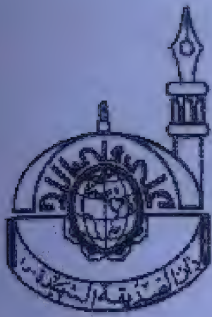
(دام ظله)

اسم الكتاب:صراط النجاة (الجزء السابع)

المؤلف :آية الله العظمى الميرزا جواد التبريزي(دام ظله)

الطبعة و تاريخ النشر:الاولى - ١٤٢٦ هـ. ق - ١٣٨٣ هـ. ش

المطبعة:نگين

عدد المطبوع :٢٠٠٠ مجلد

شابك مجلد السابع:٤-٢٣-٨٤٣٨-٩٦٤ ISBN:964-8438-23-4(Vol.7)

شابك الدورة:٨-١٨-٨٤٣٨-٩٦٤ ISBN:964-8438-18-8(SET)

السعر :١٥٠٠ توماناً

العنوان:ايران - قم المقدسة - تقاطع شهداء - شارع معلم - رقم الفرع ٢٥ - فرع أملك - تليفون:٧٧٤٤٢٨٦ - فاكس ٧٧٤٣٧٤٣

عنوان السايت: www.tabrizi.org

عنوان البريد: tabrizi_t@hotmail.com

مركز التوزيع: قم - شارع معلم - انتشارات دارالتفسير

تليفون: ٧٧٤٤٢١٢ - فاكس: ٧٧٤١٦٢١

نسلم، حيث لم أتعلمه إلّا من مدارسنا الحكومية وهي سنية، ويسمونها الصلاة أو التحيات الإبراهيمية، فهلا أفنيتموني بالنص.

بِسْمِهِ تَعَالَى التشهد الذي تختم فيه صلاة الفريضة هكذا: «الحمد لله. أشهد أن لا إله إلّا الله وحده لا شريك له، وأشهد أنّ محمداً عبده ورسوله، اللّهم صلّ على محمد وآل محمد. السلام عليك أيّها النبيّ ورحمة الله وبركاته، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين، السلام عليكم ورحمة الله وبركاته». وهذا التشهد مجزي في كل صلاة من الفريضة أو النافلة. وفقك الله لما فيه الخير في الدنيا والآخرة، والسلام عليك ورحمة الله وبركاته.

(٦٢٨) هل يجوز الاتيان بالشهادة الثالثة في التشهد؟

بِسْمِهِ تَعَالَى الشهادة الثالثة لعلي أمير المؤمنين عليه السلام بالولاية ركن الإيمان، وموقعها بعد السلام من الصلاة لمن أراد التعقيب بها، وفقنا الله وإياكم للثبات عليها والممات عليها، والله السميع العليم.

(٦٢٩) ماذا عن الالتفات يميناً وشمالاً بعد التسليم من الصلاة ـ كما يفعله الإخوة من المذاهب السُّنية وكثير من الشيعة ـ هل هذا الفعل مستحب بعد الانتهاء من الصلاة؟ أو هل وردت روايات تخص هذا الفعل؟

بِسْمِهِ تَعَالَى المشروع هو الإشارة بالعين عند التسليمة الأخيرة في صلاة الجماعة للإمام، وأما الالتفات بتمام الرأس كما يفعل أهل السُّنة فليس بمستحب، والله العالم.

(٦٣٠) ما حكم من ترك جزءاً من التشهد جهلاً فترة من الزمان؟

بِسْمِهِ تَعَالَى إذا كان معتقداً أن التشهد هو بذلك المقدار فلا يجب عليه قضاء الصلوات، وعليه أن يتعلم التشهد الواجب في الصلاة ويتشهد في الصلوات الآتية، والله العالم.

(٦٣١) أقول في التشهد الأول والثاني: «الحمد لله أشهد أن لا إله إلّا الله و ـ

عکس فتویٰ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ
الشیخ جواد تبریزی ادام اللہ ظلہ

''شہادت ثالثہ کا اذان میں کہنے کا حکم نماز سے مختلف ہے۔ اذان میں کہنا کوئی مانع نہیں۔ بلکہ شعائر (تشیع) سے ہے۔ مگر نماز میں قرآن، دعا اور ذکر خدا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کہنا جائز نہیں ہے۔''

باسمہ تعالیٰ

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ جواد تبریزی دام ظلہ

نظر جنابعالی دربارہ مسئلہ مذکور چیست؟ ۲۳ شوال المکرم ۱۴۲۶

بسمہ تعالیٰ

گفتن شہادت ثالثہ در نماز با گفتن آن در اذان مختلف است و گفتن آن در اذان منعی ندارد بلکہ از شعائر است ولی در نماز غیر از قرآن و دعا و ذکر خدا و پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ جائز نیست واللہ العالم

جواد تبریزی

عکس فتویٰ سماحۃ آیۃ اللہ العظمیٰ
السید موسیٰ الشبیری الزنجانی دام ظلہ

''ہمارے استاد آقائے خوئی قدس سرہ نے جو افادہ فرمایا وہ حق ہے اس میں کوئی اشکال نہیں ہے''

باسمہ تعالیٰ

سماحۃ آیۃ اللہ العظمیٰ السید موسیٰ الشبیری الزنجانی مدظلہ

ما رأیکم الشریف فی ہذہ المسألۃ؟ أفتونا مأجورین

بسمہ تعالیٰ

ما افادہ سیدنا الاستاذ قدس سرہ

حق لا اشکال فیہ واللہ العالم

۲ ذیقعدۃ الحرام ۱۴۲۶ موسیٰ شبیری زنجانی
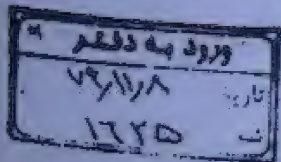
فتویٰ آیۃ اللہ العظمیٰ
الحاج شیخ ناصر مکارم الشیرازی مدظلہ العالی

''شہادت ثالثہ کے متعلق جو حضرت آیت اللہ العظمیٰ خوئی نے فرمایا ہے وہ حق ہے۔اس میں شک وشبہ نہیں ہے۔معصومین علیہم السلام کا عمل، سابقہ اور دور حاضر کے فقہا کا عمل اسی کی گواہی دیتا ہے۔نماز کو اذان پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔''

بسمہ تعالیٰ
حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ حاج شیخ ناصر مکارم شیرازی (مدظلہ)
نظر جناب عالی در مورد مسئلہ مذکور چیست؟

باسمہ تعالیٰ
ج: ما افتی بہ آیۃ اللہ العظمی الخوئی "قدس سرہ" فی الشہادۃ الثالثۃ حق لا ریب فیہ
ویشہد لہ عمل المعصومین (ع)، وفقہاء الاسلام قدیماً وحدیثاً
ولا تقاس الصلوۃ بالاذان؛ وفقکم اللہ لمرضاتہ
ناصر مکارم الشیرازی
۲/۱۱/۷۹

س: کچھ لوگ تشہد نماز میں ''اشھد ان امیر المومنین علی ولی اللہ'' پڑھنا ضروری خیال کرتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

ج: ولایت علیؑ کی شہادت دینا نماز (تشہد) میں بدعت ہے۔اور تمام علماء شیعہ رضوان اللہ علیہم کے فتاویٰ کے مخالف ہے۔

سوال ۵. آیا در تشہد نماز شہادت اشھد ان امیر المومنین علیاً ولی اللہ گفتن لازم و ضروری صحیح است
ج - گفتن شہادت بہ ولایت علی (ع) در نماز (تشہد) بدعت است و
مخالف فتاوای تمام علمای شیعہ رضوان اللہ علیہم ×

عکس فتویٰ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج الشیخ صافی گلپائیگانی ادام اللہ ظلہ

”نماز کے تشہد کو اسی طریقہ پر جو منقول ہے اور رسائل عملیہ میں ذکر ہوا ہے وہی پڑھیں اور شہادت ثالثہ کا اضافہ نہ کریں۔“

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محضرت مبارک حضرت آیة الله العظمی آقای حاج شیخ صافی گلپایگانی (دام ظله)

مرجع بزرگوار جهان تشیع

سلام علیکم و رحمة الله و برکاته

احتراماً، با توجه به شرایط حساس پاکستان نظر مبارک خود را درباره قرائت شهادت ثالثه در تشهد نماز به طور صریح مرقوم فرمایید.

ملتمس دعا

جمعی از علماء پاکستان و فضلاء مقیم حوزهٔ علمیه قم

بسم الله الرحمن الرحیم
تشهد نماز را همانطور که وارد شده و در رسائل عملیه ذکر شده بخوانید و شهادت ثالثه را اضافه نکنید
لطف الله صافی

فتویٰ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ
آقای شیخ محمد فاضل لنکرانی مدظلہ العالی

''شہادت ثالثہ یعنی شہادت ولایت امیر المومنین علی علیہ الصلوۃ والسلام اذان اور اقامت میں بقصد رجاء پڑھنے سے کوئی مانع نہیں رکھتا لیکن نماز میں ترک کی جائے۔''

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محضرت مبارک حضرت آیة الله العظمی آقای حاج شیخ فاضل لنکرانی (دام ظله)

مرجع بزرگ در جهان تشیع

سلام علیکم و رحمة الله و برکاته

احتراماً، با توجه به شرایط حساس پاکستان نظر مبارک خود را درباره قرائت شهادت ثالثه در تشهد نماز به طور صریح مرقوم فرمایید.

ملتمس دعا

جمعی از علماء پاکستان و فضلاء مقیم حوزهٔ علمیه قم

۱۸/۲/۸۰

بسمه تعالی

شهادت ثالثه یعنی شهادت به ولایت امیر المومنین علیه الصلاة والسلام در اذان و اقامه به قصد رجاء مانعی ندارد لکن در نماز ترک شود.

۲۶/۲/۸۰

عکس فتویٰ آیۃ اللہ العظمیٰ السید علی حسینی السیستانی مدظلہ

"احوط وجوبی یہ ہے کہ شہادت ثالثہ کو نماز میں ترک کیا جائے"

بسمہ تعالیٰ

سماحۃ آیۃ اللہ العظمی السید علی حسینی السیستانی (مدظلہ)

ما رأیکم الشریف فی ہذہ المسألۃ ؟ أفتونا مأجورین۔

باسمہ تعالیٰ

ج : الأحوط وجوباً ترکہ فی الصلاۃ
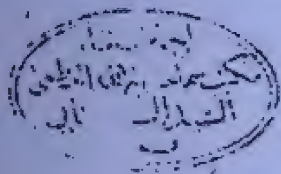
"تشہدِ نماز اس طرح پڑھیں جس طرح توضیح المسائل میں لکھا ہے۔ جس طرح سابق بزرگ مراجع عظام نے حکم دیا ہے۔ اور اپنی توضیحات مسائل میں لکھا ہے۔"

س: این مسئلہ در پاکستان خیلی مورد سؤال میشود کہ شہادت ثالثہ در تشہد نماز جائز است یا نہ؟ بلکہ بعضی ہا بر وجوب فتوی دادہ است فتوی جناب عالی چیست بیان فرمائید۔ و مردم چطور بیان شود و بہ چہ کیفیت بفہمانند؟

استفتاء :

تشهد نماز را بنحوی که در رساله نوشته شده بخوانید یا همانگونه که مراجع دیگر زمان سابق گفته اند و در رساله ها نوشته اند.

۲- شخصی چندی است نماز می‌خواند نماز باطل و همچنین وضو می‌گیرد هم باطل اما منع کرده لازم است و تکلیف ما چیست بیان فرمائید؟

آنرا که حالش معلوم است که در صدد استعلام است تعلیم او در صورتیکه تمکن داشته باشد لازم است.

اگر کسی در ماه رمضان تا سحر بدون غسل بر جنابت باقی بماند و بعد از چند روز غسل کرده روزه بگیرد آیا درست است یا نه اگر درست نباشد قضا بعلاوه کفاره لازم است یا فقط قضا بدون کفاره و در کدام صورت جنب بر حرام باشد جواب بتفصیل بیان فرمائید؟

اگر متعمداً بر جنابت باقی بماند باید قضا کند و کفاره هم.

۲۷/ذق
۱۴۰۳

مجتہد سے پوچھے گئے سوالات

حصہ دوم

جوابات از:

مکتبہ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ

الحاج آقائے سید علی الحسینی السیستانی

متع اللہ المسلمین بطول بقائه

قم المقدسه

بحوالہ:

www.rafed.net

پیشکش:

شعبۂ مطبوعات

قرآن و عترت اکیڈمی

کراچی پاکستان

کتاب	:	مجتہد سے پوچھے گئے سوالات۔ حصہ دوم
جوابات از	:	مکتبہ حضرت آیت اللہ العظمی السیستانی مدظلہ بحوالہ: www.rafed.net
مترجم	:	مولانا قمر علی لیلانی صاحب
تصحیح	:	حجۃ الاسلام مولانا غلام رضا روحانی صاحب
نظر ثانی	:	حجۃ الاسلام مولانا علی رضا مہدوی صاحب
طبع	:	اوّل محرم ۱۴۲۴ھ، دوم رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ، سوئم جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ
پرنٹر	:	**Prn dotcom** *prndotcom@hotmail.com* *021-2217495-6, 0345-2003577*
تعداد	:	۱۰۰

توجہ:

مومنین کی جانب سے کسی بھی قسم کی تجویز، مشورے یا تصحیح کا شکریہ کے ساتھ استقبال کیا جائے گا۔

ملنے کا پتہ:

قرآن وعترت اکیڈمی

۱/۳۶۵ پائرا سٹریٹ، گارڈن ایسٹ

کراچی ۷۴۸۰۰۔ پاکستان

فون: 021-2226948-2237207

Email : info@qoitrat.org

Website : www.qoitrat.org

جواب: اگر قبلے کے 90 ڈگری کے اندر اندر نماز پڑھی ہے تو نماز صحیح ہے۔ اس سے زیادہ کی صورت میں اگر وقت باقی ہو تو نماز کو دہرانا ضروری ہے اور اگر وقت گزر چکا ہو تو پھر نماز صحیح مان لی جائے گی۔

سوال ۸۷: آیا قنوت میں فقط معصومین علیہم السلام سے نقل ہونے والی دعائیں پڑھنا ضروری ہے یا خود سے دعا بنا کر پڑھنا جائز ہے؟

جواب: جائز ہے اگرچہ معصومین علیہم السلام سے مروی دعائیں پڑھنا بہتر ہے۔

سوال ۸۸: کیا واجب نماز کے دوران نماز پڑھنے والے کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی نیت کو قضا نماز کی طرف پھیر دے؟

جواب: اگر ادا نماز کا وقت تنگ نہ ہو تو جائز ہے۔

سوال ۸۹: جو شخص قضا نماز انجام دے رہا ہو کیا اس کے لئے ادا نماز کی جانب نیت پھیرنا جائز ہے؟

جواب: ایسا کرنا جائز نہیں۔

سوال ۹۰: ایک عورت نماز میں چند سال سے تشہد اس طرح پڑھتی ہے "**اشهد لا اله الاّ اللّٰه و اشهد انّ محمداً رسول اللّٰه و اشهد انّ علیاً ولی اللّٰه**"، اس کی نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اگر وہ عورت جاہلِ قاصر تھی تو کوئی قضا اس پر واجب نہیں لیکن اگر جاہلِ مقصر تھی تو احتیاطِ واجب کی بنا پر ضروری ہے کہ ان نمازوں کی قضا کرے۔

سوال ۹۱: اگر کوئی شخص نماز کو مستحب سلام پر ہی ختم کر دیا کرتا تھا، اس خیال سے کہ اسی پر

عکس فتویٰ آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ محمد امین المامقانی دامت برکاتہ

بسم الله الرحمن الرحيم

سماحة المرجع الدينى الكبير آية الله العظمى الشيخ محمد أمين الماماقاني دامت بركاته

بعد التحية والسلام

فى تشهد الصلوٰة بعد ذكر الشهادتين «اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله» ما حيثية ذكر الشهادة الثالثة «اشهد ان عليا ولى الله......» ؟ فى جهة عدم جوازهذا الذكر ما حكم صلوٰة اللذين يصلون وراء الامام الذى يشهد الشهادة الثالثة المذكورة ؟

بسمه تعالى

لا يجوز النطق بالشهادة الثالثة جزءاً من تشهد الصلاة ، فهو تبديل لما صلى رسول الله (ص) وأهل بيته (سلام الله عليهم) ، والذين يذكرون الشهادة الثالثة في الصلاة عملهم باطل غير مرضي شرعاً تخالف صلاتهم صلاة رسول الله والأئمة المعصومين. نعم يجوز أن يشهدوا بالولاية لعلي (ع) عقيب إتمام الصلاة.

☆

فتویٰ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ آقائے حافظ بشیر حسین النجفی مدظلہ

''تشہد میں شہادت ثالثہ کے اضافہ کا مطلب یہ ہے کہ نماز کا صحیح علم نہ ہمارے گذشتہ علماء کو تھا اور نہ (العیاذ باللہ) کسی معصومؑ کو۔''

بسمہ سبحانہ

امیر المومنینؑ اہل بیت سے
شامل ہے لہذا درود میں ذکر ہے
لیکن تشہد میں کسی معصومؑ
نے نہیں پڑھا اور نہ حکم فرمایا۔
صرف اس کا تذکرہ کتاب بہ تالیف جسے فقہ رضوی - امام سے موسوم کیا جاتا ہے میں بیان ہے اس کا
مصنف بلکہ ایسا قائل تھا جس پر معصومؑ نے لعنت کی تھی۔ جیسا کہ نماز میں کسی جزو کو
اپنی مرضی سے نہیں بڑھا سکتے اس طرح تشہد میں بھی اضافہ نہیں کر سکتے۔ حبّ
امیر المومنینؑ کا تقاضا یہ ہے کہ آپ اسی طرح نماز پڑھیں جس طرح حضورؐ نے پڑھی ہے۔
اس اضافہ سے عملی طور پر دشمنان اہل بیت - سپاہ صحابہ کو یہ کہنا چاہیے ہیں ہمارے گزشتہ
علماء تو العیاذ باللہ کسی معصوم کو نماز کا صحیح علم نہیں تھا۔ جو کچھ پتہ چلا ہے
کہ نماز کس طرح ادا کرنا ہے۔ فاتقوا اللہ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ہم محسنون

فتویٰ حضرت آیۃ اللہ سید محمد شیرازیؒ

"شہادت توحید اور شہادت رسالت کے علاوہ نماز میں اضافہ نہ کیا جائے۔"

محضر مبارک آیت اللہ العظمی آقای سید محمد شیرازی مدظلکم العالی

بعد تقدیم سلام عرض میشود که از لطف خودتان مسئلہ ذیل جواب بفرمائید

آیا شہادت ثالثہ در تشہد خواندن جائز است یا خیر

سؤال فارسیست

بسمہ تعالیٰ: نباید بر دو شہادت اضافہ کرد

محمد الحسینی الشیرازی

نوٹ:۔ تشہد نماز میں شہادت ثالثہ کے عدم جواز پر آقائے شیرازی" کا جو فتویٰ علامہ اختر عباس مرحوم نے حاصل کیا تھا وہ آئندہ ایڈیشن میں شامل کیا جائے گا (انشاءاللہ)

محضر مبارک حضرت آیت اللہ العظمی الحاج السید محمد الشیرازی دام ظلہ

بعد تقدیم سلام مستدعی است که مرقوم فرمائید که حضرت عالی فتوی داده اید که در تشہد شہادت ثالثہ خواندن جائز نیست آیا این نسبت درست است یا دروغ نسبت داده شده است

والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

س: لوگ جناب کی طرف یہ نسبت دے کر بیان کرتے ہیں کہ جناب تشہد میں شہادت ثالثہ پڑھنا جائز قرار دیا ہے کیا یہ نسبت درست ہے؟ یا جناب عالی کے فتویٰ میں تصرف کیا گیا ہے؟

ج: مسئلہ مذکورہ میں جو کچھ بندہ نے کہا ہے یا لکھا ہے وہ یہ ہے کہ ''شہادت ثالثہ اذان میں ہے، تشہد وغیرہ اسی طریقہ سے پڑھنا چاہیے جو فقہاء نے توضیح المسائل میں لکھا ہے، زیادتی اور کمی نہیں ہونی چاہیے۔ واللہ المستعان''

آیتہ اللہ محمّد یزدی
عضو فقہائ شورائ نگہبان

"تشہد میں شہادت ثالثہ بعنوان تشہد میں نماز کو باطل کر دیتا ہے۔"

شماره ۹۱/۱۰/۲۱/۸۰۵
تاریخ ۸۰/۱/۵
پیوست ...
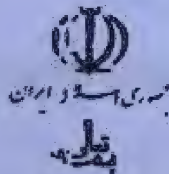
حجج اسلام جنابان آقایان :
کرامت علی عمرانی - مسئول محترم حوزه علمیه جامعه جعفریه پاکستان
سید عابد رضا نقوی - مسئول محترم جامعه هاشمیه پاکستان
سید سبطین حیدر سبزواری - مسئول محترم جامعه النجف پاکستان

شهادت ثالثه در تشهد نماز بعنوان تشهد نماز را باطل می کند و ذکر آن در تشهد بعنوان دیگر ممکن نیست . تمام فرق اسلامی در تشهد شهادتین می خوانند . کاری که موجب تفرقه می شود نباید انجام داد .

محمّد یزدی
عضو فقهای شورای نگهبان

أجوبة الاستفتاءات

سماحة ولي أمر المسلمين

آية الله العظمى

السيّد علي بن جواد الحسيني الخامنئي

دام ظله الوارف

الجزء الأول

العبادات

الدار الإسلامية

بيروت - لبنان

مبطلات الصلاة

س ٥٠٩ : هل تبطل الصلاة بالاتيان بشهادة ولاية أمير المؤمنين علي عليه السلام في التشهد ؟

ج : الإتيان بأمور غير واردة في تشهّد الصلوات الواجبة بقصد أنها واردة شرعاً ، كجزءٍ من التشهد ، يبطل الصلاة ، وإن كانت تلك الأمور الزائدة حقاً وصحيحة في نفسها .

س ٥١٠ : شخص مبتلى بالرياء في عباداته وهو الآن يجاهد نفسه ، فهل يعتبر هذا أيضاً رياءً ؟ وكيف يتجنّب الرياء ؟

ج : يجب الإتيان بالعبادات بقصد القربة لله عزّ وجل . ومن أجل التخلص من الرياء فعليه بالتفكر في عظمة الله عزت آلاؤه ، وفي ضعف نفسه وإحتياجه كغيره اليه تعالىٰ ، وعبوديته ، وسائر الناس له تعالىٰ شأنه وعزّ اسمه .

س ٥١١ : هل يجب علىٰ النساء وضع إحدى اليدين علىٰ الأخرىٰ حال الصلاة أم لا ؟

ج : ليس بواجب ، وإذا كان علىٰ نحو التكتف فهو غير جائز .

س ٥١٢ : عند المشاركة في صلاة الجماعة للأخوة أهل السنة تُلفظ كلمة آمين بصوت عالٍ بعد قراءة إمام الجماعة سورة الفاتحة ، فما هو حكمها ؟

ج : لو اقتضت التبعية قول آمين في الفرض المذكور فلا مانع منه وإلّا فهو غير جائز .
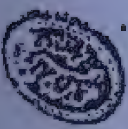
س ٥١٣ : أحياناً وفي أثناء الصلاة الواجبة نرىٰ الطفل يقوم بعمل خطير ، فهل يجوز أن نقرأ بعض الكلمات من سورة الحمد ، أو من سورة أخرىٰ ، أو بعض الأذكار بصوت مرتفع كي يتنبّه الطفل ، أو نلفت انتباه من في البيت إلىٰ الأمر ليرتفع

عکس فتویٰ ولیِ امرِ مسلمین
آیۃ اللہ العظمیٰ السید علی خامنہ ای دام ظلہ

”نماز میں شہادت ثالثہ کا کہنا جائز نہیں ہے“۔

۴۶۰۰
۷۹/۷/۱۶

باسمہ تعالی

محضر مبارک مرجع جهان تشیع ولی امر مسلمین حضرت آیت العظمی حاج آقای خامنه ای دامت برکاته

سلام علیکم

۴۹۵۹۳

[illegible] که در تشهد صلوات بعد از شهادتین این هم ذکر چه حکمی دارد

و رسوله و اشهد ان علیاً ولی الله اللهم صل علی محمد ---

بسمه تعالی

با ذکر شهادت ثالثه آیا نماز باطل می‌شود؟ گفتن آن در نماز جائز نیست.

عکس فتویٰ آیۃ اللہ الشیخ محمد الیعقوبی دام ظلہ

سوال: ھل یجوز الشھادۃ الثالثۃ المقدسۃ (اشھد ان علیاً امیر المومنین ولی اللہ و اولادہ المعصومین حجج اللہ) فی التشھد الصلاۃ الواجبہ والمستحبہ بعد الشھادتین؟ وھل تبطل الصلوٰۃ بقرأتھا؟

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

وسیم عون جعفری پنجاب

پاکستان

بسمہ تعالیٰ

یستحب اکمال الشہادتین بالشہادۃ لعلی علیہ السلام بالولایۃ وامرۃ المؤمنین علیہ فی الاذان وغیرہ. واتمام ذلک بالصلاۃ والسلام

[signature]

مکتب المرجع الشیخ محمد الیعقوبی

۱۷ ربیع ۱ ۱۴۳۱ھ

س: کیا واجب اور مستحب نماز کے تشہد میں شہادتین کے بعد شہادت ثالثہ مقدسہ (اشہد ان علیا امیر المومنین ولی اللہ واولادۃ المعصومین حجج اللہ) پڑھنا جائز ہے؟ کیا اس کے پڑھنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے؟

ج: مستحب ہے کہ دونوں شہادتوں کو مکمل کیا جائے حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کے ساتھ اذان وغیرہ یعنی اقامت میں۔ نماز کو مکمل کیا جائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام کے ساتھ

فی محضر سماحة آیة الله العظمیٰ الشیخ محمد آصف المحسنی دامت فیوضکم العالیۃ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

هل یجوز الشهادة الثالثة فی الصلاة بعد الشهادتین
وما حکم إضافة الشهادة الثالثة فی التشهد ؟

بسمه تعالی
لا یجوز اللعب بالصلاة - وهی من ارکان العبادات -
بالاهواء والمیول الفردیة

[signature]
۱۴۳۰/۱۲/ ۱۲

" نماز کے ساتھ اپنی خواہشات، ذاتی میلان اور خواہش کے مطابق
کھیلنا جائز نہیں ہے کیونکہ نماز ارکان عبادات میں ہے "

للّٰہ الحمد والمنّہ بیمن توفیقات و عنایات صمدیہ کتاب مستطاب مسمّٰی بہ

کہ بنظر انور عالیجناب تقدس مآب شریعت انتساب الفقیہ
النبیہ السیّد السند العالم المعتمد المجد مولانا السیّد ابوالحسن صاحب
المعروف بجناب سیّد ابو صاحب قبلہ دام ظلہ العالی گذشتہ
بفرمائش جناب حشمت مآب کہف المومنین غیاث المسلمین فی المجد
والعزّ والصّولہ جناب انتظام الدولہ احمد علیخان بہادر

تحفۂ احمدیّہ

دام اقبالہ وعمّ نوالہ و احسن اللہ حالہ و شرح بالہ
در ماہ مبارک رمضان سنہ ۱۳۱۱ ہجری نبوی صلعم

بحسن سعی حاجی حسن علی در مطبع حیدری بحلیۂ طبع پوشید

(تحفہ احمدیہ کا قدیم طبع نسخہ جس میں شہادت ثالثہ کا ذکر نہیں)

نہ او ٹہائی تو اسطرح بیٹہی کہ اعضا اور رانین اسمین چسپیدہ رہین اور جب درست قرار پکڑے تشہد پڑہی اسطرح کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ یعنے گواہی دیتا ہوئین اسبات کی کہ نہین ہے کوئی معبود سوا اوس خدا کے کہ جامع سب کمالون کا ہی اور مستحق سب عبادتون کا ہی ایسی حال مین کہ یکتا اور فرد ہے خدائیمین اور اوسکا کوئی شریک نہین استحقاق عبادت مین واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ یعنی گواہی دیتا ہوئین اسبات کی کہ محمد بندہ اوسکا ہی اور پیغمبر بہیجا ہوا اوسکا ہے اور بہتر یہہ ہے کہ بعد رسولہ کے یہہ کہے ارسلہ بالحق بشیرا ونذیرا بین یدی الساعۃ اشھد ان ربی نعم الرب وان محمدا نعم الرسول وان الساعۃ اتیۃ لا ریب فیھا وان اللہ یبعث من فی القبور الحمد للہ الذی ھدینا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدینا اللہ ++

یعنی بہیجا ہی اوسکو ساتہہ راستی اور درستی کی بیشک وبی شبہہ ایسی حالت مین کہ بشارت دینی والا ہے رحمت و فضل خدا کی اوس شخص کو کہ دین حق کا اقرار کری اور ڈرانے والا ہی عقوبت و عدل خدا سی اوس شخص کو کہ دین حق سی نکلجائی یا اصرار گناہان کبیرہ پر کرے اور پیش روی قیامت مبعوث ہوا ہی یعنی نزدیک قیامت اور کوئی اور پیغمبر بعد اوسکی

بیان تشہد معہ ترجمہ

اسیر الاسراء انا الاسیر بذنبی المرتھن بجرمی الٰہی لئن طالبتنی بذنبی لاطالبنک بکرمک ولئن طالبتنی بجریرتی لاطالبنک بعفوک ولئن امرت بی الی النار لاخبرن اھلہا انی کنت اقول لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اللّٰھم ان الطاعۃ تسرک والمعصیۃ لاتضرک فھب لی مایسرک واغفرلی مالایضرک یا ارحم الراحمین پس جسوقت کہ قنوت سے فارغ ہووی تو رکوع اور سجود کو بطریق مذکور بجالاوی اور تشہد کہ مشہور ہے پڑہے اور مستحب ہی کہ تشہد بہ نشست تورک پڑہی چونکہ تشہد طولانی پڑہنا بہتر ہے اور سنت ہی اگر اس تشہد کو پڑہے تو منا سب ہی بسم اللہ وباللہ وخیر الاسماء کلھا للہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ ارسلہ بالحق بشیرا ونذیرا بین یدی الساعۃ واشھد ان ربی نعم الرب وان محمدا نعم الرسول اللّٰھم صل علی محمد وال محمد وتقبل شفاعتہ فی امتہ وارفع درجتہ پس سلام پڑہی اسطرحسی کہ کہی السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ جب سلام پھیر چکی دو رکعت

تشہد طولانی

يا أيها الناس اعبدوا ربكم

الحمد للہ والمنہ کہ درین زمان سعادت اقتران رسالۂ منتخب الاحکام یعنی مجموعہ

نخبہ ۱۹۱ع

و

نجاۃ العباد

جو قبل میں کئی مرتبہ چھپ چکا تھا فی الحال مزین بدستخط و توثیق جناب سرکار شریعتمدار سلطان الفقہاء و المتکلمین یعسوب العلماء و المتعلمین آیۃ اللہ فی العالمین و حجۃ علی الجاحدین صدر المحققین نجم الملۃ والدین ابو الفضل جناب آقا السید ناصر حسین صاحب دام اللہ ظلہم العالی علی رؤس الموالی

حسب فرمائش سالک مسالک صدق و سداد ناہج مناہج صلاح و رشاد سعید ازلی جناب داروغہ سید یحیی علی صاحب دام مجدہ

بتصویب [illegible] امیر شد
در مطبع عالم لکھنؤ [illegible] مطبوع

پیشانی اور دونون کف دست اور دونون زانو اور دونون انگوٹھے پیر کے اور کافی ہی رکھنے مین مسمی اور احوط یہ ہی کہ کنارے دونون انگوٹھون کے طول مین رکھے اور چاہیے کہ بوجھ زمین پر ڈالے فقط رکھدینا اعضا کا بدون اسکے کہ سنگینی انکی زمین پر ڈالے کافی نہین ہی اور واجب ہی سجدے مین ذکر اور ٹھہرنا بقدر ذکر اور سر اٹھانا سجدے سے اور ٹھہرنا بعد سر اٹھانے کے سجدۂ اول سے اور اختلاف ہی ذکر سجود مین اور مختار یہ ہی کہ ذکر سجود واجب اور احوط مثل ذکر رکوع کے ہی مگر یہ کہ تسبیح کبری مین یہان مقام پر اَلْعَظِيْمِ کے اَلْاَعْلٰى کہے

باب ساتوان بیان مین تشہد و سلام کے ہی

اور اس باب مین دو فصلین ہین

فصل پہلی تشہد کے بیان مین ہے

تشہد واجب ہی دو رکعتی نماز مین ایک دفعہ بعد دوسری رکعت کے اور نماز مغرب مین دو دفعہ ایک بعد دوسری رکعت کے اور دوسرا بعد تیسری رکعت کے اور چورکعتی نمازون مین بھی دو دفعہ واجب ہی پہلا بعد دوسری رکعت کے اور دوسرا بعد چوتھی کے اور نوافل مین سنت ہی اور شرط صحت ہی اور واجب ہی بیٹھنا حال تشہد مین اور استقرار بقدر ذکر واجب کے اور ذکر واجب شہادتین اور صلوات ہین اور احوط یہ ہی کہ اس طرح کہے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اور احوط زیادہ اس سے یہ ہی کہ یون کہے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

۱۷

وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ بلکہ وجوب اسکا خالی قوت سے نہین ہے اور واجب ہی تشہد مین محافظت عربیت پر اور ترتیب کلمات مین بطور مذکور اور پے درپے پڑھنا اُنکا اور تشہد رکن نہین ہی پس اگر بھول جاوے تشہد اول کو اور یاد آوے قبل رکوع کے بیٹھ کے تشہد پڑھے اور اگر یاد آوے بعد رکوع مین جانے کے نماز تمام کرے اور بعد فراغ تشہد کے قضا کرے جوتا اور دو سجدۂ سہو بعد اُسکے کرے اور اگر تشہد آخر بھول جاوے پس اگر قبل سلام کے یاد آوے پڑھے اور اگر بعد سلام کے یاد آوے قضا کرے اور سجدۂ سہو کرے اور اگر حدث صادر ہوا ہو تو احتیاطًا اعادہ نماز کا بھی کرے بعد قضاے تشہد اور سجدۂ سہو کے اور حکم شک تشہد مین وہی ہے جو گذرا تکبیرۃ الاحرام مین اور کرنا سجدۂ سہو کا بعد قضاے تشہد کے واجب ہی

فصل دوسری سلام کے بیان مین ہی

واجب ہی سلام نماز مین واجب ہی بلکہ جزو نماز ہی اور اُسکی دو عبارتین ہین ایک اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ اور دوسرا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ پس جسکو ان دونوں مین سے نو پڑھے نماز سے خارج ہوگا اور احوط یہ ہی کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے ساتھ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ بھی کہے اور اس احتیاط کو ترک نہ کرے اور مستحب ہی کہنا وَبَرَکَاتُهٗ کا بعد وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کے

اور احوط یہ ہی کہ دونوں سلام پڑھے بترتیب مذکور

خاتمہ ذکر مین بعض مستحبات کے اول قنوت دوسری رکعت مین ہر نماز مین سنت ہی لکن نماز شفع مین احوط ترک ہی اور اگر بقصد مطلق دعا پڑھے اولی ہوگا اور پہلی رکعت مین

وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بہا

الحمد للہ والمنۃ کہ درین زمان سعادت اقتران و برکت نشان ترجمہ مختصر رسالہ اعمال عنی

مفتاح الندا

موافق فتاوی و احتیاطات سرکار شریعتمدار سلطان الفقہاء و المتکلمین یعسوب العلماء و المتقلمین آیۃ اللہ فی العالمین وحجۃ علی الجاحدین کاسر اسنان المنکرین قاطع عروق الملحدین راغم انوف المنافقین صدر المحققین نجم الملۃ والدین ابو الفضل آقا السید ناصر حسین صاحب دام اللہ ظلہم العالی علی رؤس المومنین والموالی مترجمہ حاوی الفروع والاصول جامع المعقول والمنقول فاضل نبیل فرید البلیغ الطویل والمجد الاثیل والفخر الجمیل الادیب المبجل والاریب المکمل الحسیب الاوحد والنسیب المفرد ممتاز الافاضل جناب المولوی السید شبیر حسن حماہ اللہ عن کل حادث وفی حسب فرمائش سالک مسالک صدق و سداد ناہج مناہج صلاح و رشاد سعید ازلی جناب وارو غہ سید یحییٰ علی صاحب دام مجدہ العالی ما دام الایام واللیالی باہتمام خاکسار ذرۂ بیمقدار احقر زمان علی حسین خان بماہ ربیع الآخر ۱۳۳۳ھ

مطبع اعجاز محمدی لکھنؤ طبع گردید

بار سیوم ۶۰۰ جلد قیمت ...

اشاعت سوم سنہ ۱۹۸۴ء

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلَبَیْتِیْ

شیعانِ آلِ محمد خصوصاً واعظین و مبلّغین کے لئے نادر و نایاب تحفہ

اَلْمُجَلَّدُ التَّاسِعُ مِنْ تَفْسِیْرِ (۹)

اَنْوَارُ النَّجَفْ فِیْ اَسْرَارِ الْمُصْحَفْ

مصنفہ

حجۃ الاسلام والمسلمین آیۃ اللہ علامہ حسین بخش جاڑا مجتہد العصر

پرنسپل جامعہ جعفریہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

ناشر

مکتبہ انوار النجف دریا خان ضلع بھکر رجسٹریشن ۶۴

ہدیہ غیر مجلد ۴۵/ روپے صرف

(اسود آفسٹ پریس فیصل آباد)

وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اور یہ سلام تشہد کی حالت میں بیٹھے ہوئے پھر نقطہ کو مغرب کی طرف بڑھا کر پڑھے ۱۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ اور گوشۂ چشم سے دائیں طرف اشارہ کر کے تیسرا سلام پڑھے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اور اگر مغرب کی نماز ہو تو تشہد کے بعد سلام نہ پڑھے بلکہ بِحَوْلِ اللّٰہِ الخ پڑھتے ہوئے اٹھ کھڑا ہو اور حالتِ قیام میں یا تو صرف سورہ فاتحہ پڑھے یا اس کے بجائے تسبیحاتِ اربعہ پڑھے دوسرا سورہ نہ پڑھے اور تسبیحات اربعہ یہ ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پھر رکوع وسجود کر کے تشہد پڑھے اور پڑھ کر نماز ختم کرے اور اگر چار رکعتی نماز یعنی ظہر یا عصر یا عشاء ہو تو تیسری رکعت میں سجدوں کے بعد تشہد پڑھنے کی بجائے بِحَوْلِ اللّٰہِ الخ پڑھتے ہوئے اٹھ جائے اور تیسری رکعت کی طرح چوتھی رکعت پڑھ کر تشہد وسلام پڑھے۔

آئمہ طاہرین علیہم السلام نے نماز کا جو طریقہ تعلیم فرمایا ہے وہ یہی ہے اس سے بڑھانا یا کم کرنا علماء کے بس میں نہیں ہے تشہد میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت کی شہادت پر اصرار کرنا خواہ مخواہ کی موشگافی ہے کیونکہ درود میں سب آلِ محمد شامل ہیں دَور حاضر کے مجتہد اعلم آقائے محسن حکیم طباطبائی فرماتے ہیں کہ تشہد میں ولایت علی کی شہادت کا اضافہ مبطل نماز ہے پس احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ حدِ یقین سے آگے قدم نہ بڑھایا جائے۔

نماز میں جو واجبات ہیں وہ چودہ ہیں۔ (۱) نیت اور اس کے حکم کا دائم رکھنا (۲) تکبیرۃ الاحرام یعنی پہلی اللہ اکبر جس سے نماز شروع ہوتی تھی (۳) قیام (۴) رکوع (۵) سجود (۶) قرأت (۷) ذکر رکوع (۸) ذکر سجدہ (۹) تشہد (۱۰) سلام (۱۱) ترتیب یعنی اس ترتیب سے پڑھی جائے جو اوپر بیان کی جا چکی ہے (۱۲) موالات یعنی ایک فعل کے بعد دوسرا فعل بلا تاخیر بجالایا جائے کہ درمیان میں طویل خاموشی یا کوئی دوسرا شغل حائل نہ ہو (۱۳) طمانینت یعنی ہر فعل اپنے اپنے مقام پر بجالائے اور اطمینان وسکون کو کسی جزو نماز میں نہ ترک کرے پس نماز کی حالت میں ہلتے جلتے رہنا درست نہیں ہے (۱۴) بعض علماء نے جلسۂ استراحت کو بھی واجب قرار دیا ہے۔ یعنی پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد تھوڑا سا بیٹھے رہنا اور پھر اٹھنا، ان واجبات مذکورہ میں سے پہلے پانچوں کو ارکان نماز کہا جاتا ہے یعنی ان کی کمی یا بیشی عمداً ہو یا سہواً نماز کو باطل کر دیتی ہے باقی سب واجبات ہیں ان میں اگر عمداً کمی یا بیشی ہو گی تو نماز باطل ہو گی ورنہ نہیں۔

شکیات نماز

چونکہ نماز میں شکوک وشبہات کا آنا لازمی ہے تو آلِ محمدؐ نے جو ان کے علاج بتلائے ہیں ان کو ذہن نشین کر لینا بھی ضروری ہے تاکہ موقعہ پر کام میں آئیں اور وارد ہے کہ مَا اَعَادَ الصَّلٰوۃَ فَقِیْہٌ یعنی فقہ رکھنے والا نماز کا اعادہ نہیں کرتا کیونکہ نماز پر وارد ہونے والے شبہات کا اس کو علاج معلوم ہوتا ہے اور ارشاد خداوندی ہے وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ یعنی اپنے اعمال کو باطل نہ کیا کرو۔ بنا بریں شک پڑنے پر نماز کو توڑ دینا جائز نہیں بلکہ اگر اس کا علاج ہو سکتا ہے تو اسے علاج سے صحیح کر لیا جائے جس طرح ظاہری اجسام کی بعض بیماریاں لا علاج ہوتی ہیں

مصباح المتہجد کا دسویں صدی ہجری کا قلمی نسخہ
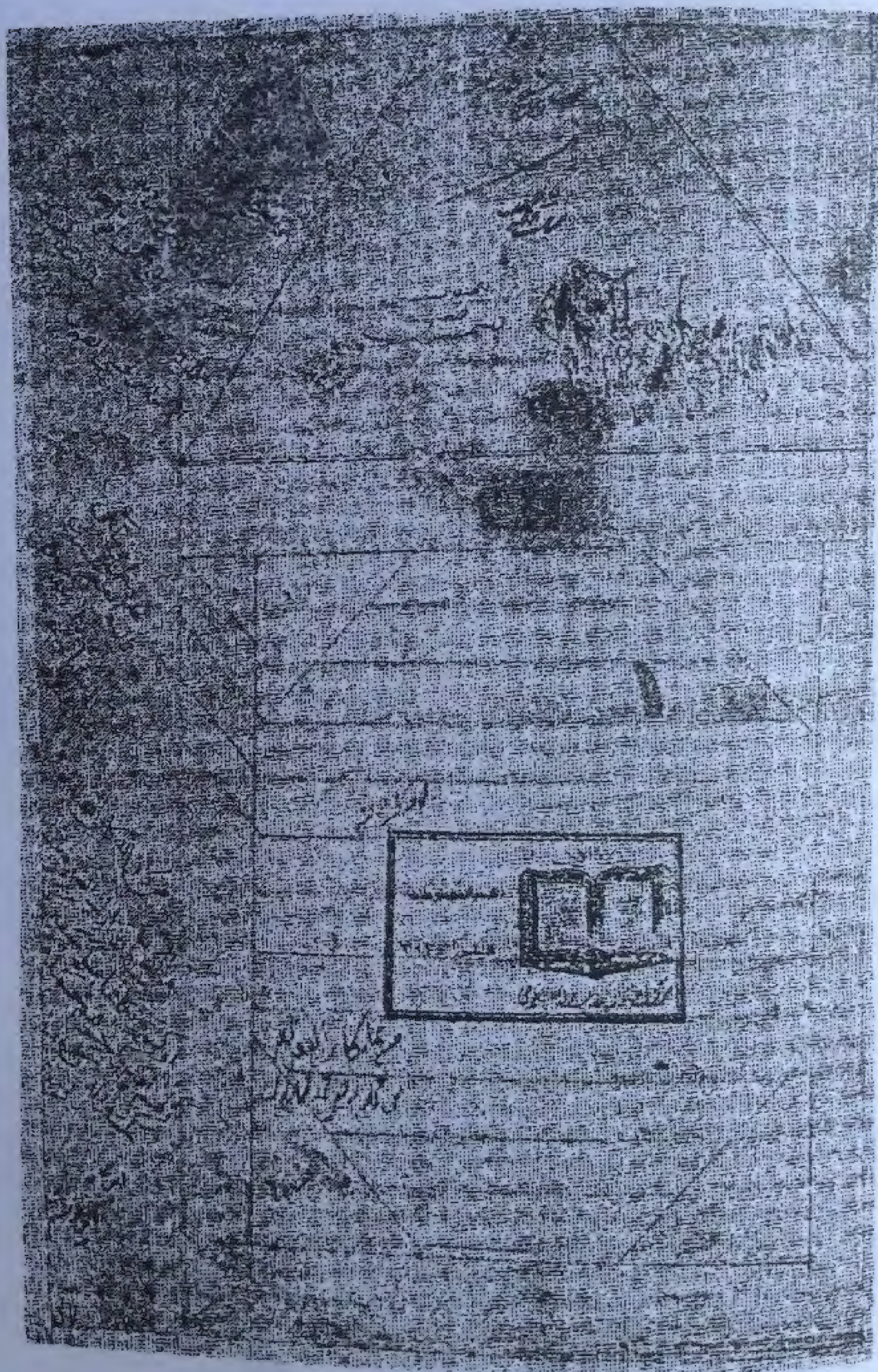
(اس خطی نسخہ میں شہادت ثالثہ کا ذکر نہیں ہے)

(کتاب المراسم فی الفقہ کا قدیم خطی نسخہ جس میں شہادت ثالثہ کا ذکر نہیں)

التسبيح في حال تسبيح الركوع ثم يرفع رأسه من سجوده رافعا يديه بالتكبير ويجلس متمكنا على الارض وقد
خفض فخذه اليمنى وينظر الى حجره في حال جلوسه ثم يقول اللهم اغفر لي وارحمني وادفع عني واجبرني اني
لما انزلت الي من خير فقير ثم يرفع يديه بالتكبير ويسجد الثانية كالاولى ثم يرفع رأسه ويجلس فيما
ذكرناه ثم ينهض ويقول اللهم بحولك وقوتك اقوم واقعد ثم يقرأ الفاتحة وقل يا ايها الكافرون ثم
يرفع يديه بالتكبير ثانيا ويقول لا اله الا الله الحليم الكريم لا اله الا الله العلي العظيم سبحان الله رب
السموات السبع ورب الارضين وما فيهن وما بينهن ورب العرش العظيم وسلام على المرسلين
والحمد لله رب العالمين ويقنت في كل ثانية قبل الركوع من فرض ونفل ثم يجلس ويتشهد بان يقول
بسم الله وبالله والحمد لله والاسماء الحسنى كلها لله واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان
محمدا عبده ورسوله ارسله بالحق بشيرا ونذيرا بين يدي الساعة ثم يسلم تجاه القبلة تسليمة واحدة
يقول السلام عليكم ورحمة الله وبركاته وينحرف بوجهه يمينا ويتم ثماني ركعات كل ركعتين بتسليمة على كيفية
ما رسم ثم يؤذن ويقيم ويصلي الظهر اربعا بتسليمة واحدة ويقرأ في الاوليين منها الحمد وانا انزلناه
في الاولى وفي الثانية الحمد وقل هو الله احد وفي الثالثة والرابعة الحمد وحدها او يسبح فيقول سبحان الله
والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ويركع ويسجد ويقنت في الثانية بعد القراءة وقبل الركوع
كذلك في كل صلاة فرض ونفل فاما التشهد الاول فمثل ما قدمناه واما التشهد الثاني الذي يعقبه التسليم
في الرابعة من الظهر والعصر والعشاء الآخرة وفي الثالثة من المغرب والثانية من صلاة الغداة فهو
بسم الله وبالله والاسماء الحسنى كلها لله والصلوات الطيبات الطاهرات الزاكيات الناعمات السابغات
التامات الحسنات لله ما طاب وطهر وزكى وخلص ونما وما خبث فلغير الله اشهد ان لا اله الا الله
وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله ارسله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو
كره المشركون واشهد ان نعم الرب ربي وان محمدا نعم الرسول وان الجنة حق والنار حق وان الساعة
آتية لا ريب فيها وان الله يبعث من في القبور اللهم صل على محمد وآل محمد وبارك على محمد وآل محمد و
ارحم محمدا وآل محمد كافضل ما صليت وباركت ورحمت وتحننت على ابراهيم وآل ابراهيم انك حميد مجيد
السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته ويومئ بوجهه القبلة فيقول السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين
وينحرف بعينه الى يمينه وقد قضى صلاته ثم يتعقب بالدعاء ويسبح تسبيح الزهراء عليها السلام وهو اربع وثلاثون تكبيرة
وثلاث وثلاثون تحميدة وثلاث وثلاثون تسبيحة ويفعله عقيب كل فرض ولو فعله في عقيب كل صلاة
لكان فضلا كثيرا ثم يعفر ويسجد ثم يلزق خده الايمن في موضع سجوده ثم خده الايسر ثم يعود الى السجود

ويقول

(کتاب المراسم کا قدیم مطبوعہ نسخہ جس میں شہادت ثالثہ کا ذکر نہیں)

(کتاب المراسم کا محرف نسخہ جس میں شہادت ثالثہ کا اضافہ کیا گیا)

45

(٥)

المراسم

في

الفقه الإمامي

تأليف
الفقيه
حمزة بن عبد العزيز الديلمي
الملقب بسلار
المتوفى سنة ٤٦٣هـ

تحقيق وتقديم
الدكتور محمود البستاني
عضو الهيئة التدريسية
في كلية الفقه بالنجف الأشرف

منشورات الحرمين
پاسار قدس

العظيم ، سبحان الله رب السموات السبع ورب الأرضين السبع وما فيهن وما بينهن . ورب العرش العظيم . وسلام على المرسلين . والحمد لله رب العالمين » . ويقنت في كل ثانية قبل الركوع من فرض ونفل . ثم يركع ويسجد كما ذكرناه . ثم يجلس فيتشهد بأن يقول « بسم الله الرحمن الرحيم وبالله والحمد لله . والأسماء الحسنى كلها لله . أشهد أن لا إله إلا الله ، وحده لا شريك له . وأشهد أن محمداً عبده . ورسوله ، ارسله بالحق بشيراً ونذيراً بين يدي الساعة صلى الله عليه وآله » . ثم يسلم تجاه القبلة تسليمة واحدة . يقول « السلام عليكم ورحمة الله وبركاته » . وينحرف بوجهه يميناً .

ويتم ثماني ركعات : كل ركعتين بتسليمة واحدة على كيفية ما رسم . ثم يؤذن ويقيم . ويصلي الظهر أربعاً بتسليمة واحدة : يقرأ في الأولى منها « الحمد » و « انا أنزلناه » وفي الثانية « الحمد » و « قل هو الله أحد » ، وفي الثالثة والرابعة « الحمد » وحدها أو يسبح فيقول « سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله » ثلاث مرات ، ويزيد في الثالثة : « والله أكبر » . ويقنت في الثانية بعد القراءة وقبل الركوع ، وكذلك في كل صلاة فرض ونفل . وأما التشهد الأول فمثل ما تقدم ، وأما التشهد الثاني الذي يتعقبه التسليم في الرابعة من الظهر والعصر والعشاء الآخرة ، والثالثة من المغرب ، والثانية من صلاة الغداة . فهو « بسم الله وبالله والحمد لله ، والأسماء الحسنى كلها لله ، التحيات لله ، والصلوات الطيبات الطاهرات الزاكيات الناعمات السابغات التامات الحسنات لله ما طاب وطهر وزكا ونما وخلص وما خبث فلغير الله . اشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له . وأشهد أن محمداً عبده ورسوله ، أرسله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون . وأشهد أن ربي نعم الرب ، وان محمد نعم الرسول ،

وان علياً نعم الامام ، وان الجنة حق والنار حق ، وان الساعة آتية لا ريب فيها ، وان الله يبعث من في القبور . اللهم صلى على محمد وآل محمد وبارك على محمد وآل محمد وارحم محمداً وآل محمد وتحنن على محمد وآل محمد كافضل ما صليت وباركت وترحمت وتحننت على ابراهيم وآل ابراهيم انك حميد مجيد، السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته ». ويومىء بوجهه إلى القبلة فيقول « السلام على الأئمة الراشدين ، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين » . وينحرف بعينه إلى يمينه ، وقد قضى صلاته .

ثم يعقب بالدعاء ، ويسبح تسبيح الزهراء (ع) وهو اربع وثلاثون تكبيرة وثلاث وثلاثون تحميده وثلاث وثلاثون تسبيحه . ويفعله في عقيب كل صلاة فرض ونفل . ولو فعله في عقيب كل صلاة لكان فضلاً كبيراً . ثم يعفر ويسجد ، ثم يبرز خده الأيمن في موضع سجوده ، ثم خده الأيسر ، ثم يعود إلى سجوده ويقول ما هو مرسوم .

ثم يصلي ثماني ركعات كما بيناه . ثم يؤذن ويقيم للعصر ، ويصلي أربعاً على شرح الظهر . ويعقب ويعفر ، ثم ينصرف .

فإذا غربت الشمس من عصره من الافق : اذّن وأقام ، ثم صلّى ثلاث ركعات : فرضه ، يتشهد في الثانية من غير تسليم . ثم يقوم إلى الثالثة ، ثم يجلس ويتشهد ويسلم .

ثم يصلي أربع ركعات بتسليمتين : نفله ، ثم ينصرف .

فإذا غاب الشفق الأحمر : اذّن وأقام ، ثم صلّى العشاء الاخرة أربعاً : فرضه ، كهيئة الظهر والعصر ويقراء فيها من المفصل ، ثم يسلم بعد التشهد الثاني . فإذا سلم عقب . ثم يصلي ركعتين من جلوس يحسبان بواحدة .

لمحہ فکریہ

آج بھی مکتبِ تشیع کے علمی مراکز حوزۂ ہائے علمیہ نجف اشرف، مشہد مقدس اور قم المقدسہ جہاں جید علماء وطلبہ انتہائی انہماک و ابتکار کے ساتھ تمام علوم اسلامی اور تحقیق و مطالعات میں سرگرم عمل ہیں وہاں صدیوں سے جلیل القدر مراجع عظام اور مجتہدین کرام نماز کی امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ارشاد و ہدایت اور افادۂ علوم آل محمد علیہم السلام کا سلسلہ تا ہنوز جاری ہے لیکن عملی طور پر کبھی کسی نے تشہد میں شہادت ثالثہ نہیں پڑھی اور نہ ہی کسی مرجع شیعیان جہاں نے اپنے رسالہ عملیہ میں اس کے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ یہی ثبوت ہی ان چند بے لگام، بدقسمت لوگوں کے دعویٰ کے باطل وعاطل ہونے کے لیے کافی ہے۔

ہم آقائے دو جہان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا نبی برحق اور بارہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام کو اپنا امام اور پیشوا مانتے ہیں جن پر خود اسلام کو فخر و ناز ہے۔ ان کا ہر فرمان اور عمل ہمارے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ پیروکار کو اپنے نفوس کے شراروں سے بچنے کے لیے اپنے امام و پیشوا کی اتباع و پیروی کرنا ایک وجدانی امر بلکہ بدیہات میں سے ہے۔ جس طرح انہوں نے نماز تعلیم فرمائی ہے ہم اسی طرح نماز ادا کرنے کے مکلف ہیں۔ درد و غم میں ڈوبے ہوئے چند معروضات اپنی قوم کے گوش گزار کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ بلاشبہ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ بعض لوگ بڑے طمطراق سے خود کو شیعیان حیدر کرارؑ میں شمار کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اغیار کے ہاتھوں کھلونا بن کر تمام اخلاقی وادبی اقدار کو بے دردی سے پامال کرتے ہوئے خود ائمہ اطہار علیہم السلام اور ان کے نائبین پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ کرنے کے باوجود کیا وہ شیعہ بھی کہلانے

کے حقدار ہو سکتے ہیں؟ ذالک هو الخسران المبین۔ بقول ملا جامی ع

منکر مے بودن و همرنگ مستاں زیستن

اللہ تعالیٰ نے آپس میں پھوٹ ڈالنے اور باہمی افتراق و تخریب کی شدید مذمت فرمائی ہے اور اس مہلک مرض کی ہلاکت آفرینیوں سے اپنے بندوں کو متنبہ کیا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا: ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَ اخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ (سورۂ آل عمران، آیت ۱۰۵) "اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو متفرق ہو گئے اور صاف واضح احکام کے بعد ایک دوسرے سے اختلاف کرنے لگے۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کو قیامت کے دن بڑا عذاب ہوگا۔"

آج تاریخ کے جس نازک اور پُرآشوب دور سے ہم گزر رہے ہیں ہماری حالت زار کس قدر وحشت ناک ہے کہ ہمارے سر پر شیعہ دشمن طاقتوں کے جو خطرناک بادل گرج رہے ہیں ان کے ضرر سے محفوظ رہنے کے لیے اس وقت ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم ایسے عناصر کا سختی سے محاسبہ اور استیصال کریں جو دانستہ یا نادانستہ طور پر نمازوں میں اضافے کی آڑ میں دراصل مرجعیت سے نفرت پیدا کرنے اور شب و روز ان کے خلاف راہ ہموار کر کے بڑی تیزی کے ساتھ موالیانِ اہل بیت علیہم السلام کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے درپے ہیں اور ملتِ تشیع کو ہمیشہ کے لیے نزاع اور اختلاف باہمی اور زوال و انحطاط کی بھیانک وادی میں دھکیلنے کے لیے پورے انہماک سے مصروف عمل نظر آتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف دین کا درد رکھنے، فقہاء و مجتہدین کرامؒ کی پیروی کرنے اور قوم کو اس خطرناک ترین افتراق سے بچانے والا سنجیدہ اور باشعور طبقہ اس بات کے لیے کوشاں ہے کہ ان کے یہ گھناؤنے و منفی عزائم ناکام بنا دیئے جائیں۔ غم اور حزن و ملال کی کیفیت میں ڈوب کر ہر غیرت مند شیعہ کی آنکھوں میں بے ساختہ ایک

دریائے اشک موجزن ہو جاتا ہے۔

جس طرح اہل سنت مکتبِ فکر میں بریلوی اور دیوبندی کی شکل میں فرقوں نے جنم لیا اور امتِ اسلامیہ کو افتراق کی بھینٹ چڑھا دیا گیا اس تفرق کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی اجتماعی وحدت پارہ پارہ ہوئی اور دونوں مکاتبِ فکر آہستہ آہستہ نظریاتی اختلافات سے آگے بڑھ کر عبادات میں جدا جدا ہو گئے۔ مساجد و مدارس بھی الگ الگ، اب دونوں مکاتب تا حال باہم صف آرا ہیں۔ انتہائی افسوس ناک پہلو تو یہ ہے کہ آج بعض اسلام دشمن عناصر ملتِ جعفریہ کو بھی اس طرز کی تقسیم کا شکار کرنا چاہتے ہیں حالانکہ ہمارے چودہ معصومین علیہم السلام کا ایک قول، ایک فعل پوری کائنات میں ممتاز و منفرد ہے اور ہمیں یہ خصوصی اعزاز و فخر حاصل ہے کہ ہم ان ائمہ اطہار علیہم السلام کے پیروکار ہیں جن کے قول و فعل میں قطعاً کوئی تضاد و تعارض نہیں ہے۔ بڑے بڑے منکر کو بھی آخر ایک دن حقیقت کے آگے سر جھکانا ہی پڑتا ہے۔ یہ ایک ایسی کھلی حقیقت ہے کہ ملا محمد معین ٹھٹھوی شاگرد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ایسے مقتدر حنفی عالم بھی گردن جھکائے بغیر نہ رہ سکے انہیں بھی یہ ماننا پڑا ہے کہ ﴿مذهب واحد منهم مذهب باقيهم﴾ ائمہ اہل بیتؑ میں سے جو نظریہ ایک امام کا ہو وہی نظریہ باقی ائمہ کا ہوتا ہے۔ (دراسات اللبیب، صفحہ ۲۴۹، طبع قدیم، لاہور، سن طباعت ۱۸۶۸ء)

اسی وجہ سے گزشتہ چودہ سو سال سے ملتِ جعفریہ کسی قسم کی تفریق کا شکار نہیں ہوئی لیکن اب اس ملتِ واحدہ کو تقسیم کرنے کی خوفناک اور تباہ کن منصوبے پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔

اس وقت سب سے بڑی ذمہ داری شیعہ مدارس کی بنتی ہے کہ وہ قرآن و حدیث اور فقہی علوم سے آراستہ شخصیات کو جنم دیں جو عوام کے اندر شعور و آگہی اجاگر

کر کے انہیں تعلیماتِ اہل بیتؑ سے روشناس کرائیں تو اس سے کافی حد تک ایسے فتنوں کا سد باب آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔

تاریخ کے دریچے سے جھانکنے والا ہر دانشور جانتا ہے کہ تشیع کی سرخ تاریخ کا نقطۂ اتصال کربلا ہے لہٰذا منبر حسینؑ سے وابستہ خطباء و ذاکرین اور بانیانِ مجالس کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس پاکیزہ منبر کے تقدس کو پامال ہونے سے بچائیں۔ بہت ہی احترام کے ساتھ منطقی انداز میں شیعہ کے بنیادی اصول و فروع کو مشن حسینیتؑ کی ترویج کا ذریعہ بنائیں اور ملتِ تشیع کو محض نعرہ بازی، داد و تحسین اور فضائل و مصائب آل محمدؐ کو قصہ گوئی کی حد تک محدود رکھنے کی بجائے علم و شعور اور فکر و عمل کی طرف رغبت دلائیں اور بے عملی و جہالت سے پاک قوم بنانے میں اپنا کردار ادا کیجئے۔ علاوہ ازیں شیعہ سرکردہ شخصیات، زعماء و اکابرین ملت کو چاہیئے کہ وہ قوم کو ایسی خطرناک صورتحال سے آگاہ کریں کہ جن سے قوم کی اجتماعی وحدت پارہ پارہ ہونے کا خطرہ لاحق ہو۔ آج رونا تو اس بات کا ہے کہ ولایت علیؑ اور شہادتِ ثالثہ در تشہد کی آڑ میں ہمارے علمی مراکز اور مراجع عظام کو جن زہریلے تیر ہائے تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اس کے ذمہ دار کون ہیں؟ جبکہ وہ افراد قوم کے سامنے بے نقاب ہو چکے ہیں ان کا محاسبہ کیا جائے۔ ایک دانشور نے بڑی عظیم بات کہی ہے کہ خنجر کو پکڑنے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ اس ہاتھ کو پکڑا جائے جس نے یہ خنجر اٹھا رکھا اور معاشرے کو خوف زدہ کر رکھا ہے۔ لہٰذا قومی وحدت اور تشیع کا وقار برقرار رکھنے، باہمی رواداری اور غیر معمولی محبت و یگانگت کی فضا قائم کرنے کیلئے ہم سب کو مل جل کر تعاونوا علی البر و التقویٰ پر عمل پیرا ہو کر اپنے اس مذہبی فریضہ سے عہدہ برآ ہونا چاہیئے۔

عالی قدر قارئین!

کلیجہ منہ کو آتا ہے اس بات پر کہ آج چند غیر ذمہ دار لوگ جو نہ درجۂ اجتہاد پر فائز ہیں اور نہ ہی اجتہاد کے مبادیات سے واقف، بلکہ خود کسی جامع الشرائط مجتہد کے مقلد بھی نہیں ہیں۔ بھلا جس شخص کو ابھی تک مجتہد کے مقام و مرتبہ ہی معلوم نہ ہو اس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ شتر بے مہار کی طرح اپنی رائے و قیاس سے لوگوں کو تقلید سے منحرف کرے اور اس کے خلاف ژاژ خائی و ہرزہ سرائی کرے تاہم یہ لوگ شیعیت کے لبادے میں شیعہ دشمن طاقتوں کے ایماء پر نماز کے تشہد میں شہادت ثالثہ کی آڑ میں ذی قدر، رفیع الشان مراجع عظام کی شان اقدس میں انتہائی غلیظ اور گستاخانہ زبان استعمال کرنے سے بھی دریغ نہیں کر رہے۔

ع آسماں را حق بود گر خون ببارد بر زمین

اور بقول شاعر ؎

صرف میرے آشیاں کے چار تنکوں کے لیے
برق کی زد پر گلستان کا گلستان رکھ دیا

ان نازک حالات میں مؤمنین کا فرض بنتا ہے کہ وہ ایسے افراد کی بے بنیاد باتوں کو اہمیت نہ دیں ان کے استعماری و استبدادی ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیں۔ ہر قسم کے پیش آمدہ شرعی مسائل کے لیے صرف اپنے مرجع (مجتہد اعظم) کے فتویٰ یا توضیح المسائل کی طرف رجوع فرمائیں۔ ہم نے جو فتاویٰ کے عکس اس کتاب میں پیش کیے ہیں ان پر اور ان مراجع عظام کی توضیح المسائل کے مطابق عمل کریں۔

تمت بالخیر

ضمیمہ کتاب

حال ہی میں فقہاء دشمن عناصر کی طرف سے ایک کتاب "شہادتِ ثالثہ کا جواز در تشہدِ نماز" کے نام سے منظر عام پر آئی ہے اس کے مصنف کا نام علامہ تاج الدین الحیدری (سابق بریلوی سنی) تحریر کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں مجتہدین وفقہاء کی عبارات کو انتہائی کذب بیانی اور ابلہ فریبی سے بیان کر کے عوام کو مغالطے میں مبتلا کرنے کی سعیٔ مذموم کی گئی ہے۔ ائمہ اطہار علیہم السلام کے اسمائے گرامی کو دعاؤں میں پڑھنے کی اجازت کو شہادتِ ثالثہ میں شمار کیا گیا ہے حالانکہ دعا اور شہادتِ ثالثہ میں نمایاں فرق ہے نیز احادیث مبارکہ کی اپنی من پسند تاویلات کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ بنابریں عوام کے گمراہ ہونے کے پیش نظر ہم نے اپنی اس کتاب میں قابلِ جواب عبارات کا مدلل جواب دے دیا گیا ہے اور اب ان کی فقہاء و مجتہدین کی شان میں نازیبا اور گستاخانہ جسارت کا جواب دینا انتہائی ضروری تھا جو کہ پیش خدمت ہے۔

محولہ بالا کتاب کے ناشر اور محرک [illegible] ناعاقبت اندیش نے ہرزہ سرائی کرتے ہوئے یہاں تک شریعت کا مذاق اڑایا ہے کہ "تشہد نماز میں بحث وجوب وعدم وجوب پر کریں نہ کہ جواز و استحباب پر۔" (شہادت ثالثہ کا جواز در تشہد نماز، صفحہ ۱۷۴)۔ نیز نائبین امامؑ، شیعہ فقہائے عظامؒ کے بارے میں یوں جسارت کرتا ہے: "مصنف (بندہ احقر) نے ابتدا ہی میں مولویوں، ریاکاروں اور نام نہاد حرام خوروں پر درود یوں لکھا ہے الصلات والسلام علی الفقهاء المجتهدین والمبلغین العاملین والمؤلفین الصالحین اب پندرھویں صدی میں جبریل امینؑ کوئی شریعت لائے؟ شریعت محمدی منسوخ ہوگئی؟ علیؑ ولی اللہ کو بدعت اور مبطل نماز کہنے والوں نے نیا درود وسلام ایجاد کر کے خود کو بدعتی اور دین ایمان کے چور ہونے کا ثبوت فراہم کر دیا۔" (شہادت ثالثہ کا جواز در تشہد نماز، صفحہ ۱۶۵)

جواب: مذہب شیعہ ہم تک مجتہدین، فقہائے عظام اور علماء کرام کے توسط سے ہی پہنچا ہے

اور آج بھی ان ہی کی کتب و آثار کے ذریعے سے ہم علوم آل محمد علیہم السلام سے کسب فیض کرر ہے ہیں ۔حوزات علمیہ میں ہمارے مراجع ہی نائبین امامؑ ہیں اور جو پوری دنیا میں تعلیمات آل محمد علیہم السلام کو لوگوں تک پہنچانے میں مصروف عمل ہیں جس کی وجہ سے آج اسلام دشمن طاقتیں بھی سرگردان و پریشان ہیں یہی وجہ ہے کہ اسلام دشمن قوتیں غیر زمہ دار، ان پڑھ لوگوں کو ڈالر دیکر شیعہ علماء اعلام کے خلاف زہر اگلوا رہی ہیں مذکورہ بالا گستاخی کا مرتکب شخص ہرگز شیعہ نہیں ہوسکتا اگر چہ بظاہر وہ اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کرتا ہے۔مگر باطن میں انتہائی غلیظ اور شیعہ دشمن ہے جو اندر سے مذہب اہلبیتؑ کی بنیادیں کھوکھلی کرنے کے لیے میدان عمل میں ہے حالانکہ ہمارا مذہب قرآن وسنت کے مطابق ہے یہ بد بخت شخص شیعہ عوام کو اپنے علمی مراکز علماء اعلام اور فقہاء عظام سے دور کرنا چاہتا ہے ہم پورے یقین وجزم کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ شیعہ دشمن عناصر اپنے ان غلیظ مقاصد اور مذموم عزائم میں ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتے اور نہ ہی ہونے دیں گے۔ان شاء اللہ تعالی۔یہ حقیقت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ مذہب اہلبیتؑ قربانیاں اور خون کے نذرانے دے کر پروان چڑھا ہے۔

حقیقی علماء اعلام انبیاء کرام علیہم السلام کے علوم کے وارث ہیں اور حضرات ائمہ اطہار علیہم السلام نے مجتہدین وفقہاء عظام کو دین اسلام کا محافظ اور الہی احکامات کا امین قرار دیا ہے۔چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

بشر المخبتین بالجنة برید بن معاویة العجلی و ابا بصیر لیث بن البختری المرادی و محمد بن مسلم و زرارة اربعة نجباء امناء الله علی حلاله وحرامه لو لا هؤلاء لانقطعت آثار النبوة واندرست.

اللہ تعالی کے جن نیک و عاجز بندوں کو جنت کی بشارت ہے وہ یہ ہیں (۱) برید بن معاویہ عجلی۔(۲) ابو بصیر لیث مرادی (۳) محمد بن مسلم (۴) اور زرارہ بن اعین یہ چار نجباء اللہ کے حلال وحرام پر امین ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو آثار نبوت مٹ جاتے۔

(رجال الکشی صفحہ ۱۵۲، تذکرہ ابو بصیر مرادی مؤسسۃ الاعلی للمطبوعات کربلا)

حضرت امام صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی زرارہ پر رحم کرفرمائے اگر زرارہ اور

ان جیسے لوگ نہ ہوتے تو میرے والد (امام محمد باقرؑ) کی احادیث ختم ہو جاتیں۔ایضا صفحہ ۱۲۴)۔

اس سلسلے میں مذکورہ احادیث مبارکہ کی وثاقت کے بارے میں مشہور محقق آیت اللہ آقائے محسنی لکھتے ہیں و ھذہ الاحادیث... معتبرۃ سنداً "یہ احادیث سند کے لحاظ سے معتبر ہیں" (بحوث فی علم الرجال صفحہ ۴ طبع ایران)

ایک طویل الذیل حدیث کا تتمہ یوں ہے ھم مستودع سری ...ھم نجوم شیعتی احیاء واموانا یحیون ذکرابی بھم یکشف اللہ کل بدعۃ ینفون عن ھذا الدین انتحال المبطلین وتاویل الغالین .ثم بکی فقلت : من ھم؟ فقال : من علیھم صلوات اللہ و رحمتہ احیاء واموانا برید العجلی و زرارۃ و ابو بصیر و محمد بن مسلم

(میرے اصحاب) میرے رازدان ہیں زندہ ہوں یا دنیا سے رخت سفر باندھ چکے ہوں میرے شیعوں کیلئے ستارے ہیں (جن سے ہمارے شیعہ رہنمائی لیتے ہیں) انہوں نے میرے والد بزرگوار کا ذکر زندہ کیا ہے ان ہی کے ذریعے سے اللہ تعالی بدعتوں کو مٹاتا ہے یہ لوگ اس دین سے باطل لوگوں کی دلیلوں اور غالیوں کی تاویلوں کی نفی کرتے ہیں پھر آپؑ نے گریہ فرمایا تو میں (راوی) نے پوچھا وہ کون لوگ ہیں؟ تو آپؑ نے فرمایا وہ لوگ جن پر زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی اللہ تعالی کی طرف سے صلوات اور رحمت ہیں (وہ) برید عجلیؒ، زرارہؓ، ابوبصیرؓ اور محمد بن مسلمؓ ہیں۔(رجال کشی تذکرہ زرارہ بن اعین صفحہ ۱۲۵، وسائل الشیعہ جلد ۱۸ صفحہ ۱۰۵ طبع بیروت) اسی طرح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے جناب محمدؓ بن ابی بکر کے لیے رحمہ اللہ و صلی علیہ کے الفاظ کہہ کر یاد فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو رجال الکشی صفحہ ۶۱ تذکرہ محمد بن ابی بکر۔

یہی شیعہ فقہاء دشمن مزید یوں گوہر افشانی کرتا ہے "محمد و آل محمد پر صلواۃ وسلام قرآن و حدیث سے ثابت ہے غیر آل محمد پر درود پڑھنے کا حکم کہاں سے آیا ہے؟ معصوم و غیر معصوم کو درود شریف میں مساوی لکھ کر پرلے درجے کی جہالت پر مہر تصدیق ثبت کردی۔ شیخ الطائفہ

طوسیؒ کی وفات پر فقیہ عماد طبری نے کہا لو جازت علی غیر الانبیاء صلوۃ صلیت علیہ.. اگر غیر انبیاءؑ (غیر معصوم) پر درود پڑھنا جائز ہوتا تو میں شیخ طوسیؒ پر درود پڑھتا۔ (شذرات الذھب فی اخبار من ذھب، جلد۴، صفحہ ۱۲۶۔۱۲۷) جب بانی حوزہ علیہ نجف اشرف شیخ طوسیؒ پر درود پڑھنا جائز نہیں تو جہلاء درود کے سزاوار کیونکر؟ (ایضا صفحہ ۱۶۵)

جواب: ہرزہ سرائی کرنے والا انتہائی ان پڑھ جاہل مرکب اور شریعت کے اسرار ورموز اور شرعی قواعد سے بالکل نابلد ہے فقہاء ومجتہدین کے بغض وعناد میں اس قدر اندھا اور حواس باختہ ہو چکا ہے اسے یہ نہیں معلوم کہ کیا کہہ رہا ہوں اس کے اضافہ معلومات کے لئے عرض ہے کہ کسی عالم دین سے اچھی طرح سمجھ کر قرآن مجید پڑھ لیں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ قرآن مجید میں کہاں کہاں مؤمنین پر صلوات بھیجی گئی ہے بعد ازاں ہم پر اعتراض وارد کریں۔ حالانکہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں مومنین پر صوات وسلام بھیجا ہے چنانچہ ذکات ادا کرنے والوں پر اللہ تعالی ان الفاظ میں صلوات وسلام کا حکم فرما رہا ہے۔ ارشاد رب العزت ہے: (۱) وصل علیھم .ان صلواتک سکن لھم. (سورہ توبہ آیت ۱۰۳)۔(۲) اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمہ .
(سورہ بقرہ آیت ۱۵۷)۔(۳) ھو الذی یصلی علیکم وملائکتہ لیخرجکم من الظلمات الی النور وکان بالمومنین رحیما . (سورہ احزاب آیت ۴۳)۔(۴) سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار . (سورہ رعد، آیت ۲۴)۔
مندرجہ بالا آیات مبارکہ میں نہایت واضح الفاظ کے ساتھ مؤمنین پر صلوات بھیجی گئی ہے لہٰذا ان نصوص صریحہ سے غیر معصوم پر صلواۃ بھیجنے کا جواز ثابت ہوتا ہے اب ذرا تعلیمات آل محمدؑ کو سرسری نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ اس سلسلے میں انہوں نے کیا ارشادات فرمائے ہیں جیسا کہ حضرت امام جعفر صادقؑ سے طویل حدیث مروی ہے جس میں آپؑ نے اصحاب کا ذکر خیر کرتے ہوئے ان پر صلوات وسلام بھیجا ہے۔ بنابریں برصغیر کے بطل جلیل محقق علی الاطلاق علامہ سید میر حامد حسینؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''استقصاء الافحام فی رد منتھی الکلام'' جلد اول صفحہ ۶۵۰ سے ۶۵۵ تک انبیاء وآئمہ علیھم السلام کے علاوہ دیگر شخصیات پر

صلوات وسلام کے جواز پر نہایت تفصیلی بحث فرمائی ہے جیسا کہ اپنی اس بیش بہا تصنیف کے صفحہ نمبر ۶۵۰ پر رجال الکشی کی وہ روایت کہ جس میں حضرت صادقؑ آل محمدؐ نے جناب محمدؒ ابن ابو بکر کے لیے "رحمہ اللہ وصلی علیہ" کے جملے ارشاد فرمائے ہیں ان پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: بدانکه در فرستادن صلواة بر محمدبن ابی بکر که از افاضل صحابهؓ جناب امیر المومنین علی بن ابی طالب علیه السلام و شیعیان مخلصین آنحضرت بوده وآن هم بطریق محض دعا وطلب رحمت نه بطور شعار اصلا قباحتی وشناعتی نیست تاطعنی که مخاطب ایهام آن فرموده صورت اتجاه داشته باشد . .در کلام الهی امر بفرستادن صلواة بر مودیان زکوة وارد شده قال الله تعالی وصلی علیهم ان صلوتک سکن لهم .

اس عبارت کا لب لباب یہ ہے کہ محمد بن ابو بکر حضرت علیؑ کے فاضل صحابہؓ اور آپ کے مخلص شیعوں میں سے تھے ان پر صلوات بھیجنا بطور دعا اور طلب رحمت کے لئے ہے نہ کہ بطور شعار، لہٰذا مخاطب (حیدر علی فیض آبادی) کا اعتراض وارد نہیں ہوسکتا۔ قرآن مجید میں زکواۃ دینے والوں پر صلوات بھیجنے کا حکم آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔" (استقصاء الافحام، جلد۱، صفحہ ۶۵۰، طبع لدھیانہ) شاید معترض کو نماز جنازہ تو یاد ہی ہوگا اگر وہ صرف سرسری نگاہ ہی کر لیتا تو ہرگز جہالت کا ارتکاب نہ کرتا۔ چونکہ نماز جنازہ میں یہ الفاظ پڑھے جاتے ہیں صل علی جمیع الانبیاء والمرسلین والشهداء والصدیقین وعباداللہ الصالحین.

رہی سنی فقیہ عماد طبری کا شیخ طوسی پر صلواۃ نہ پڑھنے کا بیان تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس فقیہ کا قول قرآن وسنت اور تعلیمات آل محمدؐ کے بالکل مخالف ہے اس لئے ان کے اس قول کی کوئی حیثیت نہیں ہے علاوہ بریں ان کا یہ قول خود اہل سنت محققین کے نظریہ کے سراسر خلاف ہے عبدالحی بن عماد حنبلی متوفی ۱۰۸۹ھ کی کتاب شذرات الذہب فی اخبار من ذہب طبع مصر قدیم ہمارے پیش نظر ہے اس کی جلد نمبر ۴، صفحہ ۱۲۷ بذیل عنوان "سنته اربعین وخمس مائته" میں مذکورہ بالا قول موجود ہے اس قول کی رو سے انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی پر بھی صلوات بالاستقلال ہو یا بالتبع جائز نہیں قرار پاتا جبکہ شیعہ کا موقف یہ ہے کہ انبیاء

کرامؑ کے علاوہ آئمہ اہل بیتؑ وغیرہ کے اسماء گرامی کے ساتھ بالاستقلال صلوات کا استعمال جائز ہے اور بہت سے اہل سنت محققین نے بھی اس کی تصریح کی ہے بلکہ اپنی کتابوں میں اسے استعمال بھی کیا ہے اور اس کے جواز کا حکم لگایا ہے چنانچہ قاضی عیاض مالکی نے یہاں تک لکھا ہے **عامة اهل العلم متفقون علی جواز صلوات علی غیر النبی ﷺ**

عموی اہل علم کا نبی کریم ﷺ کے علاوہ دیگر پر بھی صلوات پڑھنے کے جواز پر اتفاق ہے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، جلد۲، صفحہ ۶۵، طبع دار الکتب العربیۃ الکبری مصر ۱۳۲۹ھ)

عماد طبری کی روایت پیش کرنے والے معترض کا یہ نظریہ شیعہ مکتب فکر بلکہ محققین اہل سنت کے نظریہ کے بھی سراسر خلاف ہے اس غیر تحقیقی مقولہ کی بنیاد شیعہ علماء وفقہاء کی توہین اور ان کی گستاخی کا مرتکب ہونا انصاف و دیانت کا خون کرنا ہے۔ حالانکہ قرآن و احادیث اور تعامل آئمہ اطہار سے مومنین و صالحین پر صلواۃ وسلام بھیجنے کا جواز اور اثبات موجود ہے تو اس لحاظ سے بالتبع صلواۃ وسلام بھیجنا جائز ہوگا۔ ہم نے اپنی کتاب کے ابتدائی خطبے میں نیک و صالح علماء وفقہاء پر بالاستقلال نہیں بلکہ بالتبع ان پر درود وسلام تحریر کیا ہیں۔ مندرجہ بالا آیات واحادیث سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور ائمہ اہل بیتؑ غیر نبی غیر معصوم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ جو شخص صلوٰۃ کو انبیاء کے ساتھ مخصوص قرار دے وہ نصوص شرعیہ سے بالکل ناواقف ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ تعلیمات آل محمدؑ کے برخلاف ایسے غیر ذمہ دار افراد عوام کی بڑی تعداد کو مغالطوں میں مبتلا کر کے غلط راستے پر ڈال رہے ہیں البتہ یہ امر قابل توجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کرام علیہ السلام پر خود صلوٰۃ بھیجتا ہے تو اس کا مفہوم جداگانہ ہوگا اور مومنین پر درود بھیجے تو اس کا مفہوم ان کی شان کے مطابق ہوگا۔ اگر رسول اللہ ﷺ کسی پر درود (صلوٰۃ) بھیجتے ہیں تو اس کا مفہوم الگ ہوگا۔ اسی طرح ہم آئمہ اہل بیت علیہم السلام پر صلواۃ بھیجیں تو اس کا مطلب ان کی شان کے لائق ہوگا۔ عام مومنین کیلئے پڑھیں تو اس کا مفہوم و مراد ان کی حیثیت کے حساب سے ہوگا۔ لہٰذا صلوٰۃ کا ایک ہی مفہوم لے کر اسے معصومؑ کیلئے مخصوص کرنا نادانی اور شرعی نصوص سے نابلد ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اُصول حدیث کے قواعد سے جہالت:

چنانچہ یہ صاحب لکھتے ہے ''اول تو فقہ کامل کی روایت ضعیف ہے ہی نہیں بفرض المحال اگر روایت ضعیف بھی ہوتو آیا ضعیف روایت مستحب ثابت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے''؟ روایة ضعیفة تصلح سندا للاستحبابہ۔ (شرح اللمعہ جلد۲۔صفحہ ۷۰ مطبوعہ قم المقدسہ)۔ (شہادت ثالثہ کا جواز در تشہد نماز صفحہ ۱۷۲)

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ کتاب فقہ کامل کی علامہ تقی مجلسی کی طرف نسبت ہی مشکوک ہے، اسی وجہ سے فقہ کامل کے ہر عنوان پر یہی لکھا ہے کہ این کتابیست در فقہ امامیہ، منسوب از بعلامہ مجلسی طاب ثراہ و جعل الجنة مثواہ ۔اس کتاب کے متعلق ہم گزشتہ صفحات میں بڑی صراحت کے ساتھ بحث کرچکے ہیں کہ یہ کتاب ہماری اساسی کتابوں کے مقابلہ میں ثانوی درجے کی حیثیت رکھتی ہے اور نہ ہی اس سے استنباط کیا جاسکتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ روایت صرف ضعیف ہی نہیں بلکہ بلاسند ہونے کی وجہ سے مردود اور نا قابل قبول ہے۔نیز یہ روایت حضرت ابوبصیرؒ سے مروی صحیح السند روایت سے متصادم ہے رہا یہ کہ شرح لمعہ میں ہے۔روایة ضعیفة تصلح سند ا لااستحبابہ: تو یہاں شرح لمعہ کی عبارت نہ سمجھ پانے کی وجہ سے ادھوری عبارت نقل کردی ہے جو ان کے مدعا کو ثابت نہیں کرتی۔اب لیجئے شرح لمعہ کی پوری عبارت یہ ہے۔

(ولا یشترط الشاهدان فی النكاح الدائم مطلقا و لا الولی فی النكاح الرشيدة و ان كانا افضل علی الاشهر، خلافا لابن ابی عقیل حیث اشترط هما فيه استنادا الی رواية ضعيفة تصلح سندا للاستحباب لا للشرطية)

مطلقا نکاح دائمی میں دو گواہ شرط نہیں ہے اور راشدہ لڑکی کے نکاح میں (اذن) ولی کی شرط بھی نہیں ہے۔اگرچہ یہ دونوں (دو گواہ اور اذن ولی) افضل ہیں مشہور قول یہی ہے۔البتہ ابن ابی عقیل اس کے خلاف ہے۔اس حیثیت سے کہ انہوں نے ان دونوں کی شرط لگائی ہے۔(دو گواہ اور اذن ولی) ایک ایسی روایت سے استناد کرتے ہوئے جو سند سے ضعیف

ہے۔ استحباب کی صلاحیت رکھتی ہے۔ شرطیت کی نہیں۔ (ملاحظہ ہو: شرح لمعہ ج ۲، ص ۷۵، کتاب الفصل الثانی فی العقد والنکاح طبع قدیم ایران۔)

ثانیاً یہ کہ سند ہونے کے باوجود ان کے رواۃ ضعیف ہونے کے باعث تمام فقہاء نے ان پر عمل نہیں کیا۔ البتہ ان روایت کے طرق متعدد ہونے کی بنا پر استحباب سمجھا گیا ہے۔ جبکہ: فقہ کامل کی صرف ایک روایت اور وہ بھی بلا سند ہے لہٰذا اسکا معاملہ الگ ہے۔ کتاب فقہ کامل بھی مشکوک و بلا سند ہے اور اس کتاب میں مروی روایت بھی بلا سند و مشکوک ہے اب اس کا فیصلہ باانصاف قارئین پر چھوڑ دیتے ہیں۔

؎ صدائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

ایک مغالطہ اور اس کا ازالہ:

یہ عناصر [illegible] اور اسی قبیل کے دیگر غیر ذمہ دار افراد عوام کو مغالطے میں مبتلا کرنے کیلئے یہ شوشہ پھیلاتے ہیں کہ رہبرِ عالمِ اسلام حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ امام خمینیؒ کا نمازِ جنازہ آیۃ اللہ العظمیٰ گلپایگانیؒ نے پڑھایا تو انہوں نے اس میں اشھد ان امیر المومنین علیا و اولادہ الائمۃ الاحد عشر حجج اللّٰہ پڑھا۔ بعد ازاں لوگوں نے ان سے سوال کیا کہ ''آپ کی توضیح میں جنازہ اس طرح نہیں لکھا تو انہوں نے فرمایا کہ لوگوں کی نظروں میں جنازہ میں پڑھا رہا تھا، دراصل میں خود کسی ہستی کی اقتداء میں جنازہ پڑھا رہا تھا۔'' آیۃ اللہ گلپایگانیؒ پر بہت بڑا افتراء اور جھوٹ باندھا گیا ہے جبکہ انہوں نے خود اپنی زندگی ہی میں شدید الفاظ میں اس کی مذمت کر دی تھی۔ اگر اس بات میں کوئی سچائی ہوتی تو وہ اس واقعہ کے بعد اپنی توضیح المسائل میں ضرور اس گواہی کو درج کر دیتے جبکہ ان سے شہادتِ ثالثہ در تشہد کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے قطعی طور پر پڑھنے سے منع فرمایا۔ ثانیاً یہ کہ نمازِ پنجگانہ اور نمازِ جنازہ میں نمایاں فرق ہے۔ جس کی وضاحت ہم نے اسی کتاب کے گذشتہ صفحات میں کر دی ہے۔

اتنی نہ بڑھا پاکئ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

فرصت کے لمحات میں ٹھنڈے دل و دماغ سے اس بات پر غور کیا جائے کہ مذہبِ اہل بیتؑ اور جلیل القدر مراجع عظام و علماء کرام کیخلاف غیر مہذبانہ طرزِ تفکر کا اتنا زیادہ تکرار اور اصرار سے پروپیگنڈہ آخر کیوں کیا جا رہا ہے تو فوراً یہ حقیقت نمایاں طور پر سامنے آجاتی ہے کہ دراصل اس کے پس منظر میں سامراجی مقاصد کارفرما ہیں۔

تفصیلات اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔